# وقت کے سائے میں
# دنیا و آخرت

مؤلف

مولانا ڈاکٹر عبدالرحمٰن ساجد اعظمی
سابق استاذ جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

ناشر

دار الفکر والادب
کوئریاپار
ضلع مئو، یوپی

# وقت کے سائے میں
# دنیا و آخرت

مؤلف
مولانا ڈاکٹر عبدالرحمن ساجد اعظمی
سابق استاذ جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

زیر اہتمام

مفتی حسان ساجد قاسمی ندوی
ریسرچ اسکالر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی ملیشیا

پیش کش

دار الفکر والادب
کوئریا پار
ضلع مئو، یوپی

نام کتاب ــــــــــــــــ وقت کے سائے میں دنیا وآخرت

مؤلف ــــــــــــــــ ڈاکٹر عبدالرحمٰن ساجد الاعظمی

تعداد اشاعت ــــــــــــــــ اگیارہ سو (۱۱۰۰)

تاریخ اشاعت ــــــــــــــــ ۲۰۲۱ء

پروف ریڈنگ ــــــــــــــــ مفتی حسان ساجد قاسمی ندوی

کمپوزنگ وٹائٹل ڈیزائن ــــ (8126462740) مولوی اُسامہ ساجد قاسمی

***Price: 200.00***

سلسلہ تالیفات (۳)

دارالفکر والادب کوئریاپار ضلع مئو، یوپی، انڈیا

**DARUL -FIKR-E- WAL ADAB**
**At. & Post. Koiriyapar 275306**
**Distt Mau. U.P. India**
**Email. sajidmbd786@gmail.com**
**Contact No. 09412805587**

**Union Bank**
**Name: Abdur Rahman Azmi**
**A/c. No 703002010002115**
**IFSC : UBIN0570303**

**Price: Rs./=200**

# آئینۂ کتاب


| شمار | عنوان | صفحہ | ❖ | شمار | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | عرض ناشر | ۸ | ❖ | ۲۱ | فخر، نسب پر نہیں، علم وادب پر زیبا ہے | ۵۷ |
| ۲ | مُقدّمۃ: مولانا سید رابع حسنی مدظلہٗ | ۱۰ | ❖ | ۲۲ | بشرط ایمان، نسبی تعلق آخرت میں نفع دے گا۔ | ۵۸ |
| ۳ | رائے عالی مولانا سعید الرحمٰن اعظمی مدظلہٗ | ۱۲ | ❖ | ۲۳ | دوسری قسم | ۵۹ |
| ۴ | کچھ اپنی سرگذشت، اب اپنے قلم سے لکھ | ۱۴ | ❖ | ۲۴ | تیسری قسم | ۶۱ |
| ۵ | وقت کی تعریف کیا ہے؟ | ۲۵ | ❖ | ۲۵ | وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت | ۶۲ |
| ۶ | وقت کی حفاظت | ۳۱ | ❖ | ۲۶ | وقت کی رفتار اور اس کا شعور | ۶۷ |
| ۷ | ذمہ داری کا احساس | ۳۴ | ❖ | ۲۷ | جوانی کی عمر | ۶۹ |
| ۸ | انبیاء کرام کی آمد کا مقصد | ۳۵ | ❖ | ۲۸ | ملک الموت سے مکالمہ | ۷۱ |
| ۹ | تربیت اولاد کی فکر | ۳۶ | ❖ | ۲۹ | انسان کے تخلیقی مراحل | ۷۳ |
| ۱۰ | بیٹوں کو باپ کی نصیحت | ۳۹ | ❖ | ۳۰ | زندگی کے ہنگامے | ۷۴ |
| ۱۱ | ابن جوزی کی نصیحت | ۴۰ | ❖ | ۳۱ | مکان، موسم اور وقت کا تنوّع | ۷۵ |
| ۱۲ | امام غزالی کی نصیحت | ۴۳ | ❖ | ۳۲ | موسم کے تغیرات | ۷۸ |
| ۱۳ | علامہ اقبال کی نصیحت | ۴۵ | ❖ | ۳۳ | جہانِ دوش وفردا | ۸۱ |
| ۱۴ | ہر فرد ملت کو سلطان ٹیپو کی نصیحت | ۴۶ | ❖ | ۳۴ | قدرت کی بے مثال صنّاعی | ۸۳ |
| ۱۵ | وقت اور خودی | ۴۷ | ❖ | ۳۵ | سردی، گرمی اور موسم باراں | ۸۶ |
| ۱۶ | وقت اور زندگی | ۵۰ | ❖ | ۳۶ | شکر اور کفرانِ نعمت | ۹۱ |
| ۱۷ | زندگی کا سب سے خوبصورت دور | ۵۲ | ❖ | ۳۷ | نعمتوں کا ذکر شکر پر ترغیب دلانا ہے | ۹۳ |
| ۱۸ | امت محمدیہ کی تقسیم..... | ۵۵ | ❖ | ۳۸ | نعمتوں کی بقاء اور زیادتی شکر کرنے پر ہے | ۹۵ |
| ۱۹ | پہلی قسم | ۵۵ | ❖ | ۳۹ | حکایت | ۹۶ |
| ۲۰ | نسب فخر وغرور کیلئے نہیں تعارف کیلئے ہے | ۵۶ | ❖ | ۴۰ | نعمتوں پر شکر عقلمندی اور سعادت مندی ہے | ۹۹ |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۴۱ | ناشکری کا انجام | ۱۰۱ | ❖ | ۶۴ | سلام کے کچھ احکام وآداب | ۱۳۳ |
| ۴۲ | پہلا واقعہ | ۱۰۲ | ❖ | ۶۵ | سلام کے بعد مصافحہ | ۱۳۴ |
| ۴۳ | دوسرا واقعہ | ۱۰۲ | ❖ | ۶۶ | صدقہ کی اہمیت | ۱۳۵ |
| ۴۴ | مرسلین ومقربین کو شکر گزاری کا حکم | ۱۰۵ | ❖ | ۶۷ | جو خرچ ہو گیا وہی باقی ہے | ۱۳۶ |
| ۴۵ | حضرت سلیمان کا انداز شکر | ۱۰۶ | ❖ | ۶۸ | صدقہ کے خواص | ۱۳۷ |
| ۴۶ | حضرت ابراہیم کا مختصر تعارف | ۱۰۷ | ❖ | ۶۹ | صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا | ۱۳۷ |
| ۴۷ | محسن کا شکر | ۱۰۸ | ❖ | ۷۰ | اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے | ۱۳۹ |
| ۴۸ | دین فطرت اور وقت کی اہمیت | ۱۰۹ | ❖ | ۷۱ | مرحومین کو صدقہ کا ثواب | ۱۴۰ |
| ۴۹ | آخرت کا خیال اور عمل کی تڑپ | ۱۱۰ | ❖ | ۷۲ | صلہ رحمی کی برکت اور قطع رحمی پر وعید | ۱۴۱ |
| ۵۰ | پیادہ پا راتوں رات گنگوہ کا سفر | ۱۱۱ | ❖ | ۷۳ | قیام لیل کی فضیلت | ۱۴۳ |
| ۵۱ | دنیا دار العمل ہے | ۱۱۳ | ❖ | ۷۴ | دنیاوی زندگی کے دو پہلو | ۱۴۷ |
| ۵۲ | نظام کیلئے وقت کی تعیین وتحدید ضروری ہے | ۱۱۵ | ❖ | ۷۵ | دنیاوی زندگی کی رونقیں آزمائش کیلئے ہیں | ۱۵۲ |
| ۵۳ | نماز | ۱۱۵ | ❖ | ۷۶ | علم والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں | ۱۵۳ |
| ۵۴ | روزہ | ۱۱۶ | ❖ | ۷۷ | وقت، دین ودنیا کی بڑی دولت ہے | ۱۵۵ |
| ۵۵ | زکوٰۃ | ۱۱۷ | ❖ | ۷۸ | وقت کس طرح قیمتی بنتا ہے | ۱۵۷ |
| ۵۶ | حج | ۱۱۷ | ❖ | ۷۹ | غلط فہمی | ۱۵۸ |
| ۵۷ | روزی کی تقسیم | ۱۱۹ | ❖ | ۸۰ | پُل صراط کا خوف | ۱۵۹ |
| ۵۸ | حضرت جنید بغدادیؒ | ۱۲۰ | ❖ | ۸۱ | علم کا شوق، وقت کا تحفظ اور حضرت گنگوہیؒ | ۱۶۱ |
| ۵۹ | خوف الٰہی اور وقت کی قدر | ۱۲۳ | ❖ | ۸۲ | علامہ کشمیری علمی انہماک اور خداداد قوت حافظہ | ۱۶۴ |
| ۶۰ | سلام اور اسکی فضیلت | ۱۲۵ | ❖ | ۸۳ | شادی کی داستان | ۱۶۵ |
| ۶۱ | سلام کی اہمیت | ۱۲۸ | ❖ | ۸۴ | مطالعہ کی حرص اور علم سے بے انتہاء محبت | ۱۶۸ |
| ۶۲ | سلام کا اجر اور اس کا فائدہ | ۱۲۹ | ❖ | ۸۵ | حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی جلالت شان | ۱۷۰ |
| ۶۳ | ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق | ۱۳۱ | ❖ | ۸۶ | صدیق اکبر کو ایک شیعہ کی دشنام طرازی | ۱۷۱ |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۸۷ | کرامات اولیاء حق ہیں | ۱۷۵ | ❖ | ۱۰۸ | قارون کا انجام | ۲۱۴ |
| ۸۸ | دنیا اور آخرت | ۱۷۹ | ❖ | ۱۰۹ | انسان کیا ہے؟ | ۲۱۵ |
| ۸۹ | دنیا کی زندگی چند دنوں کا کھیل، تماشہ ہے | ۱۸۲ | ❖ | ۱۱۰ | کیا موت وحیات زمانے کا کھیل ہے | ۲۱۶ |
| ۹۰ | آخرت کے مقابلہ میں دنیا کیا ہے؟ | ۱۸۲ | ❖ | ۱۱۱ | دنیا کی محبت ہر بُرائی کی جڑ ہے | ۲۱۹ |
| ۹۱ | دنیا کی حقیقت فرمان نبی ﷺ کی روشنی میں | ۱۸۴ | ❖ | ۱۱۲ | حکایت | ۲۲۰ |
| ۹۲ | دنیا کے بجائے آخرت کے طلبگار بنو | ۱۸۶ | ❖ | ۱۱۳ | دنیا سے محبت، آخرت سے وحشت | ۲۲۲ |
| ۹۳ | دنیا اور دنیا کی ہر چیز ملعون ہے | ۱۸۶ | ❖ | ۱۱۴ | آخرت کی کھیتی | ۲۲۴ |
| ۹۴ | دنیا اگر مقصود بن جائے تو گناہوں سے بچنا ممکن نہیں | ۱۸۸ | ❖ | ۱۱۵ | عالمِ آخرت | ۲۲۶ |
| ۹۵ | دنیا اور آخرت پر حضورؐ کا ایک موثر خطاب | ۱۸۹ | ❖ | ۱۱۶ | ایک بدوی کا قصہ | ۲۲۷ |
| ۹۶ | دنیا سے زیادہ محبت نہ کرو | ۱۹۱ | ❖ | ۱۱۷ | واقفیت نہ ہو تو قدر نہیں ہوتی | ۲۲۹ |
| ۹۷ | دنیا کیا ہے؟ | ۱۹۲ | ❖ | ۱۱۸ | جب واقف ہو جاتا ہے تو قدر کرتا ہے | ۲۳۱ |
| ۹۸ | دنیا سے محبت انسانی فطرت ہے | ۱۹۳ | ❖ | ۱۱۹ | حضرت ابوبکرؓ کو صدیقیت کا مقام | ۲۳۲ |
| ۹۹ | دنیا کی چند محبوب چیزوں کا تذکرہ | ۱۹۸ | ❖ | ۱۲۰ | دنیا سے آخرت کا سفر | ۲۳۳ |
| ۱۰۰ | دنیا سے محبت کس حد تک مطلوب ہے | ۲۰۰ | ❖ | ۱۲۱ | جنت کی فکر نے سب سے بے نیاز کر دیا | ۲۳۴ |
| ۱۰۱ | کسبِ دنیا اور حب دنیا میں فرق | ۲۰۲ | ❖ | ۱۲۲ | جنت اور اس کے دلکش مناظر | ۲۴۰ |
| ۱۰۲ | دنیا کی حقیقت کیا ہے | ۲۰۳ | ❖ | ۱۲۳ | جنت کہاں واقع ہے | ۲۴۱ |
| ۱۰۳ | نباتات اور کھیتی سے انسان کی مثال | ۲۰۶ | ❖ | ۱۲۴ | جنت کا راستہ | ۲۴۱ |
| ۱۰۴ | لہو ولعب کیا ہے؟ | ۲۰۶ | ❖ | ۱۲۵ | دین اسلام اور جنت | ۲۴۳ |
| ۱۰۵ | دنیا کی حالت کیا ہے؟ | ۲۰۹ | ❖ | ۱۲۶ | جنت کے دروازہ کی چابی | ۲۴۴ |
| ۱۰۶ | دنیا کی دولت معیار فضیلت نہیں | ۲۱۰ | ❖ | ۱۲۷ | جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات | ۲۴۵ |
| ۱۰۷ | باغی قوموں کا تذکرہ اور ان کا انجام | ۲۱۳ | ❖ | ۱۲۸ | جنت کی چوکھٹ | ۲۴۶ |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۲۹ | جنت کے دروازوں کی چوڑائی | ۲۴۷ | ❖ | ۱۵۰ | نہر بارق | ۲۶۵ |
| ۱۳۰ | جنت کی دیوار اور اس کا صحن | ۲۴۸ | ❖ | ۱۵۱ | بڑھیا جوان ہو کر جنت میں جائیگی | ۲۶۶ |
| ۱۳۱ | جنت کی تعمیرات کیسی ہوں گی | ۲۴۸ | ❖ | ۱۵۲ | جنتی، جنت کی بہاروں میں | ۲۶۷ |
| ۱۳۲ | جنت کی عیش بھری زندگی | ۲۴۹ | ❖ | ۱۵۳ | جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی | ۲۶۸ |
| ۱۳۳ | متقین کیلئے جنت میں دو باغ | ۲۵۰ | ❖ | ۱۵۴ | جنت کے جام شراب اور چشمے | ۲۶۸ |
| ۱۳۴ | جنت کے ان باغوں کے اوصاف | ۲۵۰ | ❖ | ۱۵۵ | جنت کے بالا خانے | ۲۷۱ |
| ۱۳۵ | جنت کی حوریں | ۲۵۲ | ❖ | ۱۵۶ | جنت کے بازار کی عجیب وغریب نرالی شان | ۲۷۵ |
| ۱۳۶ | جنت کا ایک خیمہ | ۲۵۴ | ❖ | ۱۵۷ | اللہ ہمیں اور آپکو جنت کے بازار میں ملادے | ۲۷۷ |
| ۱۳۷ | مقربین اور اصحاب الیمین کی جنت | ۲۵۵ | ❖ | ۱۵۸ | بازار جس میں خرید وفروخت نہ ہوگی | ۲۷۸ |
| ۱۳۸ | درخت سدرہ (بیری) کی لمبائی | ۲۵۸ | ❖ | ۱۵۹ | جنت میں دنیا کی عورتیں | ۲۷۸ |
| ۱۳۹ | جنت کے درخت کی لمبائی | ۲۵۸ | ❖ | ۱۶۰ | دنیا کی بیوی جنت میں بھی بیوی رہے گی | ۲۷۹ |
| ۱۴۰ | شجرۃ الخلد | ۲۵۹ | ❖ | ۱۶۱ | دین میں اخلاق کی اہمیت | ۲۸۰ |
| ۱۴۱ | ختم قرآن پر جنت کے درخت کا تحفہ | ۲۵۹ | ❖ | ۱۶۲ | جنت میں پہونچنے کے بعد ایک اعلان | ۲۸۲ |
| ۱۴۲ | جنت کی نہریں | ۲۶۰ | | ۱۶۳ | جہنم اور اس کے دردناک مناظر | ۲۸۳ |
| ۱۴۳ | چار سمندر جس سے نہریں نکلتی ہیں | ۲۶۳ | ❖ | ۱۶۴ | جہنم کس قدر خوفناک ہے | ۲۸۶ |
| ۱۴۴ | ہر محل میں چار نہریں | ۲۶۳ | ❖ | ۱۶۵ | جبرئیل بھی روئے اور حضورؐ بھی روئے | ۲۸۷ |
| ۱۴۵ | مزید چند نہروں کا تذکرہ | ۲۶۴ | ❖ | ۱۶۶ | جہنم پیدا ہوئی تو بہت سے فرشتے کبھی نہیں ہنسے | ۲۸۹ |
| ۱۴۶ | نہر کوثر | ۲۶۴ | ❖ | ۱۶۷ | جہنم سے خطرناک کوئی منظر نہیں | ۲۹۰ |
| ۱۴۷ | نہر ریان | ۲۶۴ | ❖ | ۱۶۸ | حیوانات وجمادات کو جہنم کا خوف | ۲۹۱ |
| ۱۴۸ | نہر بیدخ | ۲۶۴ | ❖ | ۱۶۹ | جہنم خود جہنم سے پناہ مانگتی ہے | ۲۹۲ |
| ۱۴۹ | نہر ہرول | ۲۶۵ | ❖ | ۱۷۰ | جنت اور جہنم کہاں واقع ہیں | ۲۹۳ |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۷۱ | جب جہنم کو پیدا کیا گیا | ۲۹۵ | ❖ | ۱۸۸ | زقّوم کا درخت | ۳۱۳ |
| ۱۷۲ | جہنم اور جہنم کی ہر چیز سخت سیاہ ہے | ۲۹۶ | ❖ | ۱۸۹ | جہنمیوں کی کچھ اور غذائیں | ۳۱۵ |
| ۱۷۳ | جہنم کی گرمی، سردی، غصہ اور اسکی غضبناک آواز | ۲۹۸ | ❖ | ۱۹۰ | دوزخیوں کا لباس اور اوڑھنا بچھونا | ۳۱۷ |
| ۱۷۴ | جہنم کی شدید ٹھنڈ | ۲۹۹ | ❖ | ۱۹۱ | دوزخیوں کے جسم، چہرے اور زبان | ۳۲۰ |
| ۱۷۵ | جہنم کا غصہ اور اسکی آواز | ۲۹۹ | ❖ | ۱۹۲ | جہنمی کا جسم | ۳۲۰ |
| ۱۷۶ | جہنم کے انگارے اور دھوئیں کے سائبان | ۳۰۰ | ❖ | ۱۹۳ | جہنمی کا چہرہ / جہنمی کی کھال | ۳۲۱ |
| ۱۷۷ | جہنم کے پہاڑ، وادیاں، کنویں اور نہریں | ۳۰۲ | ❖ | ۱۹۴ | جہنم کے دروازے اور منازل | ۳۲۳ |
| ۱۷۸ | وادی ویل | ۳۰۴ | ❖ | ۱۹۵ | اہل ایمان کیلئے فرشتوں کی دعاء | ۳۲۵ |
| ۱۷۹ | وادی غی اور اثام | ۳۰۴ | ❖ | ۱۹۶ | جہنم کی یاد اور اس کے ذکر سے رونا | ۳۲۶ |
| ۱۸۰ | وادی ہویٰ | ۳۰۵ | ❖ | ۱۹۷ | جہنم پر ہر ایک کو پہونچنا ہے | ۳۲۷ |
| ۱۸۱ | وادی فلق | ۳۰۶ | ❖ | ۱۹۸ | جہنم پر ورود کی نوعیت | ۳۲۸ |
| ۱۸۲ | وادی سعیر | ۳۰۶ | ❖ | ۱۹۹ | پل صراط کے احوال | ۳۲۹ |
| ۱۸۳ | وادی موبق | ۳۰۷ | ❖ | ۲۰۰ | مؤمن کے گذرتے وقت جہنم کی کیفیت | ۳۳۱ |
| ۱۸۴ | وادی جُبُّ الحزن | ۳۰۷ | ❖ | ۲۰۱ | پل صراط سے کون گذرے گا | ۳۳۱ |
| ۱۸۵ | جہنم کے طوق وسلاسل اور ہتھوڑے | ۳۰۸ | ❖ | ۲۰۲ | جنت اور جہنم کی سفارش | ۳۳۳ |
| ۱۸۶ | جہنم کا ہتھوڑا اور اسکی خاصیت | ۳۱۱ | ❖ | ۲۰۳ | جنت مانگئے اور جہنم سے دور بھاگئے | ۳۳۴ |
| ۱۸۷ | دوزخیوں کی مہمانی اور کھانا پینا | ۳۱۲ | ❖ | ۲۰۴ | جہنم سے حفاظت اور نجات | ۳۳۵ |
| ۲۰۵ | مکتوب گرامی حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہٗ | | | ۳۳۸ | عکس تحریر مکتوب گرامی | ۳۳۹ |

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

# عرض ناشر

شہر مئو سے شمال مغرب کی جانب ایک چھوٹی سی علمی بستی کوئریاپار کے نامور، مقتدر عالم، ادیب ومفکر محترم مولانا ڈاکٹر عبدالرحمٰن ساجد الاعظمی (سابق استاذ جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد) خطیب جامع مسجد کوئریاپار ضلع مئو کی مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ مولانا موصوف کی ہمہ گیر اور ہمہ جہت خدمات خواہ اس کا تعلق تدریس وتعلیم سے ہو، یا تصنیف وتالیف سے، صحافت وخطابت سے ہو یا زبان وادب سے، بلاشبہ وہ گراں قدر اور ناقابل فراموش ہیں۔

دوسال قبل قصبہ ادری محلّہ فیض نگر میں مورخہ ۱۹/ جون ۲۰۱۹ء بروز یکشنبہ ایک عظیم الشان ''تعلیمی، صنعتی کانفرنس'' کا انعقاد ہوا، جس میں محترم مولانا ڈاکٹر ساجد الاعظمی صاحب مہمان خصوصی کی حیثیت سے مدعو تھے۔ اس زریں موقع پر محترم موصوف سے بالمشافہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ زہے نصیب کہ میری رہائش گاہ پر ہی آپ کا قیام رہا۔

دورانِ گفتگو مولانا نے بتایا کہ میری نئی کتاب ''وقت کے سائے میں دنیا وآخرت'' عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ اس سے قبل حج کی کتاب ''حج کا آسان طریقہ'' متعدد بار مرادآباد سے طبع ہوچکی ہے۔ یہ بات جان کر مجھے دلی خوشی ہوئی اور ساتھ ہی

ناچیز کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ مولانا اپنی کتاب کو میرے چھوٹے سے مکتبہ حارث سے طبع ہونے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔تاکہ مکتبہ کو چار چاند لگ جائے۔مولانا محترم نے میری اس دلی آرزو کو قبول فرماتے ہوئے اشاعت کی اجازت اور جملہ حقوق واختیارات عطافرمادئے۔اوراسی کے ساتھ ''حج کا آسان طریقہ'' اور'' رہنمائے عمرہ'' کی طباعت واشاعت کا حق بھی مجھے عنایت فرمادیا، جو میرے لئے بے حد مسرت وسعادت کی بات ہے اور'' مکتبہ حارث'' کیلئے بھی موجب افتخار ہے۔

اس الطاف کریمانہ کیلئے میں مولانا موصوف کا خلوص دل سے ممنون ومشکور ہوں۔اور دعاء گو ہوں کہ اللہ رب العزت ہماری اس محنت کو قبول فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔آمین

نیازمند

محمد شاہد قاسمی ادروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مُقَدِّمَۃ

نمونہ، سلف، مرشد الملت
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ و ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين سيد نا محمد بن عبدالله الأمين ، وعلى آله وصحبه أجمعين ، وعلى من تبعهم بإحسان ودعا بدعوتهم إلى يوم الدين وبعد!

تقدیر پر ایمان ویقین، نبوت ورسالت پر اور رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی لائی ہوئی شریعت آخری شریعت ہے، اور اسی پر چلنے اور اسے اختیار کرنے میں ہی دنیا وآخرت کی کامیابی ہے، اور آخرت پر ایمان کہ دنیا میں جو کچھ کیا ہے وہ اچھا ہے یا برا، اس پر جزا اور سزا کا ایک نظام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے ،" إن إلينا إيابهم ثم إن علينا حسابهم "کہ ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور ہمارے ہی ذمہ ہے ان سے حساب لینا۔

یہ ایمان ویقین ہی وہ دولت ہے جو زندگی کی قدر و قیمت اور وقت کے صحیح استعمال پر ابھارتی، اچھی اور پاکیزہ زندگی کی توفیق دیتی ہے، اس کے ساتھ اگر اللہ کی یاد اور ہر کام کرتے وقت اس کی رضا جوئی کی فکر اور اس کی شریعت پر صحیح طور پر چلنے کا جذبہ رہے تو یہ وصف بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ زندگی سنت کے مطابق ڈھلنے لگ جاتی ہے، ارشاد ربانی ہے۔ " لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيراً"[سورہ احزاب:۲۱] (یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) میں عمدہ نمونہ

ہے ہراس شخص کے لئے جواللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہےاور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔)

وقت کی قدر و قیمت اوراس کا صحیح استعمال دنیا کو بھی بہتر اور آخرت کو بہت بہتر بناتا ہے،اوراس بہتری کی دعا بھی مسنون ہے،اورمروی دعاؤں میں بڑی اہمیت کی حامل ہے "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و في الآخرة حسنة وقنا عذاب النار"۔ (اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے)۔

مقام مسرت ہے کہ فاضل گرامی مولانا ڈاکٹر عبدالرحمٰن ساجد الاعظمی (سابق استاذ مدرسہ عربیہ امدادیہ، مرادآباد) نے وقت اوراس کی قدر و قیمت کو موضوع بنا کر ایک جامع اورعمدہ تصنیف پیش کی اوراس کا نام ''وقت کے سائے میں دنیاوآخرت'' رکھا۔

کتاب کے مشتملات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کے پیچھے ایک ہی مقصد ہے کہ انسان وقت کی قدر و قیمت کو پہچانے تاکہ خود عظیم بن جائے اور وقت کو مفید کاموں میں لگائے تاکہ خود کو اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکے، اس لئے کہ وقت انسان کی زندگی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے، وقت کی اسی معنویت اور زندگی کی اصل حقیقت کہ دنیا کی زندگی فانی ہےاورآخرت کی زندگی ابدی اوردائمی ہے،کواس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ہم اس کی قبولیت اوراس کے نفع کے زیادہ سے زیادہ عام ہونے کی امید کرتے ہیں اور دعا گو ہیں۔وما ذلك على الله بعزيز۔

(محمد رابع حسنی ندوی)
ناظم ندوۃ العلماء،لکھنؤ

۱۴/ربیع الاول/۱۴۴۲ھ
۲/نومبر/۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# رائے عالی

ادیب الملت، مدیر ''البعث الاسلامی''
حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

## وقت کی قیمت اور اہمیت

اس عالم فانی میں جو متاع زندگی سب سے زیادہ اہم اور قیمت کے لحاظ سے سب سے زیادہ قیمتی ہے، وہ دراصل ''وقت اور زمانہ'' ہے، دنیا کی ہر قیمتی اور اعلیٰ سے اعلیٰ متاع ختم ہونے کے بعد دوبارہ حاصل کی جاسکتی ہے۔ انسان اپنے عزیز بھائیوں، اساتذہ اور بزرگوں اور اپنے لخت جگر سے وقتی طور پر محروم ہوجاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کا بدل یا نعم البدل جلد ہی عطا فرمادیتے ہیں، اکثر دیکھا گیا ہے کہ کسی کا عزیز ترین لخت جگر بیٹا اچانک دنیا سے رخصت ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا بہترین بدل یا اس کے قائم مقام دوسرا لخت جگر عطا فرمادیا۔

اس بنیاد پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وقت کا سایہ سب سے اہم ترین سایہ ہے اور یہ سایہ ہمیشہ قائم ودائم رہتا ہے، وقت کی یہ متاع جان فزا تا قیامت قائم رہنے والی قدرت الٰہی کی ایک جھلک ہے۔ اس کو زندگی کا رفیق بنا کر اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہر اہل دانش کے نزدیک قابل صد ہزار مبارک باد ہے، بڑی شخصیات جو دنیا کی تاریخ میں کوئی بڑا کردار ادا کرگئی ہیں انہوں نے وقت کی اہمیت کو سمجھ کر اس کی قیمت ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

وقت کی یہ قیمتی متاع انسان کو ہر جگہ سرخ رو کرتی ہے اگر کسی نے وقت کی قدر و قیمت کو صحیح طریقہ سے سمجھ کر اس کو تعمیری کاموں میں استعمال کیا تو وہ دین و دنیا اور آخرت میں ہر جگہ کامیاب قرار پاتا ہے اور تاریخ میں ایسے لوگوں کا تذکرہ بہت اچھے انداز میں مرتب ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس جو لوگ وقت کی قیمت سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور اس کے ضائع ہونے پر افسوس نہیں کرتے وہ دین و دنیا کی ایک بڑی نعمت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

مولانا ڈاکٹر عبدالرحمٰن ساجد الاعظمی نے یہ کتاب تصنیف کر کے وقت کے سایہ کی عظمت کو نہایت اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔

میں ان کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے وقت کی اہمیت اور اس کی تعمیری خوبیوں کو بیان کر کے ہمارے دلوں میں وقت کے اس گھنے اور ٹھنڈے سایہ سے مستفید ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے اور مثالوں سے اس کی صداقت کو بیان کر کے اس موضوع کا حق ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس مثالی کوشش کو قبول فرمائیں اور ہم سب لوگوں کو وقت کی برکت وعظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

راقم سعید الرحمٰن الاعظمی

سعید الرحمٰن الاعظمی

مدیر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۲ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ

۹ نومبر ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کچھ اپنی سرگذشت، اب اپنے قلم سے لکھ

خامۂ فکر ہو، یا طوفانِ نوحؑ، دریا کی روانی ہو، یا اسکا سکوت، ہواؤں کا طوفان ہو یا اسکا ٹھہراؤ، بِسۡمِ اللّٰہِ مَجۡرٖیھَا وَمُرۡسٰھَا ، اللہ کے نام ہی سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے، اسی کے نام کی برکت سے ہر شئی میں خیر و خوبی کا ظہور ہے، اسی کی حکمت پر خواہی نخواہی آدمی کا ہر عمل موقوف ہے، سب کچھ مشیتِ الٰہی کے تابع ہے اور کُلُّ اَمۡرٍ مَرۡھُوۡنٌ بِاَوۡقَاتِھَا کے مصداق ہر کام کیلئے وقت بھی متعین ہے۔

بہت مرتبہ کچھ لکھنے کیلئے سوچا! علم نواز عزیزوں اور دوستوں کا مختلف موضوع پر لکھنے کا اصرار رہا، خود جذبۂ دروں بھی لکھنے کیلئے اُکساتا رہا، مگر وقت اس کیلئے کسی بھی طرح ساتھ نہ دے سکا۔

پڑھنے، پڑھانے کے بعد فرصت کے لمحات کتابوں کا سرورق لکھنے اور مختلف قسم کے ڈیزائن بنانے میں صرف ہو جاتے۔ بچپن سے کتابت کا جو شوق تھا۔ اب وہ خالی وقت کا پسندیدہ مشغلہ بن چکا تھا۔ اسی شوق اور فن سے محبت نے ''مغربی بنگال اردو اکیڈمی، اور جموں کشمیر آرٹ اینڈ لینگویجز کے کل ہند خطاطی مقابلہ میں فن کی نمائش اور اس کے اظہار کیلئے شرکت پر اُبھارا۔ دونوں نے قدر دانی میں اول ایوارڈ اینڈ پرائزز سے نوازا، مزید برآں اتر پردیش اردو اکیڈمی نے بھی انعام اور توصیفی سند دے کر حوصلہ افزائی کی۔

اس طرح فن خوش نویسی آہستہ آہستہ میری عزت وشہرت کا سبب بن گیا۔ لوگوں کی خواہشات ''لکھنے کی'' اور اپنا ذوق خوب سے خوب تر فن کے اظہار کا، ایسی صورت میں کتابت سے صَرفِ نظر میرے لئے ممکن نہ رہا۔

کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے آثار
اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنادیتے ہیں

اس دشتِ جنوں میں قسمت آزمائی کا اتنا صلہ تو ضرور ملا کہ بہت سے سیکھنے والے عزیزوں کے لئے یہ فن عزت کے ساتھ دینی خدمت اور معاش کا ذریعہ بن گیا۔ فَلِلّٰہ الحَمْد، کسی نے سچ کہا ہے۔

قلم گوید کہ مَنْ شاہ جہانم
قلم کش رابدولت می رسانم

قلم کہتا ہے کہ میں دنیا کا بادشاہ ہوں اور قلم کی ناز برداری کرنیوالے کو دولت سے بھی نوازتا ہوں۔

قلم کی عظمت تو مسلم ہے، اور کیوں نہ ہوتی، جب رب نے خود کہہ دیا، نٓ والقلم وَ مَایَسْطُرُوْن قسم ہے قلم کی، قلم خواہ قلمِ تقدیر ہو، فرشتوں کا قلم ہو، یا انسانوں کا عام قلم، اور بلاشبہ اسی کلکِ قلم پر ماضی کی درخشاں تاریخ کا خیمہ ایستادہ ہے، اسی سے اسلامی ورثہ کی حفاظت اور داستانِ دعوت وعزیمت تابندۂ و پائندہ ہے۔

ابوحاتم بُستی نے کہا۔

کفیٰ قَلم الکتاب عِزّاً ورفعۃً ☆ مدی الدَّھْرِ اِنَّ اللّٰہَ اَقْسَمَ بِالْقَلَم

لکھنے والوں کا قلم ان کی عزت وبرتری کیلئے کافی ہے، ہمیشہ ہمیش کیلئے، کیونکہ اللہ نے

قلم کی قسم کھائی ہے۔

اور بقول حضرت قتادہؒ قلم اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے، جو اس نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہے۔ (معارف القرآن۔ج:۸۔ص:۵۳۱)

قلم سے تعلقِ خاطر اور اس نعمت کی قدر دانی نے میرے لئے جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی جیسی عظیم درسگاہ کے دروازے وَا کئے، جب وہاں لکھنے لکھانے کا شعبہ (خطاطی) ۱۹۷۳ء میں قائم ہوا، تو لائق صد احترام، استاذ محترم حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت فیوضہم ناظم تعلیمات مدرسہ شاہی مرادآباد (حال صدر جمعیۃ علماء ہند واستاذ دارالعلوم دیوبند) کا گرامی نامہ پہونچا کہ میں نے املاء نویسی کیلئے تمہارا نام مجلسِ عاملہ میں پیش کیا، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ (۱) نے بھی اس کی تائید کی، اور مجلس عاملہ نے اس تجویز پر اپنی منظوری کی مہر لگادی، تم بھی اس کو منظور کرلو، اور چلے آؤ،'' اساتذہ کی صحبت ہے ترقی کے مواقع ہیں'' خود اسکی بابت حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا بھی والا نامہ آیا۔

اس غیر مترقبہ نعمت پر خوشی رقص میں تھی، اور اس احساس سے مزید۔

میں شاد تھا کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں

چنانچہ شوال المکرّم ۱۹۷۴ء میں مدرسہ شاہی پہونچا، فن کی لطافت، زبانِ فارسی کی حلاوت اور تاریخ اسلام کی شاندار روایت سے تدریسی سفر کا آغاز ہوا۔ جو شاہی فضا میں ۱۹۸۰ء تک رہا، اس کے بعد محرم الحرام ۱۹۸۱ء سے مدرسہ عربیہ امدادیہ

(۱) مولانا عبدالجبار الاعظمیؒ خلیفۂ اجل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوریؒ

مرادآباد میں (جس کو صرف درمیانی ایک دیوار مدرسہ شاہی سے جدا کرتی ہے) دس پندرہ سال اسی شعبہ سے وابستہ رہا، اساتذہ واکابر کی صحبت اور لوح وقلم کی خدمت ابرِ خوش ہنگام کی طرح میرے لئے بہت مفید ثابت ہوئی، اور خلوص ومحبت سے بھرا وہ جملہ ''ترقی کے مواقع ہیں''، علمی سفر کیلئے رہنما بن گیا۔

چند گھنٹوں کی مصروفیت کے بعد فراغت کے اوقات کو غنیمت اور نعمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں لگ گیا، چنانچہ اس فرصت کے زمانے میں عربی فارسی الہ آباد بورڈ سے مولوی، عالم اور فاضل، جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب کامل اور معلم، روہیل کھنڈ یونیورسٹی کے رضا ڈگری کالج رامپور سے ایم، اے کا امتحان فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا۔

پھر علمی شوق کشاں کشاں دہلی یونیورسٹی لے گیا، جہاں سے ایم، فل کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کر کے ''شذراتِ شبلی اور اسکا تنقیدی جائزہ'' کے عنوان پر زیر نگرانی پروفیسر ظہیر احمد صدیقی مقالہ لکھ کر ایم فل (ماسٹر آف فلاسفی) کی ڈگری لی اور اب

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات

یعنی Ph.D. کی وہ آرزو جو برسوں سے درونِ سینہ موجزن تھی، جس کی خاطر بہت سے امتحانوں سے گذرا اور نیم وحشی صنف سخن کی طرح فکر کو گوندھتے ہوئے مقطع تک پہونچا، تو بورڈ کے مجوزہ عنوان کو دیکھ کر لگا کہ یہ تو طولِ شب فراق سے بھی زیادہ دراز، اور ہواؤں کے دوش پر بکھری ہوئی کسی زلفِ ماہوش کے پیچ وخم کو سنوارنے سے کچھ کم نہیں، عنوان تھا۔

A Critical Study Of Literary And Academic
Translations Of Arabic Works In Urdu Sinc 1947

''۱۹۴۷ء سے عربی ادبی کتابوں کے اردو تراجم اوران کا تنقیدی مطالعہ''

بہرحال شوق راہ کی دشواریوں کو نہیں دیکھتا، یا یوں کہئے، جو سمندر پار کرنے کے ارادہ سے نکلا ہو وہ کنارۂ ساحل اور موج بلاخیز میں کوئی فرق نہیں کرتا، یا پھر بقول شاعر ؎

ڈوبنا ہی جب مقدر کرلیا
دیکھتا کیوں ہے کناروں کی طرف

کتابوں کی کھوج شروع ہوئی، دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ سے لیکر، ریفرنس لائبریری دہلی، آزاد لائبریری علی گڑھ یونیورسٹی، شبلی لائبریری ندوۃ العلماء لکھنؤ، رضا لائبریری رامپور، اور شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے علاوہ مرادآباد کے چھوٹے بڑے کتب خانوں، تجارتی مکتبوں اور اہل علم کی ذاتی کتابوں سے جس قدر ممکن ہوسکا استفادہ کر کے مقالہ لکھنے کیلئے قلم کو حرکت دی۔ درس وتدریس کی مصروفیت اور مدرسہ کی مسئولیت کے ساتھ خدا خدا کر کے ۲۰۰۰ء میں زیرنگرانی پروفیسر عبدالحق صدر شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی مقالہ تکمیل کو پہونچا۔ اور پھر ۲۰۰۱ء میں وہ دن آپہونچا جب یونیورسٹی کے کانوکیشن ہال میں اے، پی جے عبدالکلام کی زیر صدارت، نائب صدر جمہوریہ ہند کی موجودگی میں وائس چانسلر دہلی یونیورسٹی کے بدست Ph.D. کی ڈگری سے سرفراز ہوا۔

ادھر مدرسہ میں عربی کتابوں کی تدریس کا جب سلسلہ بڑھا تو شعبۂ خطاطی موقوف ہوگیا۔ پھر بھی فن خطاطی کے شائقین خارجی اوقات میں مشق قلم کرتے رہے مزید کتابت وڈیزائن کے نجی کام بھی ہوتے رہے، اس کے سوا آل انڈیا مظاہرہ

قرأت اور دینی جلسوں کی نظامت کیلئے دور دراز اور قریب و پاس کے علاقوں کا سفر بھی ہوتا رہا، اور فکر وخیال سے کاغذ کو سیاہ کرنے کا سودا بھی شامل حال رہا، ان ہنگاموں میں مولانا حسرت موہانی کا یہ شعر اچھا بھی لگتا اور حوصلہ بھی دیتا۔

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی
ایک طُرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

رسالوں کیلئے مضمون نویسی، کل ہند اور عالمی سیمیناروں کیلئے مقالہ نگاری، کتابوں پر تأثرات، پھر مختلف زمانوں میں اخبار ورسائل کی ادارت، جن میں پندرہ روزہ اخبار ''دست بدست'' مرادآباد کی ادارت، حضرت مولانا عبدالجبار الاعظمی شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد کی یاد سے معطر ماہنامہ ''کنز الکوثر جدید'' مرادآباد اور جمعیۃ اساتذہ ہند کا ترجمان ماہنامہ ''الاساتذہ'' مرادآباد کے مدیر مسئول ہونے کے ساتھ رسالہ کی مکمل ذمہ داری، انہیں گوناں گوں ہنگامۂ روز وشب میں۔

کھا گئی وقت کی دیوار کیلنڈر کتنے

۴۳ سال گذر گئے۔ ایسی صورت میں کسی دینی کتاب کی تالیف وترتیب کی حسرت اور اس کا تصور خواب پریشان کی طرح تعبیر سے بے نیاز رہا، اور یوں دل کی خواہش قلم اظہار تک نہ پہونچ سکی۔

شعبۂ خطاطی، فارسی اور تاریخ اسلام سے تدریس کا جو سفر جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد سے ۱۹۷۴ء میں شروع ہوا تھا وہ ۳۱/مارچ ۲۰۱۷ء کو مدرسہ عربیہ امدادیہ کی قدیم درسگاہ میں کلام الٰہی کی تفسیر، حدیث نبوی ﷺ کی تشریح، اور عقیدۃ الطحاوی کی تفہیم و

تدریس کے ساتھ سلم العلوم اور ہدایۃ الحکمۃ کے ذریعہ منطق وفلسفہ کی گتھیاں سلجھاتے اور مقامات حریری کی زبان میں اخلاقی، ادبی اور فنی کہانیاں سناتے حسنِ اختتام کو پہونچا۔ پھر اپنے ارادے کے مطابق مدرسہ کی آبادوشاداب زندگی سے رخصت ہوکر گاؤں آ گیا۔

مدرسہ کی علمی فضا اور شہری زندگی کی چہل پہل سے نکل کر جب مستقل قیام کی غرض سے گاؤں آیا تو ایسا محسوس ہوا جیسے دوڑتی بھاگتی زندگی ٹھہر گئی ور سبھی کچھ ہوتے ہوئے جیسے سب کچھ بدل گیا ہو، اور یہ تو ہر لمحہ بدلتی دنیاوی زندگی کا مقدر ہے۔

وہی منزلیں، وہی راستے، وہی مرحلے وہی قافلے
مگر اپنے اپنے مقام پر کبھی ہم نہیں کبھی تم نہیں

علم نواز دوستوں کی محفلیں اور مخلص احباب کی محبتیں فراموش تو نہیں کی جاسکتیں اسلئے وقتی طور پر ان سب کے چھوٹنے کا احساس تو ضرور رہا اور ہونا بھی چاہئے، ہجر ووصال راحت وغم، دشواری وآسانی یہ سب زندگی کے فلسفے ہیں اور اس میں خالق کائنات کی بڑی حکمت ومصلحت ہے۔ اسی لئے تو کسی نے کہا۔ ع

کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

وقت کی گردش کے ساتھ زندگی بھی ہر لمحہ تبدیلی چاہتی ہے۔ حرکت کا نام زندگی ہے۔ اور جمود موت کی علامت ہے۔ کچھ کھوکر پانے کی لگن اور کچھ پانے کیلئے کھونے کا حوصلہ ہی گاؤں لے آیا۔ ارادے کے مطابق مقصد پیش نظر رہا، کتابیں رفیق کار رہیں، توفیق الٰہی نے سہارا دیا اور وقت نے یاوری کی، جس کے نتیجے میں ''وقت کے سائے میں دنیا اور آخرت'' کی ترتیب مکمل ہوئی، فللّٰہِ الحَمد

والشُّکر یہ عنوان میں نے اس لئے منتخب کیا کہ وقت کا تعلق ہر شخص سے ہے، آدمی کی تعمیر وترقی اور دنیا سے لے کر آخرت تک کی تمام تر کامرانی کا دارو مدار، اس کی حفاظت اوراس کے صحیح استعمال پر ہی موقوف ہے۔

اسی اہمیت کے پیش نظر وقت کی اہمیت ومعنویت پر ہر دور میں مختلف انداز سے گرانقدر کتابیں لکھی گئیں۔ ابوالمظفر یوسف بن قِزْ اُوغلی (م۶۵۴ھ) نے "مِراٰۃ الزمان فی تاریخ الاعیان" قطب الدین موسیٰ بن محمد الیونینی، البعلبکی (م۷۲۶ھ) نے "ذیل مراٰۃ الزمان" تحریر کیا، لیکن جس کتاب کو سب سے زیادہ مقبولیت وشہرت ملی، وہ عبدالفتاح ابوغدّہ (م۱۴۱۷ھ) کی "قیمۃ الزمن عند العلماء" (تالیف ۱۴۰۴ھ) ہے، اوراسی کے فیضان سے استاذ جاسم بن محمد بن بدرالمطوّع کی کتاب "الوقت عَمَارٌ او دَمَارٌ"، دکتور عبدالستار نویر کی کتاب "الوقت هُوَ الحيَاة" دکتور یوسف القرضاوی کی کتاب "الوقت فِي حيات المسلم"، جیسی اہم کتابیں معرض وجود میں آئیں۔ ان کے علاوہ اردو میں بھی "متاع وقت اور کاروان علم" "تحفۂ وقت" اور "اے انسان، وقت کی قیمت پہچان" جیسی مفید کتابیں تالیف کی گئیں۔

عناوین کے اختلاف، مضامین کے تنوع اور زبان وبیان کی انفرادیت کے باوجود ہر ایک نگارش کے پیچھے ایک ہی مقصد، ایک ہی نیت اور ایک ہی مرکزی تصور کار فرما ہے کہ انسان وقت کی قدر وعظمت کو پہچانے تاکہ خود عظیم بن جائے، وقت کو بروقت اور مفید کاموں میں لگائے تاکہ خود کو اور دوسروں کو فائدہ پہونچا سکے، کیونکہ وقت ہی سب کچھ ہے۔ وقت کی اسی معنویت اور زندگی کی اسی اصل حقیقت کو اس

کتاب میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کتاب یوں تو تین ابواب پر مشتمل ہے۔ (۱) وقت کی اہمیت اوراس کی قدر و قیمت۔(۲) دنیااورآخرت (۳) جنت اور جہنم کے احوال ومناظر، جس کوتشویق وتخویف کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے تاکہ انسان وقت کی اہمیت، دنیا کی حقیقت اورزندگی کے اصل مقصد کوسمجھ کرحسنِ خاتمہ کی دولت اور جنت کی بے پایاں لازوال نعمتوں سے بہرہ ور ہوسکے۔

اگر میری اس قلمی پیش کش سے کسی کے دل میں بھی وقت کی قدر کا جذبہ، علم وعمل کا شوق اورآخرت کا خوف پیدا ہوجائے تو یہی اس کا مقصد ہے، اوراپنی محنت کا یہی صلہ کافی ہے۔

ہاں! رب کائنات سے جوصاحب جودوعطا ہے، اس کی بارگاہ عالی میں یہ التجا ضرور ہے کہ اے قادرمطلق! تیری قدرت توہرشئی کومحیط ہے، تیری رحمت توہرچیز پرسایہ فگن ہے اسی رحمت کے واسطے سے جس نے آتش سوزاں کوگل وگلزار بنایا، قطرۂ بے مایہ کولعل وگہر کی صورت دی، تپتے ہوئے صحرا میں گل بوٹے اُگائے، اس کتاب کو بھی محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرما، اور ہرخاص وعام کیلئے نفع بخش بنا۔ اِسی آرزو کے ساتھ یہ کتاب لئے تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ اللّٰھُمَّ اٰمین.

عبدالرحمٰن ساجدالاعظمی
کوئریاپارضلع مئو

--------❖❖❖--------

اٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں

نفسِ سوختۂ شام و سحر تازہ کریں

(اقبال)

--------❖❖❖--------

# باب اوّل

## وقت کی اہمیت اور اسکی قدر و قیمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# وقت کی تعریف کیا ہے؟

آج جب وقت کی قدر اور اہمیت پر کچھ لکھنے بیٹھا، تو جہانِ ماضی کا ایک علمی لطیفہ یاد آیا: ترمذی شریف کا درس ہو رہا تھا کہ درس کا وقت ختم ہو گیا۔ حاضرین درس میں سے کسی نے کہا، حضرت [1] : وقت ہو گیا۔ حضرت نے سر اوپر اٹھایا۔ اور پوچھا: وقت کس کو کہتے ہیں؟ ہم میں سے ہر ایک نے ایک دوسرے کو دیکھا.... مگر تعریف کوئی نہ کر سکا..... پھر فرمایا۔ فلک الافلاک کی مقدار حرکت کا نام وقت ہے۔ اور تم یہ تعریف میبذی میں پڑھ چکے ہو۔

وقت کے بارے میں متقدمین، متأخرین، متکلمین اور فلاسفہ کے مختلف اقوال ہیں، مگر ان کا ذکر مقصود نہیں، یہ تو بر سبیل تذکرہ مذکور ہے۔ زمانہ کی مقدار قلیل ہو یا کثیر، مختصر ہو یا طویل، لغت میں سب پر وقت کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جو بالکل بدیہی ہے اور سب کو معلوم ہے۔ گویا زمانہ وقت سے عام ہے ابن سید کہتے ہیں۔ وقت، زمانے کی ایک مقدارِ معلوم کا نام ہے۔ (لسان العرب ۱۳/۱۰۷)۔

فلاسفہ کے نزدیک تو زمانہ ہی دو (۲) ہے۔ ماضی اور مستقبل۔ حال کا وجود ہی نہیں۔ اور جو حال ہے وہ آنِ موہوم ہے۔ تو پھر آئندہ کل یا تو ماضی ہے یا مستقبل! گویا کل آتی ہی نہیں، اسی لئے تو کہتے ہیں کہ کل ایک ''دھوکہ'' ہے مطلب واضح ہے، جب ہم اپنی زندگی کا محاسبہ کرتے ہیں تو وقت ہمارے سامنے ان تمام ناقص کاموں کی

[1] حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب بچھرایونیؒ مفتی مدرسہ شاہی مرادآباد

روئیداد اور جھلکیاں پیش کر دیتا ہے، جن کو بلا عذر کاہلی، سستی اور غفلت شعاری کے نتیجے میں کل پر ٹالا گیا تھا۔اور جب کل آیا تو پھر وہی سوچ اور وہی روش۔ بقول شاعر

ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم
باز چوں فرد اشود، امروز رافردا کنم

عادت اور جبلت کب بدلتی ہے، چاہے اس کے نقصان کی وجہ سے بار بار لیت ولعل کہہ لیجئے۔ یا پھر سو بار'' یک حرف کاشکے کہ بصد جانوشتہ ایم'' کا جملہ زیب قرطاس کر لیجئے.....پھر بھی تلافی مافات ممکن نہ ہو سکے گی۔اس کے لئے عادت کو بدلنا ناگزیر ہے مگر..ع

عادت جو پرانی ہوتی ہے وہ دور بھلا کب ہوتی ہے

مقولہ ہے،**فطام العادة اشد من فطام الرضاعة** . عادت کا چھوڑنا تو دودھ کے چھوڑنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

من نمی گویم زیاں کن یا بفکر سود باش
اے زفرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

میں نفع ونقصان کی بات نہیں کرتا۔ہاں اتنی گذارش ضرور ہے کہ کل کا پتہ نہیں کہ فرصت ملے نہ ملے،اس لئے جو کرنا ہے،فوراً کر گذرو۔کسی عالم نے ایک نوجوان سے کہا، **اِعْمل قبل ان لا تستطِیع اَنْ تَعمل فانا اَبغی ان اعمل الیوم فلا استطیع** . طاقت کے ختم ہونے سے پہلے عمل کرلو۔کیونکہ میں آج عمل کرنا چاہتا ہوں،لیکن اسکی طاقت نہیں رکھتا۔

عمر بن عبدالعزیز نے جب کام کی زیادتی کی وجہ سے تکلیف اور کمزوری محسوس کی، تو ان سے کہا گیا کہ اس کام کو کل تک کیلئے مؤخر کر دیجئے، تو فرمایا کہ جب ایک دن کے کام نے مجھکو تھکا دیا ہے، تو پھر جب دو دن کے کام اکٹھا ہو جائیں گے تو کیسے کرونگا۔

امیروں میں سے کسی امیر نے ایک مرد صالح کو کھانے کی دعوت کی، تو اس نے یہ کہتے ہوئے معذرت کر لی، کہ میں روزے سے ہوں۔ تو امیر نے کہا اب افطار کر لو، کل روزہ رکھ لینا۔ تو اس نے کہا، کیا آپ اس بات کی ضمانت دے سکتے ہیں کہ میں کل تک زندہ رہوں گا؟ حسن البناء شہید نے کہا وقت ہی زندگی ہے۔ انسان کی زندگی اس وقت کے سوا اور کچھ نہیں، مگر جس کو وہ گذارتا ہے، پیدا ہونے کی گھڑی سے لیکر وفات کے وقت تک۔ (الوقت فی حیاۃ المسلم)

وقت کے حصار میں پوری کائنات ہے، ہر چیز میں تغیر وتبدیلی کا سبب وقت ہی ہے۔ وقت پر کسی کا کوئی اختیار نہیں، وقت تو بہتے ہوئے دھارے کی طرح ہے جو اپنی رؤ میں بہت کچھ بہالے جاتا ہے، اور بعد والوں کیلئے آبادی کا سامان کر کے یہ پیغام بھی دے جاتا ہے کہ اے انسان! اپنے خالق و مالک کی بات سن: **وَ الْعَصْرِ اِنَّ الانسَانَ لَفِی خُسْرٍ الاالَّذِینَ اٰمَنُوا وَعَمَلُوالصَّالِحَاتِ وَتَوَا صَوْبالحقّ، وَتَوَاصَوْ بالصَّبْر** (پارہ۳۰،العصر)۔

قسم ہے زمانے کی، بیشک انسان بڑے خسارے میں ہے، مگر جو لوگ یقین لائے اور بھلے کام کئے، اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی، اور آپس میں تاکید کرتے رہے تحمل کی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر لوگ صرف اسی سورہ میں تدبر کر لیتے تو یہی ان کے لئے کافی تھی۔ (ابن کثیر)

ایک بزرگ کا قول ہے کہ وہ برف بیچنے والے کی دوکان پر گئے تو فرمایا اسکی تجارت کو دیکھ کر سورہ والعصر کی تفسیر سمجھ میں آ گئی، کہ اس نے ذرا بھی غفلت کی تو اس کا سرمایہ پانی بن کر ضائع ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے قرآن نے قسم کھا کر انسان کو اس طرف متوجہ کیا، تا کہ وہ خسارے سے بچنے اور کامیابی تک پہونچنے کے لئے ایمان، عمل صالح، حق کی نصیحت اور صبر کی وصیت کو وظیفۂ زندگی بنا لے۔

زمانے کی قسم کے ساتھ مذکورہ چیزوں کو مناسبت کیا ہے؟

بقول مفسرین. انسان کے تمام حالات، اس کی نشو ونما، اس کی حرکات وسکنات سب زمانے کے اندر ہی ہوتے ہیں، انسان کی عمر کا زمانہ اس کے ماہ وسال، روز وشب، بلکہ گھنٹے اور منٹ، سوچئے تو یہی اس کیلئے سرمایہ حیات ہیں، جس کے ذریعہ وہ دنیا وآخرت کے بیش قیمت منافع حاصل کر سکتا ہے اور اگر عمر کے اوقات کو برے اور غلط کاموں میں لگا دے، تو یہی اس کے لئے وبال جان بن جاتے ہیں.

حضرت علیؓ نے فرمایا:

**حیاتک اَنْفاس تُعَدُّ فکُلَّمَا مَضیٰ نفسٌ انقَصْتَ من عمرک جزءاً**

تیری زندگی چندگنی چنی سانسوں کا نام ہے۔ جب ان میں سے ایک سانس گذر جاتی ہے تو تیری عمر کا ایک حصہ کم ہو جاتا ہے۔ (دیون علی بن ابی طالب، جمع وترتیب عبد العزیز کرام ص:۱۰)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: **یاابن آدم انّما انت ایام اذاذھب یوم ذھب بعضک .** (حلیۃ الاولیاء ۱۴۸/۷)

اے ابن آدم تو ایام کا مجموعہ ہی تو ہے، جب ایک دن گذر جاتا ہے تو تیرا کچھ حصہ ختم ہوجاتا ہے۔

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے، فرمایا ابن آدم تو زمین کو اپنے پیروں سے روندلے مگر یادرکھ! کہ وہ تھوڑے دنوں بعد ہی تیری قبر ہوگی۔ ابن آدم! تو ایام ہی تو ہے، جب ایک دن ختم ہوگیا تو تیرا ایک حصہ فوت ہوگیا۔ ابن آدم! تو ہمیشہ اپنی عمر کو ختم کرنے میں لگا ہوا ہے، جب سے تیری ماں نے تجھکو جنم دیا۔ (اعلام الحفاظ والمحدثین۔ ج:۱۔ص:۳۹۰)۔

بعض حکماء نے کہا، کیسے خوش رہ سکتا ہے وہ شخص جس کا آج ختم کردیتا ہے اس کے مہینہ کو اور مہینہ ختم کردیتا ہے اس کے سال کو، اور سال ختم کردیتا ہے، اس کی عمر کو؟ کیسے خوش رہ سکتا ہے وہ شخص جس کی عمر اس کو لئے جارہی ہو وقت مقرر کی طرف اور اسکی زندگی اسکی موت کی طرف؟ (اعلام الحفاظ والمحدثین۔ ج:۱۔ص:۳۹۰)۔

**سوچئے!** قسام ازل نے ہر شخص کو خواہ وہ بادشاہ ہو یا وزیر، تونگر ہو یا تنگدست، تندرست ہو یا بیمار، تاجر ہو یا مزدور، تعلیم یافتہ ہو یا جاہل، طاقت ور ہو یا کمزور ہر ایک کو وقت کی دولت یکساں عطا کی ہے، ہر ایک کو اسکی عمر کے اوقاتِ عزیز کا بے بہا سرمایہ دے کر ایک تجارت پر لگا دیا کہ وہ عقل وشعور سے کام لے کر وقت کو نفع بخش کاموں میں لگالے، یا پھر مضرت رساں کاموں میں لگا کر سرمایہ وقت کو ضائع کرلے۔

حدیث مرفوع سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، **کُلُّ النـاس یَغْدُوا فبـائِعٌ نفسه فَمُعْتِقها اَوْمُوْبقهَا.** (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، حدیث ۳۶۰۰)

ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو اپنی جان کا سرمایہ تجارت پر لگاتا ہے۔ پھر کوئی تو اپنے اس سرمایہ کو خسارے سے آزاد کر لیتا ہے، اور کوئی ہلاک کر لیتا ہے۔ (معارف القرآن جلد ۸ سورعصر)

قرآن میں بھی ایمان اور عمل صالح کو تجارت سے تعبیر فرمایا ہے۔ **یَـاایھـا الَّذِینَ آمنوا هل اَدُلّکم عَلیٰ تِجَارةٍ تُنجیْکُمْ مِنْ عَذابٍ اَلِیْمٌ** (سورہ الصّف، آیت ۱۰) زمانہ عمر، انسان کا سرمایہ ہے اور انسان اس کا تاجر، اور یہ واضح ہے کہ یہ سرمایہ کوئی منجمد چیز نہیں، جسکو اگلے وقت کیلئے بیکار روک کر رکھ لیا جائے بلکہ یہ تو ایسا سیّال اثاثہ ہے جو نہ رکتا ہے اور نہ روکا جاسکتا ہے، بلکہ ہر لمحہ اور ہر آن رواں دواں ہے، نہ تو اسکو پیچھے سے پکڑ کر روکا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے آگے کسی طرح کا بند باندھا جاسکتا ہے، اس سے تو فائدہ اٹھالینا ہی دانش مندی ہے اور جس نے اس سے جس قدر فائدہ اٹھایا اس نے اسی کے بقدر زندگی کو کارآمد کیا اور کامیاب زندگی کی راہیں استوار کیں۔

**بـقـدْرِ مَـا تَتَـعَـنّٰی تنال مَا تتمنّیٰ:** ترجمہ جتنی تکلیف اٹھاؤ گے، اسی کے مطابق تمنا بھی پوری ہوگی، کہ.....خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا۔

امام غزالیؒ کہتے ہیں۔ ساعتیں تین ہیں، ایک ساعت وہ ہے جس میں بندہ کسی مشقت میں نہ ہو، جیسے چاہے گذار لے، مشقت میں یا خوشگواری میں، اور ایک ساعت (گھڑی) وہ ہے جو آنے والی ہے، کسی کو نہیں معلوم! کہ اس وقت تک وہ زندہ

رہے گا یا نہیں، اور اسے یہ بھی معلوم نہیں، کہ اللہ اس میں کیا فیصلہ فرمائے گا، اور ایک ساعت وہ ہے، جو گروی ہے، تو چاہئے کہ وہ اس میں اپنے لئے کوشش کرے۔ اور اپنے رب سے ڈرتا رہے، کہ اگر دوسری ساعت نہ آئے، تو اس کے فوت ہونے پر اس کو افسوس نہ ہو، اور اگر وہ آجائے تو اس کا پورا پورا حق ادا کرے، جس طرح اس نے پہلی ساعت کا حق ادا کیا ہے۔ (احیاء علوم الدین)

## وقت کی حفاظت

وقت کے بارے میں یہ مقولہ مشہور بھی ہے اور مبنی بر صداقت بھی، اَلْـوَقـت اَثْـمَـنُ مِن الذَهَب، وقت سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ اور قیمتی چیز کی حفاظت نہ کرنا محرومی اور بدنصیبی کی بات ہے، بلکہ وقت کو ضائع کرنا خودکشی کے ہم معنی ہے۔

وقت بھی عجیب وغریب چیز ہے۔ وقت کے متعلق میگی کے سوال پر زیڈگ نے جواب میں کہا وقت سے زیادہ طویل کوئی چیز نہیں، کیونکہ یہ ابدیت کا پیمانہ ہے، اس سے زیادہ کوئی مختصر شئی نہیں، کیونکہ یہ ہمارے منصوبوں اور تمناؤں کی تکمیل کیلئے ہمیشہ ناکافی ثابت ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ سست رفتار کوئی چیز نہیں جو کسی امید وانتظار میں ہو، اس سے زیادہ تیز رفتار کوئی چیز نہیں جو خوشی کے لمحات میں ہو۔ دراز ہو تو ابدیت تک جا پہونچے، چھوٹا ہونے کی بات ہو تو سکنڈ کے اربوں حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ ہر شخص اس کو نظر انداز تو کر دیتا ہے۔ مگر اس کے ضائع ہونے پر افسوس بھی کرتا ہے۔

وقت کائنات کی ہر چیز کو محیط ہے۔اس کے بغیر کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ہر معمولی واقعہ کو کچھ دنوں بعد طاقِ نسیاں کے حوالہ کردیتا ہے اور ہر عظیم عمل کو لافانی اور لازوال بنادیتا ہے۔ فیثا غورث سے جب پوچھا گیا کہ وقت کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا۔''وقت اس دنیا کی روح ہے''۔

**سوچئے!** جو وقت کو برباد کرتا ہے، کیا وہ اپنی زندگی کی بربادی کا سامان نہیں کرتا ہے، وقت کس قدر بیش قیمت ہے، نہ تو آج تک کوئی اس کی قیمت کا اندازہ لگا سکا، اور نہ ہی کوئی ایسا پیمانہ ایجاد ہوسکا جو وقت کی صحیح قیمت بتا سکے، البتہ غور وفکر سے یہ نتیجہ تو اخذ کیا جاسکتا ہے، جو شخص جتنا بڑا اور قیمتی ہے، اس کے پیچھے وقت کی قدر و قیمت کا پاس ولحاظ ہی کارفرما ہے۔

دن ہر روز آپ سے کیا کہتا ہے۔ سنئے! حضرت حسن بصریؒ سے، فرماتے ہیں **مَامِنْ یومٍ ینشق فجرہ الاوینادی ، یا ابن آدم انا خلق جدید وعملک شھید فتزود مِنّی ، فانی اذا مضیت لا اعود اِلیٰ یوم القیامۃ .** (الوقت فی حیات المسلم، ص:۱۰)

کوئی دن ایسا نہیں کہ اس دن کی پَو پھٹتی ہے، تو وہ پکار کر کہتا ہے۔اے ابن آدم! میں ایک نئی مخلوق ہوں، اور تیرے عمل پر گواہ ہوں، لہٰذا مجھ سے توشۂ زندگی لے لے، کیوں کہ جب میں چلا گیا تو قیامت کے دن تک لوٹ کر نہیں آؤں گا۔

وقت کی قدر دانی، جن کا وطیرہ رہا، وہی لوگ دنیا کی باغ وبہار میں پھولوں کی طرح مہکے، اور کائنات کے اُفق پر ماہ ونجوم بن کر چمکے اور جہاں جہاں سے گذرے

حسن عمل اور سعیِ مسلسل سے ان راہوں اور گذرگاہوں میں، گام درگام، روشنی کے اتنے دئے جلادئے، جو جادۂ طلب میں انسانوں کیلئے ہمیشہ راہنمائی کا کام دے سکیں۔

اس کے برعکس آج دنیا میں جو نکمے، ناہنجار، فٹ پاتھ کی نالیوں پر بیٹھے دریوزہ گر نظر آتے ہیں اکثر وہی لوگ ہیں، جو بچپن سے غلط راہوں پر چل پڑے اور وقت کو فضول کاموں اور بیکار چیزوں میں گنوادیا وہی لوگ گردشِ وقت کی بھیڑ میں اس طرح گم ہوگئے کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔

سوال یہ ہے کہ کیا وہ اپنی بربادی کے خود تنہا ذمہ دار ہیں، یا ان کے والدین وسرپرست بھی اس جرم میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ارشاد باری ہے **قُوا اَنفسکم وَاھلیکم ناراً.** (پ۲۸،تحریم،آیت۶)

اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اس آیت کی روشنی میں وہ والدین وسرپرست بھی مجرم ہیں، جنہوں نے دینی تعلیم اور صحیح تربیت کا فریضہ انجام نہیں دیا، اور اپنی اولاد کی بے راہ روی پر خاموش رہ کر ان کی ہلاکت کا غیر شعوری طور پر سامان کرتے رہے۔اور یہ نہ سوچا کہ ہماری اس مجرمانہ خاموشی پر ہم سے سوال بھی کیا جائے گا۔فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے **کلُّکم رَاعٍ وَکلکم مسئولٌ عَنْ رَعیّتہٖ** تم میں سے ہر ایک شخص ذمہ دار ہے، اور ہر شخص سے اسکی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔صرف یہی نہیں بلکہ رب العالمین کے دربار میں، جوانی، عمر، مال اور علم وعمل کے بارے میں بھی جواب دینا ہوگا۔

❖❖❖

## ﴿ذمہ داری کا احساس﴾

مشہور ہے کہ کسی شخص نے ہارون رشید کے دربار میں ایک حیرت انگیز کرتب دکھانے کی اجازت چاہی، اجازت ملنے کے بعد دربار میں حاضر ہوا اور فرش کے بیچ وبیچ ایک سوئی کھڑی کی اور کچھ فاصلے پر کئی سوئیاں ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوگیا۔ پھر اس نے ایک سوئی ہاتھ میں پکڑی اور فرش پر کھڑی کی ہوئی سوئی کا نشانہ لیا، حاضرین کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، جب انہوں نے دیکھا کہ یہ سوئی پہلی سوئی کے ناکہ میں داخل ہوکر پار ہوگئی، اس طرح اس نے تقریباً دس سوئیاں پھینکیں، اور سب کی سب پہلی سوئی کے ناکہ سے پار ہوگئیں۔

ہارون رشید نے یہ حیرت انگیز کمال دیکھا تو حکم دیا کہ ''اس شخص کو دس دینار انعام دئے جائیں اور دس کوڑے لگائے جائیں'' حاضرین نے اس عجیب وغریب انعام کی وجہ پوچھی، تو ہارون رشید نے کہا.....دس دینار اس شخص کی ذہانت، نشانہ کی سچائی کا انعام ہے اور دس کوڑے اس بات کی سزا ہے کہ اس نے اپنی خداداد صلاحیت اور قیمتی وقت کو ایک ایسے کام میں صرف کیا ہے جس کا دین ودنیا میں کوئی فائدہ نہیں۔

(اسلام اور جدت پسندی ۷۴ مولانا تقی عثمانی)

اگر قیمتی وقت کوئی اس طرح ضائع کردے، کہ اس کا کوئی فائدہ نہ ہو، تو اس کے بارے میں قادر مطلق اس کے نگراں سے پوچھے گا کہ وقت جیسی متاع گراں کو ضائع ہوتے ہوئے تو دیکھتا رہا اور اس پر تم نے کوئی نکیر نہ کی، جب کہ تمہاری ذمہ داری

تھی کہ اس کو وقت کی حفاظت، اس کی قدر و قیمت سے آگاہ کرتے اور اس کا رخ اعمالِ صالحہ کی طرف پھیرتے، تاکہ وہ اس پر عمل کر کے انسانیت کے اوج کمال پر پہونچنے کی کوشش کرتا۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خالق کائنات نے جن کو فضل وشرف سے نوازا، اور عقل کی دولت عطا کی، وہ لوگ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت، ان کی دینی یا دنیاوی تعمیر و ترقی، اور انہیں ہر قسم کے خسران ونقصان سے بچانے کیلئے اپنی اپنی سوچ کے مطابق ہمیشہ سے فکرمند رہے تاکہ وہ خوشگوار زندگی کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوسکیں چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن اس کی سمجھ میں باپ کی نصیحت نہ آئی، جب اُسے طوفان میں گھرا دیکھا تو شفقت پدری نے پھر اُسے آواز دی یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَعَنَا ،اے بیٹے ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہوجا، حضرت نوحؑ کو معلوم تھا کہ ہلاکت سے بچنے کا واحد راستہ کشتی ہی ہے اور آج اس طوفان سے کوئی چیز بچانے والی نہیں ہے، مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آیا، بالآخر طوفان کی ایک موج نے اس کی زندگی کا خاتمہ کردیا۔

## ﴿انبیاء کرام کی آمد کا مقصد﴾

انبیاء کرام کی دنیا میں آنے کا عظیم مقصد بھی یہی ہے کہ انسان، وقت اور عمر عزیز کو خالق کائنات کے منشور کے مطابق استعمال کر کے دونوں جہان کی کامیابی وکامرانی حاصل کرلے اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکے گا، جب وقت کی قدر و قیمت، عمر عزیز کی اہمیت اور اس کا مقصد انسان کے پیش نظر ہوگا۔

انسان کی صلاح وفلاح کامکمل دستور دے کر ہر دور میں اللہ نے اپنے برگزیدہ بندوں کوان کی امتوں کی طرف بھیجا، اورانہوں نے اپنی ذمہ داریوں کواس طرح سر انجام دیا کہ اس میں ذراسی کوتاہی کا تصور بھی کبھی راہ نہ پاسکا۔

نبی امی لقب ﷺ نے میدانِ عرفات میں صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر فرمایا،'' قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا، بتلاؤ کیا جواب دو گے، صحابہ نے عرض کیا، ہم یہ گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ نے ہم تک اللہ کا پیغام پہونچا دیا، اور خدا کی امانت ادا کی، اُمت کی خیرخواہی کی، آنحضرت ﷺ نے تین بار انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اَشھَدْ .اے اللہ! تو گواہ رہ۔ (سیرت مصطفیٰ ج۳ص۱۶۲)

انبیاء اپنی امت کی رہنمائی اور دونوں جہان کی بھلائی کیلئے جس طرح اپنے اپنے زمانے میں فکرمند رہے اوراپنے فرائض منصبی میں کوئی کوتاہی نہیں کی، اسی طرح اولاد کے سلسلے میں ماں باپ کی بھی ذمہ داری ہوتی ہے، کہ وہ اپنے بچوں کی صحیح رہنمائی کیلئے ہر وقت ان پر نظر رکھیں۔

## ﴿تربیت اولاد کی فکر﴾

والدین جس طرح اپنے بچوں کی پرورش اوران کی دنیوی آرام وراحت کا انتظام کرتے ہیں، اوران کی ترقی کیلئے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں، اسی طرح ان پر لازم ہے کہ اپنے بچوں کی فکری، نظری، علمی، عملی، دینی اوراخلاقی تربیت کریں، بُری

صحبت، اعمالِ بداور غلط راہوں سے ان کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

قرآن نے اولاد کی دینی اور روحانی تربیت کے سلسلے میں حضرت ابراہیم ویعقوب علیہما السلام کی وصیت اوران کے طرزِ عمل کو مہتم بالشان طریقہ پر شاید اسی لئے ذکر فرمایا، تاکہ معلوم ہوجائے کہ والدین کا فرض اوراولاد کا حق کیا ہے؟ اور یہ کہ ان کی صلاح وفلاح کی فکر سب سے مقدم ہے، رب ذوالجلال نے اپنے محبوب سے فرمایا، **وانذِرْ عَشِیرتکَ الاَقْربین** اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے، چنانچہ آپ نے صفا پہاڑی پر قبائل قریش کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ پہاڑ کے عقب میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کروگے، سب نے ایک زبان ہوکر کہا بیشک، ہم نے تو آپ سے سوائے صدق اور سچائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں، تب آپ نے فرمایا میں تم کو ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں، ابولہب نے کہا تف ہے، تجھ پر، کیا ہم کو اس لئے جمع کیا تھا۔ اس پر تَبَّتْ یَدَا کی پوری سورہ نازل ہوئی۔ (بخاری ج۲ص۴۳)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب دنیا سے سفر کرنے کا وقت آیا تو اپنے بیٹوں کو بلایا اور فرمایا، جس کو قرآن مقدس نے اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

**اَمْ کنتم شُھَداء اذ حَضَرَ یَعْقوبَ المَوتُ، اِذ قَال لِبَنیْه مَا تَعبدونَ مِنْ بَعْدی ، قَالُوْا نَعْبُدُ الھَکَ وَاِلٰهَ اٰبَائِکَ اِبْراھِیْمَ واسمٰعیلَ وَاسحٰق اِلٰھاً وَاحِداً ، وَنحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْن.** (سورہ بقرہ آیت۳۳)

ترجمہ: کیا تم موجود تھے، جس وقت قریب آئی یعقوبؑ کے موت، جب کہا

اپنے بیٹوں کوتم کس کی عبادت کروگے میرے بعد؟ بولے: ہم بندگی کریں گے، تیرے رب کی، اور تیرے باپ، دادوں کے رب کی، جو کہ ابراہیم، اور اسمٰعیل اور اسحٰق ہیں، وہی ایک معبود ہے، اور ہم سب اس کے فرمانبردار ہیں۔

حضرت یعقوبؑ کا وفات سے پہلے اپنے بیٹوں سے عہد و پیمان لینا، ذمہ داری کے اسی احساس کا نتیجہ ہے۔

ہر شخص خواہ وہ دیندار ہو یا دنیادار، یہ چاہتا ہے کہ جو میرے پاس سرمایہ ہے، موت سے پہلے اپنی اولاد کو دے جاؤں، اگر وہ دنیادار ہے تو دنیا کی رونقیں، مال و دولت، عہدے اور مناصب ہی اس کا آئیڈیل ہیں، جس پیشہ سے وہ وابستہ رہا، خواہ صنعت وحرفت ہو یا تجارت وملازمت، ڈاکٹری کا مشغلہ ہو یا انجینئری کا، ایکسپورٹ ہو یا امپورٹ، غرض دنیا کے جس کام سے اس کا تعلق رہا ہے، بالعموم اسی کی بابت وہ اولاد کی رہنمائی اور تربیت کرتا ہے،۔

لیکن انبیاء اور ان کے متبعین جس چیز کو لازوال نعمت اور دائمی دولت سمجھتے ہیں، وہ ایمان وعمل صالح کے ساتھ، رب کی بندگی، اس کی رضامندی اور اخروی نعمتوں کا حصول اور وہ جنت ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا اُعِدّتْ للمُتَّقِیْن، یعنی متقین کیلئے بنائی گئی ہے ان کی تمام تر توجہ اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے اسی پر مرکوز رہتی ہے، اور وہ چاہتے ہیں کہ وہ نعمتیں ان کو پوری پوری مل جائیں، اس کے لئے وہ کوششیں بھی کرتے ہیں، اور دعائیں بھی، اور دنیا سے چلتے چلتے اسی کی وصیت بھی کر جاتے ہیں۔

انبیاء کرام کے بعد جو صدیقین، صالحین اور اللہ کے مقرب بندے ہوتے ہیں

ان کو بھی اپنی اولاد کیلئے یہی فکر دامن گیر رہتی ہے کہ وہ نیک اور بلند کردار کے حامل ہوجائیں۔

## ﴿بیٹوں کو باپ کی نصیحت﴾

حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت کو خود قرآن مقدس نے ذکر فرمایا **وَاِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابنہٖ و ھو یعظُہٗ ، یبُنی لَا تشرِک باللّٰہ انّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْم.** (پ۲۱،لقمان،آیت۱۳)

اے بیٹے ! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا۔ اگر والدین شرک پر مجبور کریں (تو ایسی صورت میں) ان کی پیروی مت کرنا (اس کے باوجود والدین کی عظمت اوران کے مقام ومرتبہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا) چنانچہ آگے فرمایا گیا **وَصَاحِبْھُما فی الدّنیا مَعْرُوفاً** ان کے ساتھ دنیا میں حسن سلوک سے پیش آنا، پھر یہ بھی نصیحت کی۔

**یبُنَیّ انّھَا اِنْ تَکُ مثقال حَبّۃٍ مِنْ خَرْدلٍ فتکن فِی صَخرَۃٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الارْضِ یَأتِ بِھَا اللّٰہ، اِنّ اللہ لَطِیْفٌ خبیْر. یبُنیّ اَقِمِ الصّلٰوۃ وَاْمُرْبالمَعْروف وَانہَ عَنِ المنکر وَاصْبِرْ عَلیٰ مَا اصَابکَ ، انّ ذالک مِنْ عَزْمِ الاُمُوْر.** (سورہ لقمان پ۲۱،آیت۱۶۔۱۷)

اے بیٹے ! اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو، پھر وہ کسی پتھر میں ہو یا آسمانوں یا زمین میں ہو، لا حاضر کرے اس کو اللہ : بیشک اللہ جانتا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو، خبردار ہے۔

اے بیٹے قائم رکھ نماز کو اور سکھلا بھلی بات، اور منع کر بُرائی سے اور تحمل کر جو تجھ

پر پڑے، بیشک یہ ہمت کے کام ہیں اور ہمت سوچ کے مطابق ہوتی ہے۔

فکر ہرکس بقدر ہمت اوست

ہر انسان کی سوچ اسکی ہمت ہی کے بقدر ہوگی ، اگر انسان دیندار ہے ، تو آخرت کی فکر اسکے پیش نظر ہوگی اور اگر دنیا دار ہے،تو اس کے سامنے دنیا کی ترقی اور اس کے لوازمات ہوں گے اور ہر شخص اپنی فکر کے مطابق ہی اپنی اولاد کو نصیحت کرے گا۔

حکیم لقمان کے دل میں فکر آخرت کا چراغ روشن تھا،اسی روشنی میں لختِ جگر کو نصیحت کی۔تا کہ دنیا کی پرُکشش نیرنگیوں میں خود کو فضول اور بیکار کاموں سے دور رکھ کر وقت کو صحیح مصرف میں لگا سکے۔

اسی لئے اللہ کے بندوں نے اپنی اولاد کو وقت کی قدر و قیمت،اسکی حفاظت اور اعمال صالحہ کی ہدایت کے ساتھ وقت کو اچھے کام میں استعمال کرنے کی نصیحتیں فرمائیں۔

## ﴿ابن جوزی کی نصیحت﴾

علامہ ابن الجوزی نے بھی ایک نصیحت نامہ اپنے بیٹے ابوالقاسم بدرالدین علی (متوفی ۶۳۰) کو " لفتة الکبد الیٰ نصیحة الولد" کے نام سے اسی لئے تحریر فرمایا،تا کہ ذمہ داری کا کچھ نہ کچھ حق ادا ہو جائے۔چنانچہ لکھتے ہیں۔ فانتبه یا بُنَیَّ ! لنفسِکَ ، واَنْدم علیٰ مَا مضیٰ مِن تفریطک وَاجتهد فِی لحاقِ

الکـامِـلیـن مَـا دام فـی الـوقـت سـعةً ، واسْتق غُصُنک مَا دامَتْ فیـه رطـوبة، وَاذکُـر سَـاعتک التـی ضَـا عَت فَکفیٰ بهَاعظة ، ذهبت لَذَّةُ الکسْلِ فیها وفاتت مَرَاتب الفضائل. (الیٰ نصیحۃ الولد ص:۳۸)

وَاعْـلَـمُ یَـا بُـنـیّ، انّ الایّـام تبسـط سَـاعاتٍ، والسَّاعَات تبسط انفاساً وَکل نَفَس خزانة، فاحذر! ان یذهب نفسٌ بغیر شئی، فتریٰ فی القیامةِ خزانةٌ فارغةٌ فتندم. (الیٰ نصیحۃ الولد ص:۳۹)

واَلـزِمْ یـا بُـنـیَّ ! الانتباه عِنْد طلوع الفجر ولا تتحدَّث بحَدِیْث الـدنیـا ، فَقَدْ کان السلف الصَّالح رحمهم اللّٰه لاَ یتکلمُوْنَ فِی ذَالک الوقت بشئی من امورالدنیا . (ص:۵۰)

وَعَـلیک بـالـعـزلَةِ فهِـیَ اصـل کـلّ خیرٍ، واحذر من جلیـس السّوء، ولیکن جلساء ک الکتب والنظر فی سِیَرالسَّلف.(ص:۵۸)

واجْتَهِـد یَـا بُـنَیَّ! فی صِیَانَةِ عرضک مِنَ التعرُّض لطلب الدُّنیا والـذل لا هـلهـا. واقـنـع تـعـزّ . فـقد قیل " من قنع بالخُبْزِ وَ البقِل لم یَسْتَعْبدهُ اَحَدٌ " (ص:۶۲)

وَاَدِّ اِلـیٰ کـلِّ ذی حَـقٍ حَـقَّـهٗ، مِـنْ زَوْجَةٍ و وَلَدٍ ، وانظر اِلیٰ کل سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِک بِمَا ذا تَذهب، فَلا تودعها الاَّاشرَف مَا یُمکن، وَلا تُهْـمِل نفسَک، وَعَوِّدْهَا اشرف مَا یکون مِنَ العَمَلِ وَاَحسَنَه ، وابعث اِلیٰ صنْد وق القبر مَا یُسِرّک یَوْمَ الوصول الیه، کما قیل. (ص:۷۶)

یـا مَـنْ بـدنیـا ه اشتَغَـل ☆ وَغَـرَّه طـول الاَمَـل

الـمَـوْتُ يَـاتِـيْ بَـغْتَةً ☆ والـقبـر صـنـدوق الـعَـمـل

ترجمہ: اے میرے بیٹے! خبردار رہو، اپنے آپ سے، اور شرمندہ رہو اس زندگی پر جو کوتاہی عمل میں گذر گئی، اور جہاں تک وقت میں گنجائش ہو، کامل لوگوں کی صحبت اختیار کرو، اور اپنی شاخ کو پانی دیتے رہو، جب تک اس میں نمی ہو، اور ان لمحوں کو یاد رکھو، جو ضائع ہو گئے، کہ وہ نصیحت کیلئے کافی ہیں، (سوچو) کاہلی کی لذت تو ختم ہوگئی۔ اور اس میں جو مراتب فضیلت حاصل ہو سکتے تھے وہ بھی فوت ہو گئے۔

اے میرے بیٹے! زمانۂ زندگی چند گھنٹوں پر اور گھنٹے چند سانسوں پر محیط ہیں، اور زندگی کی ہر سانس گنج گراں مایہ ہے، اس لئے یہ خیال رہے کہ کوئی سانس بے فائدہ نہ گذرے، تاکہ کل قیامت میں خزانہ خالی دیکھ کر شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

اے میرے بیٹے! طلوع فجر کے وقت بیداری کو اپنا شیوہ بنالو۔ اور اس وقت دنیا کی کوئی بات نہ کرو، سلفِ صالحین رحمہم اللہ اس وقت دنیاوی امور سے متعلق کسی قسم کی کوئی گفتگو نہیں فرماتے تھے۔

تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرو، اس لئے کہ یہ ہر بھلائی کی جڑ اور بنیاد ہے۔ بُرے ہمنشینوں سے دور رہو، کتابوں کو اپنا رفیق بناؤ، اور اسلاف کی سیرتوں پر غور وفکر کرتے رہو۔

اے میرے بیٹے! اپنی آبرو کی حفاظت میں دنیا کی طلب اور دنیا داروں کی تابعداری سے اعراض کرنے کی کوشش کرو، قناعت کا پیشہ اختیار کرو۔ مقولہ ہے ''جس نے روٹی اور سبزی پر قناعت کر لی، اس کو کوئی غلام نہیں بنا سکتا''

اور بیوی، اور قرابت داروں میں سے ہر ایک کو اس کا حق ادا کرو، اور ایک ایک

لمحہ پر نظر رکھو کہ کہاں صرف ہو رہا ہے۔ وقت کو اچھے کام میں لگاؤ، بیکار زندگی نہ گذارو، اچھے اور مفید کاموں کی عادت ڈالو، اور شہرِ خموشاں کے صندوق میں ایسا کچھ سرمایہ جمع کرو، کہ جس دن وہاں پہونچو، وہ آپ کیلئے خوشی اور مسرت کا باعث ہو۔

اپنی دنیا میں مشغول، اور لمبی امید سے دھوکہ میں رہنے والے..سن!

موت تو اچانک آجاتی ہے۔ پھر.....قبر میں پہونچنا ہے جو عمل کا صندوق ہے۔

## ﴿امام غزالی کی نصیحت﴾

امام غزالیؒ نے اپنے ایک شاگرد کی درخواست پر " اَیُّھَا الولد" کے نام سے نصیحتوں کا مجموعہ تحریر فرمایا، جو علی محی الدین علی القرہ داغی کی تحقیق وتعلیق اور مقدمہ کے ساتھ ۱۵۸ صفحات پر طبع ہوا۔ جس میں وہ بار بار اَیُّھَا الولد کے ذریعہ ہر اہل علم اور صاحبانِ عقل وفہم سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں، **ایُّھَا الولد: النصیحة سَھلٌ والمشکل قبولھا وتنفیذ ھا** . اے بیٹے نصیحت کرنا تو آسان ہے۔ مگر اس کو قبول کرنا ،اس کو اپنی زندگی میں اُتارنا بہت مشکل ہے۔ **ایھاالولد : مَا لَمْ تَعْمَل لم تجد الاجر** . اے بیٹے جب تک عمل نہ کروگے۔ اجر نہ پاؤگے **العلم بلا عمل جنونٌ والعمل بلا علم لا یکونُ** علم عمل کے بغیر دیوانگی ہے اور علم کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں، **اِعْلَمْ انَّ عِلْماً لا یُبعِدُ کَ الیوم عن المعاصِی وَ لا یَحمِلُکَ عَلیٰ الطاعةِ ، لن یُبعِدُ کَ غداً عَنْ نَارِجھنم، واِذا لَمْ تعمَلْ الیوم، وَلم تدارِک الایَّام الماضیة، تقول غداً یوم القِیامةِ " فارجعْنَا نعمل صالحاً" فیقال : یا احمق انت من ھناک تجئی .**

اور جان لو! کہ ایسا علم جو آج تم کو معاصی سے دور نہیں کرسکتا اور تم کو اطاعت پر آمادہ نہیں کرسکتا وہ ہرگز کل تم کو جہنم کی آگ سے بھی دور نہیں کر سکے گا۔ اور جب تم آج عمل نہیں کروگے، تو تم گذرے ہوئے دنوں کی تلافی نہ کرسکوگے۔ تو تم کل قیامت کے دن کہوگے۔ ہم کو لوٹا دیں (دنیا میں) تاکہ ہم نیک عمل کرلیں تو کہا جائے گا۔ ارے بیوقوف تو وہیں سے تو آرہا ہے۔ **ایُّھا الولد : لا ینال الانسان الغایة الا بالجدِّ و سَھَرِ اللیالی** ۔اے بیٹے! انسان! کوشش اور شب بیداری کے بغیر مقصود کو نہیں پاسکتا۔ **ایھا الولد : العلم المجرد لا یُوصِلُ الانسان اِلیٰ الغایةِ الامع العَمل** :اے بیٹے: محض علم، عمل کے بغیر مقصود تک نہیں پہونچا سکتا۔ **ایُّھا الولد : علامة الشقَاوةِ . الکلام الکثیر . والقلب الغافل، المملؤ بالشھُوَةِ** .اے بیٹے! بدبختی کی علامت کلام کی کثرت۔ اور دل کی غفلت ہے، جو خواہشات سے پُر ہو۔ **ایھا الولد: عِشْ مَا شَئتَ فَاِنکَ مَیّتٌ ، وَاحببْ مَنْ شئتَ فَاِنَّکَ مفارقه، وَاعْمَل مَا شِئتَ فَانکَ مَجْزِیَ بهٖ** ۔اے بیٹے! جیسے چاہو زندگی گذارلو۔ (اک دن) تمہیں مرنا ہے۔ اور جس سے چاہو محبت کرلو (ایک دن) تمہیں اس کو چھوڑنا ہے۔ اور جو چاہو عمل کرلو۔ (ایک دن) تم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

**ایھا الولد : خلاصة العلم ، الوصول الیٰ معرفةِ اللّٰه.** اے بیٹے! علم کا خلاصہ اللہ کی معرفت حاصل کرنا ہے اور یہی انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ اور دونوں جہان کی کامرانی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ **ایھا الولد** سے چند آدھی، ادھوری نصیحتیں نقل کی گئی ہیں، مزید کیلئے **ایھا الولد** دیکھیں۔

## ﴿علامہ اقبال کی نصیحت﴾

علامہ اقبال کو بھی یہی فکر دامن گیر رہی، بیٹے کو مخاطب کر کے ''حیاتِ جاوید'' کے نام سے جو نظم کہی، اس کا حاصل اور خلاصہ یہی ہے کہ محنت و مشقت اٹھائے اور وقت کو مفید کاموں میں استعمال کئے بغیر کوئی شخص بھی اوج کمال تک نہیں پہونچ سکا۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا، تب نگیں ہوا

ترقی کی خواہش تو ہر ایک کو ہوتی ہے..ع چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوج ثریا پہ مقیم۔

لیکن اوج ثریا پر قدم رکھنے کیلئے سخت کوشی اور عقل سلیم کی ضرورت ہے، کہ اسی سے قوتِ فکر و عمل کا وجود ہے، اسی سے خودی کی حفاظت ہے وہی تو ترقی کے فن سکھاتی ہے، وقت کے تحفظ کی راہیں کشادہ کرتی ہے اور وہی تو شاعر مشرق سے کہلواتی ہے۔

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر — نیا زمانہ، نئے صبح و شام پیدا کر
خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھکو — سکوتِ لالۂ و گل سے کلام پیدا کر
اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں — [1]سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر
میں شاخ [2]تاک ہوں میری غزل ہے میرا ثمر — مرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

---

[1] سفال: مٹی کا برتن، ٹھیکرا [2] تاک، انگور کی بیل

## ﴿ہر فرد ملت کو سلطان ٹیپو کی نصیحت﴾

سلطنتِ خداداکا وہ خدا ترس، نڈر حکمراں (سلطان ٹیپو) جو بچپن سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک ملک اور قوم وملت کی سربلندی کیلئے دشمنوں سے برسرِ پیکار رہا، جس نے جنگ زدہ فضاؤں میں ہوش سنبھالا، اور میدانِ کارزار میں دنیا سے آخرت کے لئے روانہ ہوا اس نے بھی اقبال کی زبان میں یہی نصیحت کی۔

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول ❖ لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول
اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز ❖ ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول
کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں ❖ محمل گداز گرمی محفل نہ کر قبول

صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

انبیاء، حکماء، صاحبِ دل اور اہل دانش کی یہ نصیحتیں اور وصیتیں، اسی لئے تو ہیں، کہ آدمی غفلت میں نہ رہے، بیکار وقت نہ گذارے، خاموش اور مایوس نہ بیٹھے بلکہ ہر ہر لمحہ کی حفاظت کرے۔ اور جہاں تک ہو سکے وقت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے، کیونکہ یقین محکم اور عمل پیہم سے ہی بزم ہستی آباد ہے، اور وہ موج اپنا وجود کھو دیتی ہے جو سکون کی تلاش میں ساحل سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔

ریاض عالمِ ہستی پہ اعتبار نہ کر
کہ مستعار ہے یہ دورِ گل رہے نہ رہے

## ﴿وقت اور خودی﴾

وقت اور خودی کے درمیان ایک لطیف رشتہ ہے، خودی کی تربیت وقت کی رہینِ منت ہے، اور وقت کی قدر و قیمت خودی کے فلسفہ میں مضمر ہے **مَنْ عَرَفَ نفسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبّه**، جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا،

شیخ سعدیؒ نے بوستاں میں ایک بزرگ کی حکایت لکھی کہ خُتن کے بادشاہ نے ایک بزرگ کی خدمت میں ایک بہت عمدہ لباس بھیجا، بزرگ نے یہ لباس پہن کر زمین ادب کو بوسہ دیا، بادشاہ کے جود وسخا اور عالی ظرفی کی تعریف کی، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس خِلْعَتْ کے عمدہ ہونے میں کلام نہیں، لیکن اس کے مقابلہ میں میرا پیوند لگا خرقہ بہت بہتر ہے، کیونکہ اِسے پہن کر کسی انسان کے سامنے سر نہیں جھکانا پڑتا۔

تری خودی وہ متاعِ عزیز ہے ناداں
نہیں ہیں قیصر و کسریٰ کے تاج جس کا جواب
حریر و اطلس و کمخواب لے کے سر نہ جھکا
نہ کر جمالِ خودی کھو کے اپنا حال خراب

جو لوگ دولت کو سرمایہ زندگی سمجھتے ہیں، ایسے لوگ حصول دولت کیلئے ہر قسم کی بے ضابطگی اور ذلت قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں، لیکن جو دانشمند ہوتے ہیں ان کے نزدیک سب سے قیمتی سرمایہ ایمان اور یقین محکم ہے اور اسی کا ایک نام خودی بھی ہے۔

انسان، خالقِ کائنات کی مخلوقات میں سب سے حسین شاہکار ہے۔ اپنے آپ میں وہ خود ایک جہان ہے، انسان غور تو کرے، کائنات کی ہر چیز قدرت نے اس میں

ودیعت کررکھی ہے، سبزۂ وزار سے لیکر، ابرنیساں اور پہاڑ کی صلابت وچوٹیاں تک ہرایک منظراسکی ذات میں موجود ہے، نہ کبھی ہم نے اسکے بارے میں سوچا، نہ قدرت کی بےشمارارد گرد بکھری ہوئی نشانیوں پرغور کیا،قرآن کہتا ہے وَ کَـایَـن مِنْ اٰیَۃٍفِـی السَّـمٰوٰتِ وَالاَرْض یَمُرُّونَ عَلَیْھَا وَھُمْ عنھا مُعْرِضُوْن (سورہ یوسف،آیت ۱۵) کتنی نشانیاں ہیں آسمان وزمین میں، جس پر گذرتے رہتے ہیں اور اس سے اعراض کرجاتے ہیں۔

اگرہم ان نشانیوں پرغور کرلیتے اورتدبّر سے کام لے لیتے تو خالقِ ارض وسماء کی معرفت بھی حاصل کرلیتے اوراپنے وجود کی مقصدیت کوبھی جان لیتے،مگرشرط ہے کہ شعور بیدار ہو۔

ہے آبِ حیات اس جہاں میں
شرط اس کے لئے ہے تشنہ کامی

اگر پیاس بجھانے کی تڑپ ہوتو سبیلیں مل سکتی ہیں، آب زمزم کے چشمے اُبل سکتے ہیں، اگرعلم کے حصول کی سچی طلب ہےتو کوئی بھی خضرِ وقت کی صورت میں آپ کی رہنمائی کرسکتا ہے، اگر کامل یقین ہےتو دریائے پُرشور پرراستہ بن سکتا ہے۔اگر عشق الٰہی کی آگ دل میں روشن ہوتو دنیا کی آگ بھی گلزار بن سکتی ہے۔مگران سب چیزوں کیلئے بقول غالب سفر ہے شرط.....اورسفر کیلئے سمتِ سفر کا صحیح ہونا۔وقت کی نزاکت کوسمجھنااورمضبوط قوت ارادی کا ہمرکاب ہونا، کامیابی کیلئے ضروری ہے۔

سیلاب رنگ ونور، طلوعِ سحر میں ہے
تابندہ کہکشاں مری گردِ سفر میں ہے

اور یہ گردِ سفر کیا ہے؟ وقت کے لمحات، منٹ، گھنٹے اور ایام ہیں جن سے ماہ وسال کی نمود ہے، اور اسی کے قدر وانضباط سے خودی کی تعمیر ہوتی ہے۔

خودی ہو زندہ تو فقر بھی شہنشاہی
نہیں ہے طغرل وسنجر سے کم شکوہِ فقیر
خودی ہو زندہ تو دریائے بیکراں پایاب
خودی ہو زندہ تو کہسار، پرنیاں وحریر

اور جب خاکی نژاد انسان میں شعلہ وشرر کی تپش وتاب ہو، اور صحراء و بیابان کی کھلی فضا میں کسی مردِ حق آگاہ کی رہنمائی ہو، اور شب وروز کی شبّانی وقت کا وظیفہ ہو تو خودی کی تربیت ہوتی ہے، اور پھر خاک کے پردے سے کوئی کلیم جلوہ گر ہوتا ہے۔

خودی کی تربیت کیلئے جدو جہد کی ضرورت ہوتی ہے، وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس کی دھڑکنوں اور اس کے تقاضوں کو سنجیدگی سے سمجھنا اور عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

خودی کی تربیت و پرورش پہ ہے موقوف
کہ مشتِ خاک میں پیدا ہو آتش ہمہ سوز
یہی ہے سرِ کلیمی ہر اک زمانے میں
ہوائے دشت وشعیب وشبانی شب وروز

## ﴿وقت اور زندگی﴾

وقت زندگی کا بیش قیمت سرمایہ ہے، بلکہ وقت ہی زندگی ہے، چنانچہ ڈاکٹر عبدالستارنویرنے اَلوَقْتُ هُوَ الحَياة کے نام سے مستقل کتاب تحریر کی ہے۔

وقت کے بارے میں کہا گیا۔ فالزّمَنُ هُوَ عَمْرُالحَيَاةِ وَمَيدانُ وجود الانسانِ وَسَاحة ظلّهٖ وبقائهٖ وَنَفعِهٖ وَانتفاعِهٖ. (قیمۃ الزمن عندالعلماء،ص۱۷)

ترجمہ: وقت ہی زندگی کی آبادی ہےاورانسانی وجود کا میدان ہے۔اس کی عزت اوراس کی بقاءاوراس سے نفع اٹھانے اورنفع پہونچانے کی کشادہ جگہ ہے۔

اس لئے دانش مندی اورسمجھداری کا تقاضا تو یہی ہے، کہ وقت جوزندگی ہے اس کا ہروقت محاسبہ کرتا رہے، کہ کیا کھویا ہے، کیا پایا ہے،ہمیں کیا کرنا تھااورہم نے کیا کیا ہے، کیارہ گیا ہے، جوکرنا تھااس کو پورا کرنے کی کوشش کرے،اُسے آئندہ کل پرنہ چھوڑے، ہوسکتا ہے کہ کل کا دن تمہارا ساتھ نہ دے۔

وقت جو بہت گرانمایہ ہے،اس کا صحیح ،مناسب حال اور بروقت استعمال ایسا ہے جیسے کھیتی کیلئے پانی، وقت پراگرکھیتی کو پانی نہ ملےتوکھیتی برباد ہوجاتی ہے،اسی طرح وقت کواگرصحیح استعمال نہیں کیا گیا تو وہ بھی ضائع ہوجاتا ہے۔

وقت پر کافی ہے قطرہ ابر خوش ہنگام کا
جل گئی کھیتی اگر برسا تو پھر کس کام کا

وقت زمین کے مانند ہے، زمین پرمحنت کر کے اُسے گل وگلزاراورسبزہ زار

بنا سکتے ہیں، اور لذت کام ودہن کیلئے ہر قسم کا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں، لیکن اگر اُسے بیکار چھوڑ دیں تو کانٹے دار جھاڑیاں اور بے مصرف پیڑ، پودے اُگ آتے ہیں۔

اسی طرح اگر وقت سے بروقت فائدہ نہ اٹھایا، تو پھر اس غفلت شعاری کے نتیجے میں پہونچنے والے نقصان کی تلافی کبھی ممکن نہ ہو سکے گی کیونکہ گذرا ہوا وقت لوٹ کر نہیں آ سکتا۔

امام مسلمؒ نے حضرت عمرؓ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ **اِذ طَلَع عَلَیْنا رَجُلٌ شَدِیْدبیاضِ الثیاب، شد ید سواد الشَّعْرِ الخ.** (صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث ۳۴)

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص آیا، کپڑے بہت سفید تھے، بال بالکل سیاہ تھے، اس کے اوپر سفر کا کوئی اثر نہ تھا، ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا بھی نہ تھا، اس نے اسلام، ایمان، احسان، اور قیامت کے بارے میں سوال کیا، حضور ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا، تو اس نے کہا **صَدَقْتَ** گفتگو مکمل ہونے کے بعد سائل چلا گیا، تو آپؐ نے حضرت عمر سے کہا **أتدرِیْ مَنِ السَائل؟** کیا تم کو معلوم ہے کہ سائل کون تھا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو ہی زیادہ معلوم ہے، تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ حضرت جبرئیل تھے، جو تمہیں دین سکھانے آئے تھے **(اَتاکم یُعَلّمکم دینکم)**۔

معلم کائنات کے پاس حضرت جبرئیل، طالب علمانہ تشریف لائے تھے، نہایت سفید پیراہن میں ملبوس، اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ مرد کیلئے سفید کپڑے کی فضیلت ہے، اور طالب علم کو خوش پوش ہونا چاہئے، بلکہ ہر مسلمان کو صفائی پسند اور

سلیقہ مند ہونا چاہئے۔

**شدید سَواد الشَّعر** سے کم عمری میں حصول علم کی تلقین ہوتی ہے۔ کہ یہی زمانہ حصول علم وفن اور تحقیق وجستجو کا ہوتا ہے، یہی وقت، قوت عمل، فکر کی تازگی، اعتماد اور جدوجہد کا ہوتا ہے۔ اور ہر قسم کا شوق بھی اسی عمر میں انگڑائیاں لیتا ہے۔

بدقسمتی سے آج نوجوانوں کیلئے وقت کی بربادی کے اتنے سامان فراہم ہیں کہ ان کو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ گاؤں سے لیکر شہر تک ایک سیلاب ہے رنگ ونور کا۔ ٹی وی، انٹرنیٹ، اینڈورائڈ موبائل گوگل، فیس بک۔ یوٹیوب، انسٹاگرام، واٹس ایپ اور ہزاروں سائٹوں کا، جس میں منہمک ہوکر وہ خود کو ہی بھول جاتا ہے۔

میں دیکھتا ہی رہ گیا نیرنگی صبح وشام
عمر فسانہ ساز گذرتی چلی گئی

## ﴿زندگی کا سب سے خوبصورت دور﴾

جوانی کی عمر اور طالب علمی کا زمانہ، زندگی کا سب سے خوبصورت زمانہ ہوتا ہے، یہی زمانہ حقیقت میں تعمیر وترقی کیلئے بے حد قیمتی ہوتا ہے، اور اسی مرحلہ میں مستقبل کے منصوبوں کی بنیاد رکھی جاتی ہے، اور آج ہی کی محنت پر تابناک مستقبل کا فیصلہ ہوتا ہے، اور اسی عمر کی عبادت بھی اللہ رب العزت کو سب سے زیادہ محبوب ہے، لیکن کیا کہا جائے، یہی زمانہ لہو ولعب، سیر وتفریح، تماش بینی، کاہلی، خواب غفلت اور گناہ کے موسم کا بھی ہوتا ہے۔

عظیم تر ہے عبادت شباب کی لیکن
یہی گناہ کا موسم ہے کیا کیا جائے

اب اُسے اختیار ہے کہ وقت کی قدر کر کے بخت خفتہ کو بیدار کر لے اور خوش آئند زندگی کی فکر میں لگ جائے، یا بیکار، غیر مفید کاموں میں صرف کر کے اپنی تباہی و بربادی کا سامان کر لے۔

آپ زمین پر بیٹھے ہوں یا کھڑے، سوئے ہوں یا لیٹے، فیس بک یا یوٹیوب پر دل بہلا رہے ہوں، یا اخبار پڑھ کر سب سے عقلمند بن گئے ہوں یا چند دوستوں میں بیٹھ کر ملک فتح کر رہے ہوں، یا ذکر واذکار، اوراد و وظائف، دینی باتیں یا مذہبی کتابیں دیدۂ ودل کے لئے نور وسرور اور سکون کا سامان فراہم کر رہی ہوں، جو بھی صورت ہو، آپ کی زندگی کا سفر جاری ہے، اس کے متعلق الشہاب غازی بن العادل نے اس طرح کہا۔

وَمِنْ عُجب الایّام انک قاعِدٌ عَلیٰ الارضِ فی الدنیا وَانْتَ تسیر
فَسیرک یا ھٰذا کسَیْر سَفینَةٍ بقومٍ قعود والقُلُوعُ تطیْر

دنوں کا معاملہ بڑا عجیب ہے، باوجود اس کے کہ آپ زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں، پھر بھی چل رہے ہیں، اور آپ کی یہ حرکت اس کشتی کی حرکت کی طرح ہے، جس میں لوگ بیٹھے ہوتے ہیں، اور بادبان تیز رفتار سے چل رہے ہوتے ہیں۔

وقت کے بارے میں کبھی ہم نے سوچا ہی نہیں کہ وقت کیا ہے؟ وقت کی قدور قیمت کیا ہے، وقت یا تو بہترین دوست ہے، یا بدترین دشمن ہے، دشمن سے محبت

کر لینااور دوست سے پہلوتہی کر لینا، رنج وغم اور نقصان کو دعوت دینا ہے۔

**مَن عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهٖ . وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إلىٰ رَبكُمْ تُرْجَعُوْن.** (پ۲۶،سورہ جاثیہ،آیت۱۵)

ترجمہ: جو نیکی کرے گا وہ اپنے ذاتی بھلے کیلئے اور جو برائی کرے گا، اس کا وبال اسی پر ہے، پھر تم اپنے پرودگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

نصیحت پر عمل کر لینا خود اس کے لئے ہی مفید ہوتا ہے، مگر شومی قسمت، عقل اور نفس کا غلام، دل کی غلامی پر آمادہ نہیں۔

قدرت نے اس جہاں رنگ وبو کو جس طرح رنگا، رنگ، مختلف ومتضاد اشیاء کا مجموعہ بنایا ہے، اسی طرح انسانوں کو بھی نوع بنوع افکار وخیالات کا حامل بنادیا ہے۔

ارشاد باری ہے **ثمّ اورَثنا الکتٰب الَّذیْنَ اصطفینا مِنْ عبادنا . فمنهم ظالِمٌ لنفسهٖ وَمنهم مقتصد ومنهم سابق بالخیرات ِباذن اللّٰه . وَذالک هُوَ الفضل الکبیر** (سورہ فاطر پ۲۲)۔

پھر ہم نے وارث کئے کتاب کے ان لوگوں کو، جن کو چُن لیا ہم نے اپنے بندوں میں سے، پھر کوئی ان میں بُرا کرتا ہے اپنی جان کا، اور کوئی ان میں ہے بیچ کی چال پر ہے، اور کوئی ان میں آگے بڑھ گیا ہے، خوبیاں لے کر اللہ کے حکم سے، یہی ہے بڑی بزرگی۔

○○○

## ﴿امت محمدیہ کی تقسیم﴾

قرآن نے امت محمدیہ کی تقسیم، ایمان اور اعمال کی بنیاد پر اس طرح کی،
(۱) ظالم (۲) مقتصد (۳) سابق بالخیرات۔

**(۱) ظالم:** جو بعض واجبات میں کوتاہی کرتا ہے اور بعض محرمات کا ارتکاب کرتا ہے۔

**(۲) مقتصد:** جو تمام واجبات شرعیہ کو ادا کرتا ہے اور تمام محرمات سے بچتا ہے مگر کبھی مستحبات کو چھوڑ دیتا ہے، اور مکروہات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

**(۳) سابق بالخیرات:** جو تمام واجبات و مستحبات کو ادا کرتا ہے، اور تمام محرمات و مکروہات سے بچتا ہے، بقول حضرت عائشہؓ یہ تینوں قسم کے لوگ جنتی ہیں، (ابن کثیر، معارف القرآن)

آج کے حالات اور وقت کے تناظر میں تین قسمیں اور بھی ہیں۔

**(۱) پہلی قسم:** جن کے پاس اپنا تو کچھ نہیں، البتہ ان کے پاس اپنا ماضی ہے، جن پر ان کو فخر ہے، ''پدرم سلطان بود'' ان کا وظیفہ ہے، نہ ان کو حال کی خبر ہے، نہ ان کے پاس کوئی عملی منصوبہ ہے، نہ کوئی جدوجہد، نہ ہی کوئی صلاحیت ہے کہ جس سے مستقبل کے تابناک ہونے کے امکانات روشن ہوں، بس ماضی کی یادوں کو تعویذ بنا کر گلے میں لٹکائے پھر رہے ہیں گویا آنکھیں موند کر ابھی تک ماضی میں پڑے ہوئے ہیں۔

اس زُمرے میں کچھ لوگ وہ بھی ہیں، جو ذات، برادری کی لعنت میں گرفتار ہیں، خاندانی نسبتوں کو عزت کا معیار اور بڑائی کا طغرۂ امتیاز سمجھتے ہیں اور اسی کے

سہارے وہ عزت کے متلاشی ہیں، اور بڑائی کے حصول کی خواہش میں جہالت کے دور کی مردہ لاش کو اٹھائے پھر رہے ہیں، نہ ان کو درگور کرنے کا حوصلہ ہے کہ سرمایہ ہی وہی ہے نہ ہی کچھ کرنے کی صلاحیت وقابلیت ہے کہ وقت ان کو سہارا دے سکے اور وہ کچھ کرسکیں۔

علامہ اقبال نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا ہے۔

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو　　نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جن میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو　　بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہونگو نام جو قبروں کی تجارت کر کے　　کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

## نسب، فخر وغرور کیلئے نہیں تعارف کیلئے ہے

اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نسب پر اترانیوالوں سے مخاطب ہوکر فرمایا

ایُّھا الفاخِرُ جھلاً بالنسب ☆ انما الناس لامّ واَب
ھَل تراھُم خُلِقُوا مِنْ فضّۃٍ ☆ اَمْ حَدیدٍ اَمْ نُحاسٍ اَمْ ذھبٍ
بَلْ تَراھُم خُلِقُوا من طینۃٍ ☆ ھَل سوی لَحْمٍ وعَظْمٍ وعَصَب
اِنَّما الفخرُ لعَقلٍ ثابت ☆ وَحیَاءٍ وعفافٍ وَادب

ترجمہ: اے جہالت کی وجہ سے نسب پر اترانے والے سُن! سب لوگ ایک ہی ماں باپ سے ہیں کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے کچھ سونے کچھ چاندی، کچھ لوہے اور کچھ تانبے سے پیدا کئے گئے ہیں، بلکہ تم انہیں دیکھو گے کہ وہ سب مٹی سے

پیدا کئے گئے ہیں اور کیا ان کا جسم، گوشت پوست، ہڈی اور اعصاب کے سوا کسی اور چیز پر مشتمل ہے۔ فخر تو عقل سلیم کیلئے، شرم وحیا، عفت و پاکدامنی اور علم وادب پر ہی زیب دیتا ہے۔

## فخر، نسب پر نہیں علم وادب پر زیبا ہے

کُنْ ابنُ مَنْ شِئْتَ واکتِسبْ اَدباً ❖ یُغنیکَ مَحْمُوْدُهٗ عَنِ النَّسَبِ
فَلَیْسَ یُغْنِی الحَسِیْبَ نِسْبَتُهٗ ❖ بلا لسانٍ لَهٗ وَلا اَدَبِ
انّ الفتیٰ مَنْ یقولُ هَا اَنَا ذا ❖ لَیْسَ الفتیٰ مَنْ یقولُ کانَ اَبی

ترجمہ: علم وادب حاصل کرو، پھر چاہے جس کے بیٹے ہوجاؤ، تمہیں اس کے اچھے اوصاف نسب سے بے نیاز کردیں گے، علم وادب اور زبان وبیان (کی صلاحیت) کے بغیر عالی نسب کو اس کا نسب کچھ فائدہ نہیں دیتا، بیشک جواں مرد وہ ہے جو خود کو پیش کرے، اور کہے میں یہ ہوں، جواں مرد وہ نہیں جو کہے میرے باپ دادا ایسے تھے۔

(دیوان حضرت علی رضی اللہ عنہ)

شاعر ابن الرومی (متوفی ۲۸۳ھ) کہتے ہیں۔

لئن فَخَرْتَ بآباء ذوی حسب ❖ لَقَدْ صَدَقْتَ وَلکِنْ بِئسَ مَا وَلدوا

دیوان ابن رومی ج:۱ ص:۵۲۵

اگر تم اپنے حسب ونسب والے باپ دادا پر فخر کرتے ہو تو تم سچ کہتے ہو، مگر انہوں نے بہت بُری اولاد کو جنم دیا ہے۔

# بشرط ایمان، نسبی تعلق آخرت میں نفع دے گا

فرمان باری ہے وَالذّیْنَ اٰمَنوا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذرّیَتھمُ با یْمَانٍ اَلْحَقنا بِھِمْ ذریتھُمْ. (سورہ طور پ ۲۸ آیت ۲۱)

ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اوران کی اولاد بھی ایمان میں ان کے تابع رہی، یعنی مومن ہوئی، تو ہم ان کی اولاد کو بھی جنت میں انہی کے ساتھ ملا دیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کی ذریت واولاد کوان کے بزرگ آباء کے درجہ میں پہونچادیں گے، اگر چہ وہ عمل کے اعتبار سے اس درجہ کے مستحق نہ ہوں گے، تا کہ ان بزرگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ (رواہ الحاکم والبیہقی فی سننہ والبز ارو ابونعیم فی الحلیۃ، وابن المنذر، وابن جریر وابن ابی حاتم۔ از مظہری)۔

اور طبرانی نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا اور میرا گمان یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا، تو اپنے ماں، باپ اور بیوی، بچوں کے بارے میں پوچھے گا (وہ کہاں ہیں) اس سے کہا جائے گا کہ وہ تمہارے درجہ کو نہیں پہونچے (اس لئے ان کا جنت میں الگ مقام ہے) یہ شخص عرض کرے گا۔

اے میرے پروردگار: میں نے جو کچھ عمل کیا وہ اپنے لئے اوران سب کے لئے کیا تھا، تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حکم ہوگا، کہ ان کو بھی اسی درجۂ جنت میں ان

کے ساتھ رکھا جائے۔ (ابن کثیر)

اولاد صالحین کی وجہ سے والدین کو بھی نفع پہونچے گا، یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔

مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کا درجہ جنت میں اس کے عمل کی مناسبت سے بہت اونچا کردیں گے۔ تو یہ دریافت کرے گا کہ اے میرے پروردگار مجھے یہ مقام اور درجہ کہاں سے مل گیا (میرا عمل تو اس قابل نہ تھا) تو جواب یہ دیا جائے گا کہ تمہاری اولاد نے تمہارے لئے استغفار اور دعا کی، اس کا یہ اثر ہے۔

(رواہ الامام احمد وقال اسنادہٗ صحیح)

**(۲) دوسری قسم:** جن کے پاس نہ تو ماضی ہے، نہ حال، بلکہ بدحال ہیں، ان کی زندگی کا دفتر بداعمالیوں، بیہودہ کاموں، اور روزمرہ کے بیکار مشاغل سے سیاہ ہو چکا ہے۔ نہ تو انہیں اس پر افسوس ہے، نہ تلافی مافات کی فکر، اور نہ آئندہ کچھ کرنے کا عزم، نہ عملی کوئی کوشش، خوابوں کی دنیا میں رہتے ہیں، پھر بھی اچھے مستقبل کی تمنا اور آرزو رکھتے ہیں، جب کہ وقت ان سے پکار کر کہہ رہا ہے۔

وَلَا تَغْفَلْ عَنِ الْاِحْسَانِ فِيْهَا
فَمَا تَدْرِیْ السکونُ مَتٰی یَکُوْنُ

اس وقت اچھے کام کرنے میں غفلت مت کر، کیوں کہ پتہ نہیں کب سکون ہو جائے، اور زندگی کی بہار لٹ جائے، مگر اس کے باوجود ان پر زندگی کا راز آشکارا نہیں ہوتا، نہ ہی وقت کی بربادی کا خیال آتا ہے۔

خوب وناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیونکر
گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرار حیات

فرمانِ نبی ﷺ ہے۔ اَلْکَیِّسُ مَنْ دانَ نَفْسَه وَعَمِلَ لِمَا بَعد المَوْت وَ العَاجز مَنْ اَتْبَعَ نفسَهٗ هَواهَا وتمنّٰی عَلیٰ اللّٰهِ . (ترمذی وابن ماجہ)

عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا، اور موت کے بعد کیلئے عمل کیا، اور عاجز وہ ہے جس نے اپنے آپ کو اپنی خواہش کے تابع کرلیا، اور اللہ سے امیدیں باندھ لیں، ایسے لوگوں کے بارے میں شاعر حکمت محمود بن حسن الورّاق (متوفی ۲۳۳ھ) نے کہا۔

مضیٰ اَمْسُکِ المَاضی شَهیْداً مُعدّلاً وَاَعْقَبَهٗ یومٌ عَلَیکَ جَدیْد
فَاِنْ کنتَ بالامس اقترفْتَ اِسَاءۃً فَثَنِّ بِاحْسَانٍ وَانت حَمِیْد
وَلا تُرَجِّ فِعْلَ الخیر یوماً اِلیٰ غَدٍ لَعلّ غداً یَأتِی وانت فقید
وَیَوْمُکَ اِنْ عَایَنْتَهٗ عَادنَفْعُهٗ اِلَیْکَ وَمَا ضِی الاَمْسِ لَیْسَ یَعودُ

ترجمہ: ماضی جو گذر گیا اس کو معتبر گواہ بنا کر رکھ، جبکہ تیرا حال یہ ہے کہ اس کے پیچھے جو نیا دن آرہا ہے وہ خود تمہارے خلاف ہے۔ اگر کل آپ سے کسی غلطی کا صدور ہو گیا ہے۔ تو نیکی کر کے اس کو ختم کیجئے، یہی قابل ستائش ہے۔ آج کی نیکی کے کام کو کل کی امید پر مت چھوڑو، ہوسکتا ہے کہ کل تو آئے اور تم نہ رہو، اگر تم اپنے ''آج'' کا مشاہدہ کرو (تو دیکھو گے کہ) اس کا نفع تمہیں ہی پہونچ رہا ہے (مگر یہ بات بھی یاد رکھو) کہ گذرا ہوا کل کبھی بھی لوٹ کر نہیں آئے گا۔

**(۳) تیسری قسم:** جن کے پاس نہ تو ماضی ہے، نہ آباء واجداد کے روشن کارنامے، البتہ ان کے پاس عقل سلیم ہے، ہمت وجرأت ہے، اور کچھ کر گذرنے کا حوصلہ ہے۔ جو اس سے خود کہہ رہا ہے۔

زمانے کی یہ گردش جاودانہ ☆ حقیقت ایک تو ، باقی فسانہ
کسی نے دوش دیکھا ہے نہ فردا ☆ فقط امروز ہے تیرا زمانہ

ماضی تو گذر چکا جو کچھ نہیں تھا، مستقبل کا کچھ پتہ نہیں، بس ''امروز'' اپنا ہے، اسی میں سمندر بھی پاٹنا ہے، اور کوہ سے راستہ بھی نکالنا ہے، اور روشن مستقبل کے امکانات بھی تلاش کرنے ہیں۔

اور جب انسان پختہ عزم کر کے کسی چیز کی طلب میں سرگرم عمل ہو جاتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کے ساتھ لطف خاص کا معاملہ فرماتے ہیں، **وَمَنْ یُّرد ثواب الدّنیا نؤتِہٖ منھا وَمنْ یُّرِدْ ثواب الاٰخرۃِ نؤتِہٖ منھا وَسَنجزی الشٰکریْن** (پ۴، آل عمران، ۱۴۵)۔

ترجمہ: اور جو کوئی دنیا میں بدلہ چاہتا ہے، ہم اُسے اس میں سے کچھ دیدیں گے، اور جو کوئی آخرت میں بدلہ چاہتا ہے، ہم اُسے آخرت میں دیدیں گے۔ اور ہم شکر گزاروں کو بہت جلد نیک بدلہ دیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ **مَنْ کانَ یریْدُ حَرْث الاٰخِرۃِ نزدلہٗ فِی حَرْثِہٖ وَمَنْ کان یُریْدُ حَرْث الدّنیا نؤ تِہٖ منھا وَمَا لَہٗ فِی الاٰخرۃِ مِنْ نَّصِیْب**. (سورہ الشوریٰ: ۲۰)

جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو، ہم اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے، اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اس میں سے ہی کچھ دیں گے، اور ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

اب یہ آپ کے ظرف اور فکر کی بات ہے کہ آپ کا مطلوب کیا ہے؟ آپ کے وقت کی قیمت کیا ہے، دنیا کی فانی دولت، ناپائیدار زندگی کی عارضی راحت ولذت، عہدہ ومنصب، عزت وشہرت یا آخرت کی لازوال نعمت اور دائمی جنت، جس پر محنت ہوگی اور وقت کا بیش قیمت سرمایہ جس پر صرف ہوگا رحیم وکریم آقا کی طرف سے اسکو وہی ملے گا، جس کی اس نے کوشش کی ہے ، لَیْسَ لِلانسانِ الاّ مَا سعیٰ. خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے دین کی سمجھ حاصل کی اور آخرت کا سودا کرنے میں اپنی توانائی اور زندگی کی بازی لگادی۔

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

## وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ (انسان) اپنے زمانے کے شرف اور وقت کی قدر کو جانے، ان میں سے ایک لحظہ بھی اللہ تعالیٰ کی قربت کے کاموں کے علاوہ کسی اور چیز میں ضائع نہ کرے اور ان اوقات میں افضل سے افضل عمل کو اپنے آگے بھیجنے کی کوشش کرے۔

ابن قیمؒ فرماتے ہیں: سب سے اعلیٰ اور فائدہ مند فکر وہ ہے، جو اللہ کیلئے اور

آخرت کیلئے ہو، اگر وقت ضائع ہوگیا تو تمام تر مصلحتیں ضائع ہوگئیں، سوتمام تر مصلحتوں کا اصل منبع وقت ہے، جب انسان سے کوئی وقت ضائع ہوجاتا ہے تو اسکا ازالہ کبھی بھی ممکن نہیں ہوتا۔ (الجواب الکافی ۲۰۸)

ابن عطاء نے حِکَم میں فرمایا۔ اوقات میں جو حقوق (واجبہ) ہیں (اگر وہ غفلت یا کسی وجہ سے رہ گئے) تو اس کی قضا ممکن ہے۔ (لیکن خود) اوقات کے حقوق (کہ ان اوقات میں جو کرنا تھا اگر وہ بروقت نہ کئے جاسکے) تو پھر اس کی قضاء (اور تلافی) ممکن نہیں۔

وقت کی مثال میں متنبّی کے ان اشعار کو پیش کیا جاسکتا ہے جو اس نے اپنے ممدوح کی تعریف میں کہا ہے۔

کالبدرِ مِنْ حَیْثُ التَفَتَّ رَأیْتَهٗ یُهدی اِلیٰ عَیْنَیْکَ نُوراً ثاقِباً
کالبَحْر یَقْذِفِ للقریب جواهراً جوداً وَیَبْعَث لِلبَعیْدِ سَحَائِباً
کالشَمْس فِی کبد السّمَاءِ وضوءها یغشی البلاد مشارقا ومغاربا

وقت اس ماہِ کامل کی طرح ہے کہ جہاں سے بھی نظر التفات کرو، وہ تمہاری آنکھوں کو مکمل روشنی عطا کرے گا۔

وقت تو اس سمندر کی طرح ہے، جو اپنی سخاوت کی وجہ سے قریب کیلئے موتی لٹاتا ہے، اور دور کیلئے بادلوں کو بھیجتا ہے۔

وقت تو نصف النہار کے سورج کی طرح ہے جس کی روشنی مغرب ومشرق کے تمام شہروں کو گھیر لیتی ہے۔ (دیوان متنبّی۔ص:۱۱۱)

وقت کی قیمت اور اس کی بربادی کا جائزہ لیجئے تو ہر ہوشمند وہی کہے گا جو وزیر الصالح یحییٰ بن ہبیرہ نے کہا ہے۔

وَالْـوَقْتُ اَنْفَسُ مَا عُنِيْتَ بِحِفْظِهٖ
وَاَرَاهُ أَسْهَـلُ مَـا عَـلَيْكَ يَضِيْعُ

وقت ایک نفیس ترین چیز ہے، اس کی حفاظت کا تم کو مکلّف بنایا گیا ہے، جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہی چیز تمہارے پاس سب سے آسانی سے ضائع ہو رہی ہے۔

وقت کی جن لوگوں نے قدر کی، صدیاں گذر جانے کے بعد بھی آج وہ زندہ ہیں، آج بھی ان کی عظمت اور ان کے عظیم کارناموں کو دنیا خراج تحسین پیش کرتی ہے۔

محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا، مَـا مِـنْ يَـوْمٍ طَـلَـعَـت شمسُـه فيـه اِلَّا يقولُ: مَـنِ اسْتَطاعَ اَنْ يَّعْمَلَ فِيْ خَيْرٍ فَلْيَعْمَلْهُ ، فَاِنِّي غَيْر مُكرّر عَلَيْكُمْ اَبَداً. (الجامع لشعب الایمان۔ج:۵رص:۳۶۰)۔

کوئی دن ایسا نہیں کہ اس میں اس کا سورج طلوع ہو کر یہ نہ کہتا ہو، کہ آج جو شخص کوئی بھلائی کا کام کرسکتا ہے، تو اُسے چاہئے کہ کرلے، اس لئے کہ میں آج کے بعد پھر کبھی لوٹ کر نہیں آؤنگا۔

اور یہی اعلان طلوع ہونے والا سورج ہر روز کرتا ہے، مگر ہماری غفلت نہ تو ہمیں عمل پر اُکساتی ہے، نہ ہی ہمیں کچھ سوچنے دیتی ہے کہ آخر دن کی روشنی کا مقصد کیا ہے؟

سنئے خالق کائنات کی بات: تاکہ دن کی روشنی اور رات کی تاریکی کا فلسفہ معلوم ہوجائے۔ وَجَـعَـلْـنـا اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ آيتين فَمَحَوْنَا اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَا اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْـصِـرَةً لِتبتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعلَمُوا عَدَ د السِّنِيْنَ والحِسَابَ ، وَ كل شئيٍ فَصَّلْنٰه تفصِيْلا. (بنی اسرائیل، آیت۱۲)

ترجمہ: ہم نے رات اور دن کے دونمونے بنائے، اور دن کی نشانی کو روشن کردیا، تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرسکو، اور تاکہ تم معلوم کرسکو گنتی سالوں کی اور حساب، اور سب چیزیں ہم نے بیان کردی ہیں، کھول کر۔

اللہ نے رات اور دن کے آنے جانے کی حکمت، اور اندھیرے اُجالے کی غیر معمولی ضرورت واہمیت کو کھول کر اس طرح بیان کردیا، تاکہ انسان غفلت میں نہ رہے، شب وروز کی گردش کے مقصد کو سمجھے، اور دن کی روشنی سے بھرپور فائدہ اٹھانے اور روزی حاصل کرنے کی فکر میں لگ جائے، لیکن خیالِ رزق میں اپنے خالق ورازق کو نہ بھولے، رات کو الوداع اور دن کا استقبال کرنے سے پہلے اپنے پروردگار کو یاد کرلے، اس کی بارگاہ میں جبین نیاز کو جھکائے اور پھر روزی کی تلاش میں چل پڑے۔

ارشاد باری ہے **فَاذا قُضيَتِ الصَّلوٰة فانتشروا فِي الارض وَابتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰه.** (سورہ جمعہ، پ:۲۸۔آیت:۱۰)

جب نماز پوری کرلو تو زمین میں پھیل جاؤ، اور اللہ کا فضل تلاش کرو، تلاش معاش، اور اسباب رزق کو حاصل کرنے کی طرف بار بار توجہ دلانا، اس کے فضل وکرم کی بات ہے، کیونکہ جملہ اسباب معاش اس نے زمین کی گود میں رکھ دئے ہیں۔

**وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فى الارضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ، قَلِيْلاً مَا تشكرون.** (سورہ اعراف پ:۸، آیت:۱۰)

کھلی بات ہے کہ ہم نے تمہیں رہنے کی جگہ دی اور اس میں تمہارے لئے روزی کے اسباب پیدا کئے، پھر تم لوگ شکر کم ہی ادا کرتے ہو۔

اب دانش مندی تو یہی ہے کہ اسباب روزی، حاصل کرنے کی فکر میں لگ جائے، اوراس بات پرحق تعالی کا شکرادا کرتا رہے، کہ اس نے زمین کے سینے میں ہمارے لئے روزی کے لاکھوں اسباب مہیا فرمادئے ہیں، اور بتا بھی دیا، **وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِين.** (سورہ حجر پ۱۴ آیت ۲۰)

اوراس میں تمہارے لئے روزی کے سامان پیدا کئے، اوران مخلوقات کے لئے بھی جن کو تم رزق نہیں دیتے۔ قسّامِ ازل اپنے بندوں اور اپنی مخلوقات پر کس قدر مہربان ہے، کہ اس نے روزی کے سامان فراہم کئے اوران کے حصول کا راستہ اسباب سے جوڑا، پھر بے شمار اسباب وسائل کو اس لئے پیدا کیا کہ دنیا میں ہر شئی کا وجود وعدم اور ہر چیز کی یافت وبازیافت اسباب کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ اگر اسباب ناپید ہوجائیں تو کسی چیز کا حصول ہی ممکن نہ ہوسکے گا، بلکہ عملی طور پر جدوجہد کا تصور ہی معدوم ہوجائے گا۔

یہ اس کی رحمت کا ہی عام فیضان ہے کہ اس نے دن کو اجالوں کی سوغات دی، تاکہ تم بآسانی اسباب کو تلاش کرسکو جو اس نے تمہارے لئے زمین کی آغوش میں رکھ دئے ہیں، اس احسان کو حق تعالیٰ نے اسطرح بیان کیا ہے۔ **وَجَعَلْنا اللَّيلَ لباساً وَجعلنا النهارَ معَاشاً .** (سورہ نبأ پ۳۰، آیت ۱۱)

ترجمہ: ہم نے رات کو اوڑھنا بنادیا اور دن کو کمائی کرنے کیلئے بنایا

کام کرنے، دوڑ، دھوپ کرنے، مزدوری اور ملازمت کرنے کیلئے روشنی کی ضرورت ناگزیر ہے، ایک طرف ہم نے تم کو راحت واستراحت کیلئے شب کی تاریکی

اور خاموشی عطا کی ،تو دوسری طرف معاش اور اسباب معاش کے حصول کے لئے اُجالوں بھرادن عطا فرمایا، تاکہ اسباب ووسائل کو ڈھونڈھنے میں کوئی دقت نہ ہو، اور ہر شخص اپنی ہمت وطاقت اور صلاحیت کے مطابق خوشگوار زندگی کے اسباب تلاش کر سکے،فتبارک اللّٰہ اَحسن الخالقین.

بیکار کاموں، لایعنی باتوں اور بُرے مشغلوں میں وقت جیسی نفیس ترین دولت کو ضائع نہ کرے، وقت کا درست استعمال ہی منزل تک پہونچنے کیلئے نشانِ راہ اور ہر کامیابی کی ضمانت ہے، ذہن میں رکھئے جولوگ وقت کو برباد کردیتے ہیں وقت بھی ان کو برباد کردیتا ہے۔

وقت برباد کرنے والوں کو ☆ وقت برباد کر کے چھوڑے گا

## ﴿وقت کی رفتار اور اس کا شعور﴾

وقت بادل کی طرح گذر جاتا ہے، یا ہوا کے جھونکے کی طرح چلا جاتا ہے،خواہ خوشی ومسرت کا زمانہ ہو یا رنج وغم کا۔اگر چہ شادمانی کے زمانے جلدی سے گذر جاتے ہیں ،اورغموں کے زمانے آہستہ اور بوجھل گذرتے ہیں ،لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔مگر خوشی سے ہمکنار لوگوں اورغموں کے ماروں کو ایسا محسوس ہوتا ہے۔کسی شاعر نے کہا۔

مَرَّت سنین بالوصال وبالهنا فکانها من قصرها ایام
ثم انثنت ایامُ هجرٍ بعدها فکانها من طولها اعوام

**ثم انقضت تلک السنون واھلھا فکانھا وکانھم احلام**

سالوں ملاقات اور خوشی میں گذر گئے ،مگر لگا کہ وہ بہت مختصر چند دن تھے، پھراس کے بعد جدائی کے ایام آئے ،تو وہ اپنی درازی میں کئی سال معلوم ہوئے ، پھر ان سالوں اوراس کے لوگ ختم ہوگئے ۔تواب وہ زمانے اوراس زمانے کے لوگ خواب ہوگئے ۔ (الوقت فی حیاۃ المسلم)

بچپن کامعصوم زمانہ جوگردوپیش سے بے نیاز ،امروز وفردا کی فکر سے دور،مٹی کے گھروندوں کو بنانے ،بگاڑنے میں لگا رہتا ہے، پھر جب وقت کی گردش اورشب وروز کاالٹ پھیراس کی عمرکومبتدااورمنتہا کے لحاظ سے بڑھاتااورگھٹاتا ہےتوماں باپ کوفکر ہوتی ہے،اوراس سے کہتے ہیں، بیٹے!

بڑھنے لگا ہےقدتو کتابیں اٹھاکے پڑھ مٹی سے کھیلنے کے زمانے نہیں رہے

کتابیں لےاور پڑھنے چلا جا،اب وہ مدرسہ یااسکول جاکرکچھ پڑھتا ہے، کچھ کھیلتا ہے، کچھ دوستوں سے جھگڑکروقت گذارتا ہے،چھٹی ہوتی ہےگھرکی راہ لیتا ہے۔

یہ ہے بچپن کا خوشگواروقت جو ماضی ،حال اورمستقبل کونہیں جانتا اُسےتو کھیل کی دنیا ہر چیز سے زیادہ پیاری اورعزیز ہےمگر ماں باپ کی ذمہ داری اور گوشہ جگر سے ہمدردی کا یہ اسلامی اصول کہ ’’جب وہ سات سال کا ہوجائےتو نماز کاحکم کرو،اور جب دس سال کا ہوجائےتو نماز پڑھنے کیلئے اُسے مارو، یہ تاکید شایداس لئے ہوکہ نماز کی عظمت کااحساس اس کے دل میں جاگزیں ہوجائے ،بچپن کا پاک وصاف دل تو سادہ ورق کی طرح ہوتا ہے، جونقش بھی بنایاجائے آسانی سے بن جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا:

حَرِّض بَنِیک عَلیٰ الاٰداب فی الصغَرِ کَیْ مَا تَقَرّ بِھِمْ عَیْنَاک فِی الکِبَر

وَاِنّـمَـا مثـل الاٰداب تَـجْـمَعُھَـا فِـی عُنفُوانِ الصَّبَا کالنّقْشِ فِی الحجر

ترجمہ: اپنے بچوں کو بچپن میں تہذیب وشائستگی اور علم وادب حاصل کرنے پر آمادہ کرو، تاکہ بڑے ہونے پر ان سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، بچپن میں حاصل کئے گئے علم وادب کی مثال پتھر پر نقش بنانے کی سی ہے، جو کبھی نہیں مٹتا۔ سوچئے! یہ نقش بنانا کس کی ذمہ داری ہے۔

آپ سوچیں، نہ سوچیں، ذمہ داری سمجھیں، نہ سمجھیں، اس موسم میں وقت کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ۔

ماندم کہ خار از پا کشم مُحمِل نہاں شد از نظر

یک لحظہ غافل بودمُ، صد سالہ راہم دور شد

ترجمہ: رکا میں کہ پاؤں سے کانٹا نکالوں، کہ کجاوہ نظر سے اوجھل ہوگیا، ایک لمحہ کیلئے غافل ہوا تھا کہ سو سال کیلئے (کجاوہ سے) دور ہوگیا۔

کا منظر ہوتا ہے، شعور نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ بچپن تو ماضی کی اوٹ میں چھپ چکا ہے اور،.....ع

جوانی سے طفلی گلے مل رہی ہے

جوانی کی جولانی سے سرشار رخشِ عمر اس قدر تیز گام ہے کہ.....ع

نہ ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں

**جوانی کی عمر:** یہی وہ عمر ہے کہ طبیعت کی جولانیاں، بہاروں کی رنگینیاں،

سحر وشام کی نیرنگیاں جوانی کی سرمستیاں، حسن و جمال کی فتنہ انگیزیاں، سب ہمرکاب ہوتی ہیں، اور حشر خیز عمر کا یہی زمانہ، تعمیر وتخریب، صلاح وفساد اور اچھے، بُرے عمل کا نقطۂ آغاز ہوا کرتا ہے۔ دریائے جنوں میں کتنی لہریں اٹھتی ہیں اور فنا ہوجاتی ہیں۔ کتنے فرہاد: کہ وصال یار کی خاطر، ہر ضرب تیشہ ان کے لئے فرحت بخش ہوجاتا ہے، کتنے مجنون! کہ دست وکہساران کیلئے گل وگلزار بن جاتے ہیں، کتنے رازی وغزالی! کہ خون جگر لگا کر کائنات آرزو میں رنگ بھر دیتے ہیں کتنے ابن بطوطہ اور ابن خلدون! کہ منزلیں ان کا استقبال کرتی ہیں، اور سنگہائے میل ان کیلئے راہیں کشادہ کرتے ہیں، اور کتنے ایسے! کہ بلا مقصد راہ نوردی اور جادۂ پیمائی میں عمر عزیز اور وقت گرانمایہ کو گنواں کر، ناکارہ وآوارہ بن جاتے ہیں، اور انہیں محسوس بھی نہیں ہوتا، کہ نوخیز عمر کا زمانہ سیل تند کے بہاؤ میں کتنی مسافت طے کر چکا ہے۔ اور زندگی کا مسافر اس منزل پر پہونچ چکا ہے، کہ ''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

جوانی کی پُر کیف شام وسحر رخصت ہوچکی ہے، گلشن حیات موسم خریف کی زد میں ہے، جذبات اور امنگوں کا طوفان تھم چکا ہے، شب وروز کی گردش کا تسلسل **يُغشِي اللّيْل وَ النَّهَا يَطْلُبهُ حَثيثا** کی صورت میں جاری ہے، اوڑھاتا ہے رات پر دن اس طرح کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے دوڑے چلے آتے ہیں، رات آتی ہے دن چلا جاتا ہے، دن آتا ہے رات چلی جاتی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ شب وروز کی گردش صرف

ایک معمول کا حصہ ہے، ہم یہ نہیں سمجھتے کہ عمر کے بڑھنے اور گھٹنے کا راز بھی اسی گردش میں نہاں ہے، دنیا کا سفر جاری ہے جو قیامت پر منتہی ہوگا، انسان کی زندگی کا بھی سفر جاری ہے۔ وہ بھی قیامت (موت) پر ختم ہوجائے گا **مَنْ مَاتَ فقد قامَتْ قیامَته**، جو مر گیا وہی اس کی قیامت ہے۔

## ﴿ملک الموت سے مکالمہ﴾

کسی نے ملک الموت سے کہا کہ آپ کی گرفتاری کا قانون بھی عجیب ہے، بغیر نوٹس دئے ہی آجاتے ہو، جب کہ ہماری دنیا کا قانون یہ ہے کہ پہلے نوٹس بھیجا جاتا ہے، اس کے بعد گرفتاری کا مرحلہ آتا ہے۔

ملک الموت نے کہا میری عدالت تو اتنا نوٹس بھیجتی ہے کہ اس قدر تو کوئی عدالت نہیں بھیجتی ہے۔ جب آپ بیمار ہوتے وہ، ہمارا نوٹس ہوتا ہے، جب آپ کو بخار آتا ہے، وہ ہمارا نوٹس ہوتا ہے، جب آپ کے بال سفید ہوتے ہیں۔ وہ ہمارا نوٹس ہوتا ہے، جب آپ دادا بنتے ہیں، وہ ہمارا نوٹس ہوتا ہے۔ مگر اے انسان تو غور کرنے پر آمادہ نہیں۔ قرآن کہتا ہے۔ **اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّر فيه من تذكر وجَاءَكُمُ النّذِير فذوقوا فما للظّٰلِمينَ من نصير**. (پ۲۲، سورہ فاطر، آیت ۳۷)

ترجمہ: کیا ہم نے عمر نہ دی تھی تم کو اتنی کہ جس میں سوچ لے، جس کو سوچنا ہے۔ اور پہونچا تمہارے پاس ڈرانے والا، اب چکھو! کہ کوئی نہیں گنہگاروں کا مددگار۔

بقول ابن عباس، عکرمہ، قتادہ، سفیان بن عیینہ یہاں پر **نذیر** سے مراد بڑھاپا

ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اشعار بھی اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں

الشیْبُ عنوان المنیّة ☆ وَھُو تاریخ الکبَر

وبیاض شَعْرک مَوْتُ ☆ شَعْرِکُ ثمَّ اَنْتَ عَلی الاثَرِ

فاذا رایْتَ الشّیْبَ عَمَّ ☆ الرّاسَ فَالحَذارُ الحذر

ترجمہ: بالوں کی سفیدی موت کا مقدمہ اور اس کی دلیل ہے، اور وہ تمہارے بڑے ہوجانے کی تاریخ ہے، تمہارے بالوں کی سفیدی تمہارے بال کی موت ہے پھر سمجھ جاؤ! تمہاری باری ہے، جب دیکھو کہ سفیدی تمہارے سر پر چھا گئی، تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔ اب تو اپنے رب سے لَو لگا، اسی کا ذکر ورِدِ زبان رکھ، سوچ! اب بچا کیا ہے!

بچپن کی شوخیاں گئیں، نوعمری کا زمانہ دیکھتے دیکھتے ختم ہوگیا، دورِ شباب قصہ پارینہ بن گیا، کہولت کی عمر آپہونچی۔ اب تو سنجیدگی سے سوچ لیں جو بھلائی ہوسکے کرلیں۔ اب بھی عمر کے لمحات کو غنیمت سمجھیں، اگر سوچنے میں دیر کردی تو کل کا سورج جب طلوع ہوگا تو بے کسی و بے بسی، ضعیفی اور ناطاقتی کے سوا کچھ بھی باقی نہ بچے گا، دماغ ماؤف ہوگا، آنکھ دیکھنے سے عاجز ہوگی، ہاتھ، پاؤں طاقت سے محروم ہوں گے، ضعف پیری سے اعضاء اور جسم اس قدر نحیف و ناتواں ہوجائیں گے کہ دیکھنے والا تم پر ترس کھانے لگے گا، زندگی، خود پر بوجھ بن جائے گی، عمل کی حسرت تو ہوسکتی ہے، مگر عمل کی قوت نہ ہوگی، افسوس تو ہوگا، مگر ازالہ ممکن نہ ہوسکے گا، تب اس وقت سوچ یہ ہوگی۔

بجھادے اے ہوائے تند مجھ کو

کہ میں بجھنے کی حد تک جل چکا ہوں

## ﴿انسان کے تخلیقی مراحل﴾

انسان کا وجوداوراس کی حقیقت کیا ہے؟ کودتے ہوئے پانی کے(مَاءِ دَافق ) ایک ناپاک قطرے سے اس کے وجود کا آغاز ہوا، اور پھر ہوتے ہوتے ایک دن انسانی پیکر میں ڈھل گیا، دیکھئے ! قرآن نے انسان کے تخلیقی مراحل کو ابتداء سے انتہا تک کس قدر بلاغت کے ساتھ فطری اسلوب میں پیش کیا ہے۔تا کہ انسان اپنی حقیقت سے آشنا ہوجائے قرآن کہتا ہے۔یَا ایُّھَا النّاس ان کنتم فی ریبٍ مِنَ البَعْثِ. فانّا خلقنکمْ مِنْ تراب ثمّ مِنْ نطفةٍ ثم من عَلقةٍ ثمّ مِنْ مُضْغَة مُخَلَّقَةٍ وَغَیر مخلّقهٍ لِنُبَیِّنَ لَکُم وَنُقِرُّ فِی الارحَامِ مَا نَشآ ءُ الیٰ اَجلٍ مُسَمّیً، ثمّ نخْرِجُکم طفلاً ثمّ لتبلغُوا اَشُدّکُمْ ومنکمْ مَنْ یتوفیٰ وَمنْکُمْ مَنْ یُرَدُّ اِلیٰ اَرْذِل الْعُمُرِ لکیلا یَعْلَمَ بَعْد عِلْمٍ شَیئاً. (سورہ الحج پ۱۷ آیت۵)

اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ زندہ ہونے میں کوئی شک ہے تو ذرا سوچو! کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کے ایک لوتھڑے سے، جو کبھی پورا بن جاتا ہے، اور کبھی پورا نہیں بنتا۔تا کہ ہم تمہارے لئے تمہاری حقیقت کو کھول کر بتادیں، ہم تمہیں ماؤں کے پیٹ میں جب تک چاہتے ہیں، ایک متعین وقت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمہیں بچے کی شکل میں باہر لاتے ہیں، پھر تمہیں پالتے ہیں، تا کہ تم اپنی بھرپور عمر تک پہونچ جاؤ، اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو پہلے ہی دنیا سے اٹھا لئے جاتے ہیں، اور تمہیں میں سے بعض وہ ہوتے ہیں،

جن کو بدترین عمر، یعنی انتہائی بڑھاپے تک لوٹا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی کچھ نہیں جانتا، دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الخَلْقِ اَفَلا يَعْقِلُوْن (سورہ یٰسین، پ۲۳، آیت ۲۸)۔

اور جس شخص کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں، اُسے تخلیقی اعتبار سے الٹ ہی دیتے ہیں۔

## ﴿زندگی کے ہنگامے﴾

سوچئے! اور سوچنے کی عادت ڈالئے، تاکہ قدرت کی عیاں اور نہاں حکمتوں اور رازوں کو جان سکیں، اور پھر اس کا بھی ادراک کرسکیں کہ ''وقت کی گردش میں'' سحر کے اُجالے سے شام کے ہنگام تک، رات کے آغاز سے طلوع سحر تک انسان کی تخلیق میں عدم سے وجود تک۔ لاشعور کی منزل سے شعور کی بھرپور قوت تک، اور پھر عقل وشعور کی کرشمہ سازی سے لیکر لاشعور و بے خبری کی عمر تک، کتنے تنوعات، کتنے مراحل، کتنے ادوار، اور کتنے ہنگامے مضمر ہیں۔

کیا تم ان سب کو دیکھ کر بھی نہیں سمجھتے، جو رب ان تمام چیزوں پر قادر ہے وہ بَعْث بَعدَالْمَوْت (موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے) پر قادر کیوں نہیں ہوگا، اور ہم سے ہماری زندگی اور عمر کے ایک ایک لمحہ کا حساب کیوں نہیں لے گا، سب کچھ اس کی دسترس میں ہے، وہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے ایک دن اس کے روبرو ہر ایک کو پیش ہونا ہے، اس لئے دامن وقت کو اعمال صالحہ سے مزین کرنے کی پوری پوری کوشش کیجئے جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانئے اس سے پہلے کہ آواز لگائی

جائے کہ فلاں نہیں رہا۔

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید ، فلاں نماند

ترجمہ: اے شخص عمر کو غنیمت جان اور بھلائی کے کام کر، اس سے پہلے کہ آواز آئے فلاں شخص نہیں رہا۔

زندگی کے ایک ایک لمحہ کی حفاظت کر کے ، ذکر الٰہی سے رب ذوالجلال کو راضی کرنے کی فکر کر لیجئے، اللہ ہم سب کو اس کی توفیق ارزانی عطا فرمائے..... سچ ہے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

## ﴿مکان، موسم اور وقت کا تنوع﴾

اللہ رب العزت نے اس جہان میں، جس میں ہم رہتے بستے ہیں، اس کے نظام شمسی وقمری، برق وباراں، اور زمین کی لاکھوں مخلوقات، جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں، ہوسکتا ہے یہ سب ایک ہی عالم ہو، اور اسی جیسے اور ہزاروں عالَم ہوں۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہ ''عالم چالیس ہزار ہیں، یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ایک عالم ہے، باقی اس کے سوا ہیں''، امام تفسیر حضرت مقاتل سے منقول ہے کہ عالم اسّی (۸۰) ہزار ہیں، چالیس ہزار عالم خشکی میں، اور چالیس ہزار عالم سمندر میں۔ ربیع بن انس نے ابوالعالیہ سے روایت کیا کہ جن ایک عالم ہے۔

انسان ایک عالم ہے، اوراس کے علاوہ زمین کے چار گوشے ہیں، ہر گوشے میں ایک ہزار پانچ سو گوشے ہیں۔ (اللہ نے) ان کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج:۱ص:۲۱۴) واللّٰہ اعلم بالصواب

ان سب کا رب اللہ ہے، رب کے معنی تربیت کے ہیں، اور تربیت کہتے ہیں تمام تر مصالح کی رعایت کرتے ہوئے کسی چیز کو درجہ بدرجہ اس طرح آگے بڑھایا جانا کہ وہ حد کمال کو پہونچ جائے۔

اب اس جہان رنگ وبو کو دیکھئے، جہاں ہزاروں رنگین مناظر، لاکھوں دلکش نظارے اور کروڑوں نفع بخش چیزیں حق تعالیٰ نے مخلوقات کی تربیت، نشو ونما، اوراس کی خوشگوار زندگی کیلئے بنائیں، اوراس تربیت کے نظام کو اس قدر مضبوط، محکم اور محیر العقول بنایا کہ افلاک سے لیکر عناصر تک، ذرات سے لے کر سیارات تک ہر چیز ایک سلسلہ نظام سے اس طرح مربوط ہے کہ اس میں کبھی کوئی خلل واقع ہوجائے یا وہ اپنی افادیت کھودے یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ وہ نظام ہی قادر مطلق کا ہے، جو اپنے حکم پر غالب ہے، وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلیٰ اَمْرِہٖ اور جو اپنے بندوں پر بیحد مہربان ہے، اس نے اپنے بندوں پر کس قدر احسان وانعام فرمائے، نہ تو اس کا شمار ممکن ہے اور نہ ہی اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

زمین کو اس نے فرش بنایا اوراس کے اوپر ستاروں سے مزین، دھیمی، دھیمی روشنی سے جھلملاتی ہوئی نیلگوں، مضبوط ومحفوظ، لامتناہی وسیع وعریض ستون سے بے نیاز ایسی چھت بنادی کہ جس کو دیکھنے سے نہ تو جی بھرے اور نہ کبھی آنکھیں سیر ہوں، نہ کبھی وہ پرانی اور بوسیدہ ہو، قیامت تک خرق والتیام سے پاک، اس خوبصورت آسمانی

شامیانے کے نیچے قدرت نے انسان کی دل بستگی ،نظر افروزی ، جمال وزیبائی ، اور آسائش زندگی سے بھرپور،اورعجائبات سے مالا مال،ایسی ایسی حیران کن اورروح پرور، نافع خلائق چیزیں بنادیں، کہ بے اختیار زبان بولے **فتبارک الله اَحْسَن الخالقین**.

نظر اٹھا کر دیکھیں! کہیں دیوقامت سر بفلک پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اس کی گود میں سنگ راہ سے گذرتی ،ٹکراتی ،کھیلتی ، بل کھاتی ندیاں ،کہیں آبشاروں اور جھرنوں کی جل ترنگ،کہیں فراز کوہ سے رواں شفاف چشمے،کہیں (**مَرَجَ البَحْرَیْنِ یلتقِیان بینهما برزخٌ لا یَبْغِیَان**) . (پ۲۷،سورہ رحمٰن،آیت۲۰)

دوسمندروں کے باہم ملنے کے عجیب وغریب نظارے،کہیں جھیل اور تالاب کی پُر کیف بہاریں،کہیں سیلاب تندوتیز کے تھپیڑوں کی خوفناک آوازیں۔

چشم بصیرت سے ان مناظر کو دیکھئے ، یہ صرف دل جمعی کے سامان نہیں بلکہ مخلوقات سے خالق تک پہونچنے کی علامات بھی ہیں،کیا وہ نہیں دیکھتے **اَفَلا ینظرونَ الیٰ الابِلِ کیف خُلِقَتْ ، وَالیٰ السَّمَآءِ کیْف رُفِعتْ، وَالیٰ الجبال کیف نُصِبَتْ ، وَالی الاَرْضِ کیْفَ سُطِحَتْ.** (پ۳۰،غاشیہ،آیت۲۰۱۷

کہ اونٹ کو کیسے پیدا کیا گیا،آسمانوں کو کیسے بلند کیا گیا، پہاڑوں کو کس طرح نصب کیا گیا۔اورزمین کو کس طرح بچھایا گیا،اوراسے کس قدر بوقلموں بنایا گیا، دیکھئے تو! کہیں سرابوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ،کہیں سرخ پتھروں کی چادراوڑھے،کہیں پیڑ پودوں کا لباس پہنے کوہستانی علاقہ ،کہیں دورتک پھیلے ہوئے بے آب وگیاہ چٹیل میدان ،کہیں گھنے درختوں پر مشتمل وسیع جنگل وبیابان ،کہیں حسین ودلآویز چمن کی

روشیں، کہیں سبز پیرہن میں ملبوس گل بوٹوں سے آراستہ زرخیز زمینیں، کہیں ہزاروں قسم کے چھوٹے، بڑے پھلوں کے خوشنما باغات، کہیں رنگ برنگ پھولوں سے معطر ارض کائنات اور نہ جانے کتنے دل فریب مناظر جو خالقِ ارض وسماء کی قدرت کا عکس جمیل بھی ہیں، اور اس کے معبود برحق ہونے کی دلیل بھی۔

کسی بھی اہل نظر کو شعورِ حق کے لئے
اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی

کاش! ہم سوچتے، لیکن .....ع اتنی فرصت ہی کہاں ہے جو ٹھہر کر سوچتے، اور اس خاموش پیغام کو سمجھتے، جو زبان حال سے گویا ہیں۔

پھول بے پرواہیں، تو گرم نوا ہو یا نہ ہو
کارواں بے حس ہے، آواز درا ہو یا نہ ہو

## موسم کے تغیرات

موسم کی تبدیلی بھی قدرت کی طرف سے بندوں پر بے غایت احسان ہے سردی اور گرمی کے دونوں موسموں کا تذکرہ قرآن نے اپنے مخصوص اسلوب میں بطورِ انعام اس طرح فرمایا۔

**لایلٰفِ قریش، ایلٰفِهِمْ رحلة الشتآءِ وَ الصّیْفِ ، فلیعبدوا ربّ هٰذا البیت.**

ترجمہ: اس واسطے مانوس رکھا قریش کو، ان کو مانوس رکھنا سردی اور گرمی کے سفر سے، تو چاہئے کہ بندگی کریں اس گھر کے رب کی۔

سردی اور گرمی کے موسم میں ملک شام اور ملک یمن کے سفر کو مانوس بنا دینا، یہ بھی اللہ کا انعام تھا، اور اس نعمت کے نتیجہ میں قریش مکہ کو حق تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہئے اور رب البیت کی عبادت میں لگ جانا چاہئے، کیونکہ بیت اللہ ہی ان کے تمام شمائل وفضائل کا سرچشمہ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مکہ والے بڑے افلاس اور تکلیف میں تھے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہاشم نے قریش کو اس کے لئے آمادہ کیا کہ دوسرے ملکوں سے تجارت کا کام کریں، اسطرح قریش مکہ، گرمی اور سردی کے سفر کے عادی ہوگئے، اصحابِ فیل کو ہلاک کر کے اللہ نے سفر کی رکاوٹ اور خطرے کو بھی دور فرما دیا، چنانچہ گرمی کے زمانے میں ملک شام کا اور سردی کے زمانے میں ملک یمن کا آزادی کے ساتھ کسی رکاوٹ کے بغیر بلا خطر تجارتی سفر کرتے انہیں دونوں ملکوں کے سفر پر ان کی تجارت کا دارومدار تھا، اگر تجارتی سفر ان کیلئے منافع کے حصول کا ذریعہ تھا، تو موسم کا اختلاف ان کیلئے قدرت کی طرف سے بڑا انعام بھی تھا۔

موسم کا اختلاف نعمت کی صورت میں تو خود ہمارے سامنے ہے، گرمی کے موسم میں مالدار اور مرفّہ حال لوگ راحت وسکون کی خاطر، شملہ، مسوری، نیتی تال، جیسی جگہوں پر چلے جاتے ہیں، اور سردی کے زمانے میں موسم کی تکلیف سے بچنے کیلئے گرم علاقوں میں بود وباش اختیار کر لیتے ہیں، گویا موسم کا تنوع، تغیر اور اختلاف پوری دنیائے انسانیت کیلئے عظیم احسان وانعام ہے، اگر صرف ایک ہی موسم ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ انسان اس سے اُوب جائے اور موسم کی بے کیفی سے دل برداشتہ ہو جائے، اس لئے

قدرت نے نوع بنوع موسم کے ذریعہ انسان کی راحت اوراس کی دلجمعی کے سامان پیدافرمادئے۔

قرآن کہتا ہے۔وَانْـزَلَ مِـنَ السَّـمـآءِ مَاء اً فَاَخْرجْنَا بِهٖ اَزوَاجاً من نبات شتّیٰ (سورہ طہ پ۱۶،آیت۳۵)

اوراتارآسمان سے پانی، پھرنکالاہم نے اس سے بیشمارنباتات کی قسمیں۔ (جن کااحاطہ بھی انسان کیلئے ممکن نہیں)

قرآن دوسری جگہ اس طرح بیان کرتا ہے۔

وَهُـوَ الّـذیٰ انْـزَل مِـنَ السَّماء مَاء ً، فَاخْرَجْنَا بهٖ نَبَات کلّ شئی فَـاَخْـرَجْـنَـا مِـنْـه خَضِراً نُخرِج مَنْهُ حبّاً مُتَراکباً، وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلعِهَا قِنْوانٌ دانية وَجَنّٰت مِنْ اَعْنٰبٍ وَالزَّيْتُون وَ الرُّمَّان مُشْتَبِهاً وَغَيْر متشَابهٍ، اُنـظُـرُ وا اِلـیٰ ثـمَـرِهٖ اذا اَثْـمَـرَ وَيَنْعِهٖ، انّ فی ذالِكُم لاٰيٰتٍ لِقوم يُؤمنون (سورہ انعام پ۷،آیت۱۰۰)

ترجمہ:اوراسی نے اُتارا آسمان سے پانی، پھرنکالی ہم نے اس سے اُگنے والی ہر چیز، پھرنکالی اس میں سبزکھیتی، جس سے ہم نکالتے ہیں، دانے ایک پرایک چڑھاہوا، اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے، اور باغ انگور کے اور زیتون اور انار کے، آپس میں ملتے جلتے اور جداجدا بھی، دیکھو ہرایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے، اوراسکے پکنے کو، ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے واسطے۔

نظرآئے گا اسی کو یہ جہانِ دوش وفردا
جسے آگئی میسر مری شوخی نظارا

## ﴿جہان دوش وفردا﴾

**فاطر السمٰوات والارض** کی شانِ کریمی اوراس کی نعمتہائے بے پایاں کی ارزانی دیکھئے! تین موسم بنائے۔ موسم سرما، موسم گرما، اور موسم باراں، اوران تینوں موسموں کو تین دور میں تقسیم فرمایا، آغاز موسم، وسط موسم، اورانتہائے موسم، ہر دور کی کیفیت اورنوعیت ایک دوسرے سے بالکل مختلف۔

آغاز: خوشگوار و پر بہار، وسط: جو موسم دور شباب ہوتا ہے بظاہر تکلیف دہ، ناگوار وناسازگار، انتہا: جوعبوری دوراور تداخل کا زمانہ ہوتا ہے، نئے موسم کی آمد آمد ہوتی ہے، اور گذرا ہوا موسم اپنی بساط لپیٹ رہا ہوتا ہے، پھر موسم باراں اور موسم سرما کا امتزاجی زمانہ، اسی طرح سردی اور گرمی کے موسم کا حصہ جو موسم ربیع اور موسم خریف کا دورانیہ ہوتا ہے، ان موسموں کا عبوری زمانہ عجیب وغریب جلوہ سامانیاں لے کر آتا ہے، ہر رنگ میں قدرت کی کرشمہ سازی کا اس قدر ظہور ہوتا ہے، گویا۔

ہے ہر اک رنگ میں ہزاروں رنگ
ایسا جلوہ ہے اس کی قدرت کا

موسم خریف آتا ہے تیز وتند گرم ہوائیں چلتی ہیں، درخت، برگ وبار سے تہی دست ہوجاتے ہیں، لباس شجر تار تار ہوکر بکھر جاتا ہے، ہوائیں ان کی باقیات کو اِدھر اُدھر منتشر کردیتی ہیں، مسافر درخت کی ٹھنڈی چھاؤں کو ترس جاتا ہے، اس وقت ایسا لگتا ہے۔

چمن سے روتا ہوا موسم بہار گیا
شباب سیر کو آیا تھا سوگوار گیا

پھر موسم کروٹ لیتا ہے، ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں، بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے، دھول اڑاتے صحرا مرغزار بن جاتے ہیں، درخت کی ننگی شاخیں، نرم ونازک پتوں کی چادر اوڑھ لیتی ہیں، چمن کے نازک اندام پودوں اور درختوں کی ہری بھری شاخوں پر رنگا رنگ پھول کھلنے لگتے ہیں، باغوں سے لیکر بیابانوں تک پتہ پتہ بہاروں کے رسول بن جاتے ہیں گویا۔

جنبش موج نسیم صبح گہوارہ بنی
جھومتی ہے نشۂ ہستی میں ہر گل کی کلی

ہر طرف شادابی وزرخیزی، ہر جسم پر تازگی وتوانائی، ہر جاندار پر کیف ومستی کی بہاریں اپنا رنگ جما لیتی ہیں، رات، بھینی بھینی خوشبو سے معطر ہو جاتی ہے اور صبح زبان حال سے کہتی ہے۔

باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرام حیات

**فسُبحٰن اللّٰہ حین تُمسُونَ وَحِینَ تُصبِحُون:** خالق کائنات کی ان نعمتوں پر جس قدر ہو سکے شکر ادا کریں تا کہ اس کی مزید نعمتوں سے بہرہ ور ہو سکیں۔

○○○

## ﴿قدرت کی بے مثال صناعی﴾

پھولوں سے پھلوں کی نمود ہوتی ہے، پھل کا چھوٹا سا بے رنگ و بے مزہ دانا، ایک دن خوش ذائقہ شیریں اور خوبصورت پھل بن جاتا ہے، دنیا سامان پہلے بناتی ہے، پھر اس کی پیکنگ کرتی ہے، قدرت پہلے پیکنگ کرتی ہے، پھر سامان بناتی ہے۔

سنترے کو سامنے رکھئے اور خالق کی بے مثال صناعی کو دیکھئے، کہ کس طرح سنترے کے اندر جو ہر طرف سے پیک ہے، اس کے اندر ہی اندر قاشیں بنتی ہیں، اوران بند قاشوں میں کس طرح خوش ذائقہ وٹامن سی کی چھوٹی چھوٹی، بوتلیں بے حد ترتیب سے سجی ہوتی ہیں، پھر وہ تمام قاشیں، باہم مربوط ہوکر، کُروی شکل اختیار کر لیتی ہیں، جس پر سفید رنگ کی مہین (پیکنگ) جھلّی چڑھی ہوتی ہے، پھر اس کے اوپر سبز رنگ کی دبیز پیکنگ ہوتی ہے، جس کو آپ چھلکا کہتے ہیں، جو انتہائی بدذائقہ اور کڑوا ہوتا ہے، پھر جب وہ پک جاتا ہے تو اس کا رنگ زرد سُرخی مائل اور جاذب نظر ہوجاتا ہے، کبھی آپ نے اس پر غور کیا کہ جس خالق و مالک نے سنترے کے پھل کو پیدا کیا، اس نے اوپر سے لے کر اندر تک، پیکنگ کا اس قدر زبردست اہتمام کیوں فرمایا، کہ تہ بہ تہ مختلف انداز سے چار قسم کی پیکنگ کی، ظاہر ہے کہ یہ سب اہتمام بندوں کیلئے تحفظات کی خاطر کیا گیا۔ پھل کے اندر سامان کی پیکنگ شاید اس لئے کی گئی کہ باہر سے کسی قسم کے جراثیم اس میں راہ نہ پاسکیں، پھر اس کو اس قدر محفوظ پیک کیا گیا، تاکہ کیڑے مکوڑوں کے زہریلے اثرات سے ہمہ وقت اس کی حفاظت رہے۔

کیا شان ہے قادر مطلق اور اس کی صنعت گری کی وَلَــهُ الـكبـريـاء فـى السـمٰوات والارض. بڑائی اور کبریائی تو اسی کی ہے آسمان وزمین میں، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہر تصرف اسی کی اجازت پر موقوف ہے، ہوائیں اُسی کے حکم سے چلتی ہیں، ابر باراں اسی کے حکم سے برستا ہے، پھولوں میں پھل اُسی کے حکم سے لگتے ہیں، پھر ان سے رزق وہی عطا کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَهُـوَ الّـذى اَرْسَـلَ الـرِّيٰـحَ بُشْـراً بَيْـنَ يَـدَىْ رَحْمَتِهٖ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّـماءِ مَآ ءً طهُوْراً، لِنُحييَ بِهٖ بَلْدَةً مَيْتاً وَ نُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَا اَنْعَاماً وَاَنَا سِىَ كَثِيْراً ، وَلَقَدْ صَرَّفنٰـهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّروا ، فَاَبىٰ اَكثرا لنَّاس الا كفوراً .

(سورہ فرقان، پ۱۹، آیت ۵۰)

ترجمہ: وہی تو ہے جو اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں، اور ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں، جو پاک وصاف کرنے کی چیز ہے، تا کہ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں جان ڈالدیں، اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چار پایوں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کریں، اور ہم اس پانی کو (بقدر مصلحت) ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تا کہ لوگ غور کریں (کہ یہ تصرفات کسی بڑی قدرت والے کے ہیں کہ وہی مستحق عبادت ہے، چاہئے تھا کہ غور کر کے اس کا حق ادا کرتے لیکن) اکثر لوگ ناشکری کئے بغیر نہ رہے۔

ان نعمتوں کا تذکرہ اور بار بار اس کا اعادہ، خالقِ کائنات اسی لئے کرتا ہے، تا کہ انسان خیالی معبودوں کو چھوڑ کر وحدہٗ لاشریک لہٗ سے اپنا تعلق جوڑے۔ پڑھئے: اس آیت کو اَلَّـذِىْ جَعَـلَ لَـكُـمُ الارضَ فـراشاً وَ السَّمَاء بنَاءً وَاَنْزَلَ مِنَ

**السَّمَاء مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَمرٰتِ رِزْقاً لَكُمْ فَلا تجعَلُو اللهِ اَنْدَاداً وَاَنْتُمْ تَعْلَمُون.** (سورہ بقرہ پ۱،آیت۲۲)۔

جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت، اور اتارا آسمان سے پانی، پھر نکالے اس سے میوے، تمہارے کھانے کے واسطے، سو نہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے مقابل اور تم جانتے ہو۔

اللہ رب العزت نے اس آیت میں کس قدر جامعیت اور ایجاز کے ساتھ آفاقی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) **پہلی نعمت**: زمین کو انسان کیلئے فرش بنایا۔ (۲) **دوسری نعمت**: آسمان کو مزین، نظر فریب چھت بنایا۔ (۳) **تیسری نعمت**: آسمان سے پانی برسایا۔ (۴) **چوتھی نعمت**: اس پانی کے ذریعہ ہر قسم کے پھل پیدا کئے اور پھر ان پھلوں کو انسان کی غذا بنادی۔ بتایئے! ان نعمتوں کے پیدا کرنے میں کیا اللہ کے سوا کسی کو دخل ہے؟ تو ہر شخص یہی کہے گا، **وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السّمٰوٰاتِ والارضَ وَسَخَّر الشَمسَ والقَمرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰه.** (سورہ عنکبوت، آیت۶۱)

اگر تم ان سے پوچھو! کہ کس نے زمین وآسمان پیدا کئے اور سورج اور چاند کو کام میں لگایا؟ تو کہیں گے اللہ۔

**وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّل مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَاَحْيَا بِهٖ الاَرضَ مِنْ بَعْدِ موتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰه قل الحَمْدُلِلّٰه بَلْ اَكثر هُمْ لا يَعقِلون .** (سورہ عنکبوت، آیت۶۳)

اور اگر تم ان سے پوچھو! کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس سے زمین کو زندگی عطا کی، اس کے مردہ ہونے کے بعد؟ تو جواب میں کہیں اللہ!

آپ کہئے: **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ!** اقرارتو ہے، کہ خالق ارض وسماوات تو صرف اللہ ہی ہے، یقین تو ہے کہ سب کچھ اللہ کی قدرت کاملہ اور اسکی حکمتِ بالغہ کا ہی نتیجہ ہیں، اس کے باوجود اس کو مانتے نہیں، اس لئے کہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے، جس کی وجہ سے بدیہی چیز بھی ان پر مخفی رہ جاتی ہے۔ انسان: اگر غور وفکر سے کام لیتا، تو اس پر رب العالمین کی قدرت یقیناً آشکارا ہوتی، زمانے کے تصرفات اور موسم کے تغیرات کو دیکھ کر کچھ نہ کچھ اس کی حکمتوں کا ادراک ہوجاتا، جو اس کے لئے ہدایت کا سبب بن جاتی، کیونکہ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، **فِعل الحکیم لا یَخلوا عن الحکمۃِ.**

ہر تغیر ہے غیب کی آواز
ہر تجدد میں ہے ہزاروں راز

## ﴿سردی گرمی اور موسم باراں﴾

سردی، گرمی اور برسات میں رب العالمین کے ہزاروں راز پنہاں ہیں، جن کا کما حقہ ادراک کرلینا انسان کے بس کی بات نہیں، ہم تو ان موسموں کے تغیرات میں بظاہر اپنے حالات کے لحاظ سے نفع ونقصان کا فیصلہ کرتے ہیں، اصل حقیقت نظروں سے اوجھل رہتی ہے، اور وہ نہیں جانتے کہ **مَصَائِبُ قَوْمٍ عِنْدَ قَوْمٍ فَوائِد**، اگر ایک چیز کچھ لوگوں کیلئے مصیبت ہے تو وہی چیز دوسروں کیلئے سامان منفعت ہے۔

چمکنے والے مُسافر! عجب یہ بستی ہے
جو اَوْج ایک کا ہے دوسرے کی پستی ہے

قدرت نے زمانے کی گردش اور موسم کے تنوّعات میں بڑی نعمتیں چھپادی ہیں، جس کا ہمہ وقت مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، سردی کی شدّت سے جب لوگ بے حال ہوجاتے ہیں، تو آہستہ آہستہ گرمی، مسیحائی کے لئے اپنی بہاریں، ساتھ لے کر آجاتی ہے، پھر جب گرمی اپنے عروج کو پہونچتی ہے اور ہر شخص بے چین وبیقرار ہوجاتا ہے۔ تو! ٹھنڈی اور خوشگوار ہوائیں راحت وسکون کا سامان لے کر آجاتی ہیں، اور کبھی کبھی گرمی کی شدت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ لگتا ہے، آسمان سے شعلہ برس رہا ہو، اور زمین آگ اُگل رہی ہو، تو اس وقت پریشانی کا عالم یہ ہوتا ہے کہ نہ دن کو چین نہ رات کو آرام، کیا آفت! کیسی مصیبت! شعلہ بار آفتاب قہر برپا کر کے چھپ بھی جاتا ہے، تو بھی حرارت کی سوغات رات کے حوالہ کر جاتا ہے، اس وقت ہر زبان پر بارش کا وظیفہ ہوتا ہے، ہر نماز میں بارانِ رحمت کے لئے دعائیں، جگہ جگہ نماز استسقاء کا اعلان، سوچئے! چند ماہ گذرتے گذرتے انسان کس قدر پریشان ہوگیا، کہ صبر وضبط، سب کچھ جاتا رہا۔ اگر تاحیات، موسم ایک حال پر ٹھہر جاتا، تو انسان کا کیا حال ہوتا۔ اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ گرمی کی چندروزہ شدت سے جب زندگی بوجھ بن گئی۔ اور اس بیکسی کے عالم میں جب سکون کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو پھر وہ عاجزی وانکساری اور پوری توجہ کے ساتھ اپنے رب کو پکارتا ہے، تو اللہ رحیم وکریم اپنے بندے کی پکار کو سنتا ہے، اس کا خود فرمان ہے۔

**اَفَمَنْ یُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذا دَعاهُ وَیکشفُ السُّوْءَ.** بھلا کون پہونچتا ہے بیکس کی پکار کو، جب وہ اسکو پکارتا ہے، اور دور کردیتا ہے سختی کو لیکن تم کم دھیان

دیتے ہو۔اور یہ تو اللہ کی عادت ہے، کہ جب بھی کسی مصیبت زدہ نے اس کی بارگاہ میں فریاد کی،تو اس نے اس کی فریادرسی کی **فکشفنا مَابِهِمْ مِنْ ضُرٍّ** تو ہم نے ان سے تکلیف کو دور کردیا، جب کسی نے گرمی کی تکلیف میں دُعائیں اور التجائیں کی،تو اسکی رحمت نے سہارادیا **وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاء مَاءً فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْم**.(سورہ لقمٰن آیت۱۰)

ترجمہ: اوراُتارا آسمان سے پانی، پھراُگائے زمین میں عمدہ قسم کے جوڑے، سورہ واقعہ میں ہے، **وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَآءً ثَجَّاجاً** اورہم نے اُتارا بھرے ہوئے بادلوں سے پانی کا ریلا، پھراس نے پوچھا!**ءَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْن** .(سورہ نبأ) کیا بارش کا پانی سفید بادلوں سے تم نے اُتارا ہے یا ہم اس کے اُتارنے والے ہیں۔

تو جواب میں کیا کہے گا؟ خالقِ ارض وسمٰوات کو رب مانے یا نہ مانے،لیکن مجبور ہوکر اعتراف میں وہی کہے گا، جو قرآن نے کہا ہے،**لیقولنّ اللّٰه** ! کیونکہ ہمہ وقت وہ دیکھ رہا ہے کہ موسم کا تغیر، خوشگوار اور فرحت بخش ٹھنڈی ہواؤں کا چلنا، پھر بارانِ رحمت کا نزول،سب کچھ اللہ کی مشیت پر ہی موقوف ہے،اس میں ذرہ برابر بھی کسی کو دخل نہیں۔

سوچئے! جب اس قدر بندوں پر نعمتوں کا فیضان ہے،تو پھر اسکا تقاضا تو یہی ہے کہ ہماری زبان پر شکر کے کلمات ہوں، اور ہماری جبین نیاز اس کی بارگاہ میں خم

ہو جائے، لیکن ہوتا کیا ہے، اس کیفیت کو قرآن ناطق سے سنئے۔

**اللّٰہُ الَّذِی یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فتثیر سَحَاباً فَیَبْسُطُه فِیْ السَّمَاءِ کَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ کِسفاً فَتَری الودقَ یَخرُجُ مِن خِلالِهٖ فاِذا اصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ اذاهمْ یَسْتَبْشِرون.** (سورہ روم پ۲۱، آیت ۴۸)

اللہ وہ ہے جو چلاتا ہے ہوا، پھر وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو، پھر پھیلا دیتا ہے ان کو آسمان میں جس طرح چاہے، اور رکھتا ہے اس کو تہ بہ تہ پھر تو دیکھے کہ مینہ نکلتا ہے، اس کے بیچ سے، پھر جب اسکو پہونچا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے، اپنے بندوں میں، تب ہی وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں۔

گویا وہ خوش ہیں اس بات پر کہ مقدر نے یاوری کی، اس لئے وہ منعم حقیقی کے شکر کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے، مگر جب وہ نعمتیں زوال سے دوچار ہو جاتی ہیں تو پھر ان کا عمل کیا ہوتا ہے، قرآن کہتا ہے۔

**وَلَئِنْ ارسَلْنا ریحاً فَرَاَ وهُ مُصْفرّاً لَظَلُّوا مِنْ بَعْدِهٖ یکفرون.** اگر ہم بھیجیں ایک ہوا، پھر وہ دیکھیں کھیتی کو کہ زرد پڑ گئی، تو وہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگتے ہیں۔

موسم کے تغیر میں کتنی نعمتیں اور کتنی مصلحتیں ہیں، ہمیں معلوم نہیں، اس لئے نفع ہوتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں، اور نقصان ہوتا ہے تو کبیدہ خاطر اور شکوہ سنج ہو جاتے ہیں، اور یہ حالت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حقیقت سے واقفیت نہیں، قرآن اس سلسلے میں کہتا ہے، **عَسیٰ اَنْ تَکْرهوا شیئاً وَهُوَ خَیْرٌ لَکُمْ وَعَسیٰ ان تحبُّوا شَیْئاً**

**وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ ، والله يَعْلم وانتم لا تَعْلمُوْن** (سورہ بقرہ پ۲،آیت۲۱۶).

ترجمہ: اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور ہوسکتا ہو کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

چونکہ ہر شئی کی حقیقت سے اللہ واقف ہے، تم اس کی خبر نہیں رکھتے۔ اس لئے کسی چیز کے اچھے اور بُرے ہونے کا فیصلہ اپنی خواہش اور اپنی پسند و ناپسند سے مت کرو، اگر ذرا عقل سے کام لو تو یہ بات تم پر عیاں ہو جائے گی کہ دشواری کے بعد آسانی، یا آسانی کے بعد دشواری زندگی کا لازمہ ہے بالکل اسی طرح نقصان کے بعد نفع یا نفع کے بعد نقصان، زندگی کا ایک حصہ ہے گویا نفع وضرر میں وہی رشتہ ہے، جو بہار وخزاں، مسرت وغم اور روز وشب کا ایک دوسرے کے ساتھ ہے۔

**وَاللّٰـه قَـدْ جَعَل الايَّامَ دائرةً**

**فـلا ترى راحَة تَبْقىٰ وَلا تعبا**

اللہ نے زمانے کو سدا گردش میں رکھا ہے، لہٰذا یہاں آرام مستقل رہے گا اور نہ مشقت۔

وقت کبھی بھی ایک جیسا ہمیشہ نہیں رہتا، کیونکہ سکون اسکا مقدر نہیں، اس لئے ہر حال میں پروردگار کا شکر ادا کرنا چاہئے، کہ یہی زندگی کے ہر موڑ پر کامیابی کی کلید ہے۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

○○○

## ﴿شکراورکفران نعمت﴾

قرآن نے شکر کی اہمیت وفضیلت اور ناشکری پر مصیبت وہلاکت کا مختلف انداز سے بار بارتذکرہ کیا۔

کہیں فرمایافَاذکرونی اذکرکُمْ واشکروالی ولا تکفرون (پ۲، بقرہ،آیت۱۵۲)

تم مجھے یادکرو میں تجھے یادکرونگا،اورتم میرااحسان مانواور ناشکری مت کرو، ذکر کے اصل معنی دل سے یادکرنے کے ہیں،زبان سے ذکرکرنے کوبھی ذکراسلئے کہاجاتاہے کہ زبان دل کی ترجمان ہوتی ہےاس سے معلوم ہوا کہ ذکرزبانی وہی معتبر ہوتاہے،جس کے ساتھ دل میں بھی اللہ کی یادہو۔مولانا روم نے کہا۔

برزباں تسبیح ، دردل گاؤخر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

تاہم محض زبان سے ذکربھی فائدہ سے خالی نہیں کہ ایک عضوتو طاعت میں لگا ہوا ہے،اللہ تعالیٰ نے انسانوں کواس قدر بیشمارنعمتیں عطا کی ہیں کہ ان کوشمارنہیں کیا جاسکتا،انسان اپنے خالق ومالک کی ان نعمتوں سے ہمہ وقت فائدہ تواٹھاتاہے،لیکن اس کی کبریائی پرغورنہیں کرتاہے جب کہ وہ بندوں کوبار باراپنی طرف متوجہ کرتاہے کہ۔

اللہ وہ ہےجس نے آسمان اورزمین بنائے اوراتاراآسمان سے پانی،پھراس سے تمہاری روزی اورمیوے نکالے،اورمسخرکیاتمہارے لئے کشتی،کہ چلے دریامیں

اس کے حکم سے، اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے ندیوں کو، اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو ایک دستور پر، اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے رات اور دن کو، اور پھر کہا وَاٰتٰکُمْ مِنْ کُلِّ مَاسأَلْتُمُوْہ ، وَاِنْ تَعُدّ وا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھا اِنَّ الانْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفّار (پ۱۳، ابراہیم، آیت ۳۴)۔

اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی (جو تمہارے مناسب حال تھی) اور اللہ کی نعمتیں اس قدر بیشمار ہیں، کہ (اگر ان کو) شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے (مگر) سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر اور شکر نہیں کرتا۔

سوچیئے! کہ غور وفکر کیلئے ہی اللہ نے اپنی نعمتوں کو بار بار مختلف انداز سے بیان کیا، تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی، پھر زمین ہو جاتی ہے سرسبز، بیشک اللہ بہت مہربان، سب باتوں کی خبر رکھنے والا ہے، تو نے نہیں دیکھا! اللہ نے بس میں کر دیا جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کو جو چلتی ہے دریا میں اس کے حکم سے وہی آسمان کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے، بیشک اللہ لوگوں پر نرمی کرنے والا مہربان ہے، پھر فرمایا، وَھُوَ الَّذِیْ اَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثمَّ یُحیْیْکُم اِنَّ الانْسَانَ لکفُور (پ۱۷، الحج، آیت ۶۶)۔

اور وہی ہے جس نے تم کو زندگی دی، پھر تم کو موت دے گا، پھر (قیامت میں) تم کو زندہ کرے گا، (ان انعامات کا تقاضا تو یہ تھا کہ لوگ اللہ کی وحدانیت اور اسکے شکر کو اختیار کرتے مگر) واقعی انسان بڑا ناشکرا ہے۔

سوچیئے! گرمی، سردی اور بارش کا زمانہ کس قدر خوشگوار ہوتا ہے لیکن یہی اگر اپنی حد سے تجاوز کر جائیں، تو انسان کیلئے ہلاکت وتباہی کا سامان بن جاتے ہیں، اسی فلسفہ کو قرآن نے دن اور رات کو ذکر کر کے اس طرح بیان فرمایا۔

کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کیلئے قیامت تک رات ہی رہنے دیتا تو خدا کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہارے لئے روشنی کو لے آتا (اور اس کے برعکس) اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کیلئے قیامت تک دن ہی رہنے دیتا تو خدا کے سوا کون سا معبود ہے، جو تمہارے لئے رات کو لے آتا، جس میں تم آرام پاؤ (اسکے بعد فرمایا)۔

**وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لكمُ الّيْلَ وَالنَّهارَ لِتَسْكنوا فِيْهِ وَلتبتغوا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكم تشكرون،** (پ۲۰،قصص،آیت۷۳)۔

اور اپنی مہربانی سے بنادئے تمہارے واسطے رات اور دن تاکہ رات میں آرام کرو، اور دن، تاکہ اس میں سکون پاؤ، اور اس کی روزی تلاش کرو اور (ان دونوں نعمتوں پر) تم (اللہ کا) شکر ادا کرو۔

## ﴿نعمتوں کا ذکر شکر پر ترغیب دلانا ہے﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں نعمتوں میں پاکیزہ رزق حلال کا تذکرہ اس طرح فرمایا، **فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰه حَلالاً طيباً ، وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيّاهُ تَعْبُدُون** ، (پ۱۴،نحل،آیت۱۱۴)

کھاؤ پاکیزہ حلال رزق جو ہم نے تم کو دیا ہے، اور شکر کرو اللہ کے احسان کا اگر

تم اسی کی عبادت کرتے ہو،اسی مفہوم کودوسری جگہ ایمان والوں کومخاطب کر کے فرمایا۔

**یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوا مِنْ طَیِّبٰتِ مَارَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوا للّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْن** (پ۲،البقرہ،آیت۱۷۲)۔

اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں جوروزی دی ہم نے تم کو،اورشکر کرواللہ کا اگرتم اسی کے بندے ہو۔

اس میں حلال وطیب چیزوں کے کھانے کاحکم ہے،اس لئے کہ حلال کھانے سے ایک نور پیدا ہوتا ہے،اخلاق رذیلہ سے نفرت اوراخلاق فاضلہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے،عبادت میں دل لگتا ہے گناہ سے دل گھبراتا ہے۔دعاءقبول ہوتی ہے،اس کے برعکس حرام کھانے سے،اخلاق ذمیمہ پیدا ہوتے ہیں،عبادت کا ذوق جاتا رہتا ہے، دعاءقبول نہیں ہوتی۔

اس میں اشارہ ہے کہ نیک عمل کرنے میں رزق حلال کو بڑا دخل ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بہت سے لوگ طویل السفر ، پریشان حال، اللہ کے آگے دعاء کیلئے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یارب، یارب پکارتے ہیں،مگران کا کھانا حرام،ان کا پینا حرام،ان کا لباس حرام،ان کی غذا حرام،ان حالات میں ان کی دعاء کہاں قبول ہوسکتی ہے۔(صحیح مسلم،کتاب الزکاۃ حدیث۱۷۶۵)

لہٰذا جب ہم نے پاکیزہ چیزیں مرحمت فرمائی ہیں تو ان میں جو چاہو کھاؤ،اللہ کی طرف سے نعمت سمجھ کر کھاؤ،اور بندگی کا تعلق یہ ہے کہ تم اس پر اسکا شکرادا کرو۔

ایک جگہ اپنے احسان کا ذکر اس طرح فرمایا:**وَتَرَی الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیْہِ**

لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ (پ۲۲، فاطر، آیت۱۲)۔

اورتم دیکھتے ہو جہازوں کو کہ چلتے ہیں پانی کو پھاڑتے ہوئے تاکہ (تم ان کے ذریعہ سے سفر کرکے) اسکی روزی ڈھونڈو اور تاکہ (روزی حاصل کرکے) تم اللہ کا شکر ادا کرو۔

## ﴿نعمتوں کی بقاء اور زیادتی شکر کرنے میں ہے﴾

جو بندہ اللہ رب العزت کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمتیں واپس لے لیتا ہے، چنانچہ ابن عطاء اللہ السکندری اپنی کتاب ''الحکم العطائیۃ'' صفحہ:۱۱ پر لکھتے ہیں، مَنۡ لَمۡ يَشۡكُرِ النِّعَمَةَ فَقَدۡ تَعرّض لِزَوَالِهَا وَمَنۡ شكر هَا فَقَدۡ قَيّدهَا بِاِقالهَا :جوشخص نعمتوں پر شکر ادا نہیں کرتا وہ اس کو زوال کیلئے پیش کردیتا ہے، اور جو نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے وہ اسکو نکیل لگا کر اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔

نعمت پر شکر گذاری کا صلہ رب کی طرف سے یہ ہے لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ (پ۱۳، ابراہیم، آیت ۷)۔

اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کروگے تو ہم اپنی نعمتیں تمہیں اور زیادہ عطا کریں گے۔ اور یہ زیادتی نعمتوں کی مقدار میں بھی ہوسکتی ہے اور ان کے بقاء ودوام میں بھی۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جس شخص کو شکر ادا کرنے کی توفیق ہوگئی وہ کبھی نعمتوں میں برکت اور زیادتی سے محروم نہ ہوگا۔

شکر گذاری کی تاکید اللہ کی طرف سے اس لئے نہیں کہ اس میں اسکا کچھ فائدہ

ہے بلکہ یہ تاکید بسبب رحمت بندوں کو فائدہ پہونچانے کیلئے ہے۔

**حکایت:** کہتے ہیں کہ ایک بڑے میاں تھے، جو بہت نیک طینت، خداترس اور شکرگذار تھے، خالق کائنات انہیں بے تحاشا نعمتیں دے رہا تھا ہم ہوتے تو وہ ان نعمتوں کو پاکر خوش ہوتے مگر وہ فکرمند ہوگئے کہ کہیں میرے اچھے کاموں کا بدلہ دنیا ہی میں نہ دیا جارہا ہو، اور جب دربار خداوندی میں حاضری ہوتو مجھ سے کہہ دیا جائے **اَذهَبْتُمْ طيّبا تكُمْ فى حَيَاتِكُم الدُّنيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بها** (پ۲۶،احقاف،آیت۲۰)

ضائع کئے تم نے اپنے مزے دنیا کی زندگانی میں اوران کو برت چکے۔(یعنی ہم نے تمہارے اچھے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا،اب آخرت میں تمہارا کچھ حصہ نہیں۔

حالانکہ یہ آیت کافروں کیلئے ہے،مومنین کیلئے یہ حکم نہیں، کہ اگر دنیا میں کسی کو نعمت اور مال ودولت وغیرہ مل جائیں تو وہ آخرت کی نعمت سے محروم ہوجائے، چونکہ اس آیت میں عتاب وعقاب ان کے دنیاوی لذتوں میں منہمک رہنے کی بناء پر کیا گیا، اس لئے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ وتابعین نے لذائذ دنیا کو ترک کرنے کی عادت بنالی، جیسا کہ ان کی سیرت اس پر شاہد ہے۔ **وَقَدْ تورع (امیر المؤمنین) عمر بن الخطابؓ عن کثیر من طیبات الماکل والمشارب وتنزه عنها ویقول (انی) اخاف ان اکون کالذین قال اللّٰه تعالیٰ لهم وقرعهم (اذهبتم الخ.) فلمّا وبّخ اللّٰه الکافرین بالتمتع بالطیبات فی الدینا اٰثر النبیّ صلی اللّٰه علیه واصحابهٖ والصّالحون اجتناب اللذات فی الدنیا رجاء ثواب الآخرة.**

**عن عمر قال دخلت علیٰ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا ھو مضطجعٌ علیٰ رمال حصیر قد اثرالرمال بجنبہٖ فقلت یا رسول اللّٰہ ادع اللہ فلیوسع علیٰ اُمتِک فاِن فارس والروم، قد وسع علیھم وھم لا یعبدون اللّٰہ فقال اولئک قوم عجّلوا طیبا تھم فی الحیاۃ الدنیا .**

**عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنھا انھا قالت مَاشبع اٰل محمد ﷺمن خبز الشعیریومین متتابعین حتی قُبض رسول اللہ ﷺ قال جابر بن عبداللّٰہ رأی عمر بن الخطاب لحماً معلقا فی یدیی ، فقال ما ھذا یا جابر ؟ قلت: اشتھیت لحماً فاشتریتہٗ، فقال عمر او کلما اشتھیت شیئا یا جابر ، اشتریت ، امَا تخاف ھٰذہٖ الاٰیۃِ: اذھبتم طیباتکم الخ.(بغوی)**

امیرالمؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھانے پینے کی بہت سی لذیذ چیزوں سے پرہیز کرتے تھے، اوراس سے بچتے تھے۔اور کہتے تھے کہ میں ڈرتا ہوں اس بات سے کہ کہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤں جن کوڈانٹتے ہوئے اللہ نے فرمایا۔ **اَذھبتم طبیاتکم الخ.**: جب اللہ نے توبیخ فرمایا کافروں کودنیامیں لذیذ چیزوں سے نفع اٹھانے پرتو نبی ﷺ اورصحابہ رضی اللہ عنہم اور نیک لوگوں نے آخرت کے ثواب کی امید پردنیامیں لذیذ چیزوں سے بچنے کواپنا شعار بنالیا۔حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ریت پر چٹائی کے اوپر لیٹے ہوئے ہیں اورآپ کے پہلوریت (خاک) آلود ہیں، میں نے کہا یا

رسول اللہ ﷺ اللہ سے دعاء فرمادیجئے کہ اللہ آپ کی امت میں کشادگی پیدا فرمادے (جس طرح) کہ اللہ نے فارس اور روم پر وسعت فرمائی ہے، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت (بھی) نہیں کرتے ہیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ان کی لذیذ چیزیں اس دنیا میں نقد دے دی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ محمد ﷺ کے گھر والے (کبھی) لگاتار دو دن جو کی روٹی سے آسودہ نہ ہوئے۔تاکہ آنکہ آپ ﷺ وفات پا گئے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ) میرے ہاتھ میں گوشت دیکھا۔تو فرمایا! اے جابر یہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا گوشت کھانے کو جی چاہ رہا تھا تو میں نے اس کو خرید لیا، تو حضرت عمر نے فرمایا کہ جب تمہارا کسی چیز کو جی چاہے تو تم خرید لوگے۔کیا تم اس آیت سے نہیں ڈرتے **اذھبتم طیباتکم**. الخ۔

حضور پاک ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجنے کے وقت یہ وصیت فرمائی تھی کہ دنیا کے تنعم سے پرہیز کرتے رہنا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے تھوڑا رزق لینے پر راضی ہو جائے، اللہ تعالیٰ بھی اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔(معارف القرآن، ج ۷، ص ۸۰۹)

پاکباز اور خدا ترس لوگوں کی نظر کہاں پہونچتی ہے، اسرار و رموز کس قدر پیش نظر ہوتے ہیں، حضور پاک ﷺ کی وصیت اور صحابہ کی عادت اور قرآنی احکامات پر ان کی نگاہ کس قدر ہوتی ہے۔

اس لئے دنیاوی نعمتوں کی ارزانی دیکھ کر یہ خوف دامن گیر ہوجاتا ہے کہ کہیں میرے اچھے عمل کا دنیا ہی میں بدلہ تو نہیں مل رہا ہے۔

اس فکر کی وجہ سے جب بڑے میاں کو مزید نعمت ملتی، تو کہتے میرے مولا بس کر! مجھے اور نہیں چاہئے۔ مگر نعمت تھی کہ بڑھتی ہی جارہی تھی، جس قدر دعائیں کرتے، اور کہتے، اور نہیں چاہئے، اللہ اور زیادہ کردیتا، بہت حیران ہوئے کہ یا اللہ! جب میں عرض کررہا ہوں کہ اور نہیں چاہئے، تو پھر مجھے اور کیوں دے رہے ہیں۔

رب کریم نے الہام فرمایا، میرے بندے! جب تک تو نعمتوں پر شکر ادا کرنے سے نہیں رکے گا، ہم اپنی نعمتیں عطا کرنے سے نہیں رکیں گے۔

معلوم ہوا کہ جب تک ہم نعمتوں پر شکر ادا کرتے رہیں گے، نعمتوں کا فیضان جاری رہے گا، اور جب شکر کرنا چھوڑ دیں گے، تو نعمتیں بھی ساتھ چھوڑ دیں گی۔

## ﴿نعمتوں پر شکر عقلمندی اور سعادت مندی ہے﴾

نعمتوں کی شکر گذاری اور قدر دانی پر نعمتوں کی بقاء موقوف ہے، عقلمند وہی ہے جو ہر وقت انعامات الٰہیہ پر شکر ادا کرتا رہے۔

مگر ایسے خوش قسمت لوگ کم ہیں وَقَلِیْلٌ مِنْ عِبَادِیَ الشکور (پ۲۲، سبا، آیت۱۳) اور میرے بندوں میں شکر گذار تھوڑے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا گیا وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلٰی النَّاسِ ولکنَّ اکْثَرھُم لَا یَشْکُرُوْن (پ۲۰، النّمل آیت۷۳)۔

تیرا رب تو لوگوں پر بڑا فضل رکھتا ہے، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے، بلکہ انسان جب کبھی دوسروں کے مقابلے میں اپنے کو کمتر دیکھتا ہے تو ناشکری میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

**انَّ الانْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْد، وَاِنَّهٗ عَلٰى ذَالِكَ لَشَهِيْدٌ، وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْد**(پ۳۰،عادیات،آیت۶،۷،۸)۔

بیشک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے اور اسکو خود بھی اسکی خبر ہے، اور مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے، اور یہی محبت اسکی ناشکری کا سبب ہے۔

شیطان بھی انسان کی نفسیات سے کس قدر واقف ہے، جس وقت اللہ رب العزت نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے، تو اللہ نے اس سے کہا باہر نکل تو ذلیل ہے۔ اسوقت شیطان نے کہا تھا کہ میں آدم اور بنی آدم کو گمراہ کرنے کیلئے ان کے آگے سے، پیچھے سے، اور دائیں سے بائیں سے آؤنگا (پھر بولا) **وَلَا تَجِدُ اكْثَرُهُمْ شٰكِرِين** (پ۸،اعراف،آیت۱۷)۔ اور تو نہ پائے گا ان میں سے اکثروں کو شکر گذار۔

مصیبت پر صبر کر لینا تو آسان ہے، لیکن نعمتوں پر شکر کرنا انسان کے لئے بہت مشکل ہے یہ اسلئے کہ نعمتوں کا حصول وہ اپنی صلاحیت وقابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے، اس لئے شکر گذاری کا تصور بھی اس کے ذہن میں نہیں آتا۔

قرآن کہتا ہے: **فَاِذَا مَسَّ الانْسَانَ ضُرٌّ دعانا ، ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعمَةً قَالَ انَّمَا اُوْتِيْتُه عَلٰى عِلْمٍ ، بَل هِيَ فتنَةٌ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْن.** (پ ۲۴،الزمر،آیت۴۹)

پھر جب انسان کوکوئی تکلیف پہونچتی ہےتو ہم کو پکارتا ہے، پھر جب بخشیں ہم اس کواپنی طرف سے نعمت تو کہتا ہے یہ تو مجھ کو (میری) تدبیر سے ملی ہے (اللہ نے اسکارد کرتے ہوئے فرمایا) کہ وہ (نعمت خدا کی طرف سے دی ہوئی) ایک آزمائش ہے،لیکن اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں سمجھتے۔

انسان کو دنیا میں جو بھی نعمت ملتی ہے، وہ محنت اور کسی نہ کسی سبب اور واسطہ سے ملتی ہے انسان اسی سبب ظاہر کوسب کچھ سمجھ لیتا ہے، اور علت حقیقی پر غور نہیں کرتا، یہی اس کیلئے آزمائش ہے۔ چنانچہ وہ کہہ دیتا ہے کہ یہ تو مجھ کو میری دانشمندی اور تدبیر سے ملی ہے، اکثر لوگ یہی سمجھتے ہیں، قارون اور فرعون نے بھی یہی سمجھا اور کہا تھا۔مگران کی ناسمجھی اور ناشکری کا انجام کیا ہوا؟ دنیا جانتی ہے قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور فرعون کو دریا بُرد کر دیا گیا۔

## ﴿ناشکری کا انجام﴾

قرآن میں اللہ رب العزت نے ایک بستی کے لوگوں کا واقعہ بیان کیا: **ضَرَبَ اللّٰہ مَثَلاً قَرْیَةً اٰمِنَةً مُطْمَئِنَّةً یَأ تیھَا رزقُھَا رَغَداً مِنْ کلِّ مَکَانٍ فَکَفَرتْ بِاَنْعُمِ اللّٰہِ فَاذا قَھَا اللّٰہُ لِبَاسَ الجُوعِ وَالخَوْفِ بِمَا کا نوا یَصْنَعُون** (پ۱۴،النحل،آیت۱۱۲)۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان کی، ایک بستی تھی وہ امن وچین سے رہتی تھی، ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت کے ساتھ ہر چار طرف سے ان کے پاس

پہونچتی تھیں، پھر ناشکری کی اللہ کے احسانوں کی ، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی حرکتوں کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا کہ مال ودولت کی فراوانی سلب ہوکر قحط اور بھوک میں مبتلا ہوگئے ، اور دشمنوں کا خوف مسلط کر کے ان کی بستیوں کا امن وسکون ختم کر دیا۔

**پہلا واقعہ** : یہ کس بستی کا واقعہ ہے، اکثر مفسرین نے اس کو مکہ مکرمہ کا واقعہ قرار دیا ہے۔ کہ وہ سات سال شدید قحط میں مبتلا رہے، یہاں تک کہ مردار جانور، کتے اور غلاظتیں کھانے پر مجبور ہوگئے ،اور مسلمانوں کا خوف ان پر مسلط ہوگیا،ابوسفیان نے بحالت کفر آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ صلۂ رحمی اور عفو ودرگذر کی تعلیم دیتے ہیں ، یہ آپ کی قوم ہلاک ہوئی جاتی ہے ، اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ قحط ہم سے دور ہوجائے ۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعاء فرمائی اور قحط دور ہوا ۔ (معارف القرآن، ج۵،۴۰۹)

**دوسرا واقعہ**: اللہ نے قوم سبا کا بیان فرمایا، **لَقَدْ كَانَ لِسَبَأٍ فِي مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ، جَنَّتٰنِ عَنْ يَمِيْنٍ وَشِمَالٍ، كلوا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشكروا لهٗ بَلْدة،طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفورٌ.** (پ۲۲،سبا،آیت۱۵)

سبا، یمن کے بادشاہوں اور اس ملک کے باشندوں کا لقب ہے ۔تبابعہ ملک سبا کے مقتدا اور پیشوا تھے، ملکہ بلقیس بھی اسی قوم سے تھی ، اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے رزق کے دروازے کھول دئے تھے اور ان کے شہر کو تمام عیش وآرام کے اسباب مہیّا فرمادئے تھے، اور انبیاء کے ذریعہ ان کو اللہ کی وحدانیت ، اور احکام باری کی اطاعت

اور انعامات الٰہیہ پر شکر کرنے کا حکم دیا گیا تھا، ایک مدت تک وہ اس حال پر قائم رہے، اور ہر طرح عیش وعشرت اور نعمت وراحت سے مالا مال رہے، پھر راحت کوشی کی لذت میں منہمک ہوکر خدا سے غافل بلکہ منکر ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی تنبیہ کیلئے تیرہ انبیاء بھیجے، جنہوں نے ان کو راہِ راست پر لانے کی پوری کوشش کی، مگر یہ لوگ اپنی غفلت سے باز نہ آئے، تو ان پر ایک سیلاب کا عذاب بھیجا گیا، جس نے ان کے شہر اور باغات کو ویران وبرباد کر دیا جس کو قرآن نے اس طرح بیان کیا۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ. (آیت۱۶)۔ پھر ہم نے ان پر قہر اس طرح نازل کیا کہ ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا (بند ٹوٹ گیا) اور سیلاب کے پانی سے ان کے دو رویہ باغات سب غارت ہو گئے، پھر ہم نے ان کے دو رویہ باغ کے بدلے اور دو باغ دئے، جن میں یہ چیزیں رہ گئیں بدمزہ پھل، اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیری (جو جنگلی تھی) یہ بدلہ دیا ہم نے ان کو ناشکری کی وجہ سے اور یہ بدلہ ہم اسی کو دیتے ہیں جو ناشکرا ہو۔

ابن کثیر کے بیان کے مطابق ملک یمن کے دارالحکومت صنعاء سے تین منزل کے فاصلہ پر شہر مآرب تھا، جو قوم سبا کا مسکن تھا دو پہاڑیوں کے درمیان وادی میں یہ شہر آباد تھا، دونوں پہاڑوں کے درمیان سے اور پہاڑوں کے اوپر سے بارش کا سیلاب آتا تھا، جس کی وجہ سے یہ شہر ہمیشہ سیلابوں کی زد میں رہا کرتا تھا، اسی پر یہ عَرِم یعنی بند (ڈیم) بنایا گیا تھا (جس سے شہر سیلاب سے محفوظ ہو گیا) شہر کے دائیں، بائیں جو دو پہاڑ تھے، ان کے کناروں پر باغات لگائے گئے تھے، جس میں پانی کی نہریں جاری تھیں،

یہ باغات تعداد میں اگرچہ بہت تھے،مگر قرآن نے اسکو دو باغ سے اسلئے تعبیر فرمایا کہ ایک رخ کے باغ کو بوجہ اتصال ایک باغ اور دوسرے رخ کے باغوں کو دوسرا باغ قرار دیا، ان باغوں میں ہر طرح کے درخت اور ہر قسم کے پھل اس کثرت سے پیدا ہوتے تھے کہ ائمہ سلف اور حضرت قتادہ وغیرہ کے بیان کے مطابق اگر ایک عورت سر پر خالی ٹوکری لے کر چلتی تو درختوں سے ٹوٹ کر گرنے والے پھلوں سے (وہ ٹوکری) خود بخود بھر جاتی تھی، اس کو ہاتھ بھی لگانا نہ پڑتا تھا۔(ابن کثیر)

حق تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعہ ان کو یہ حکم دیا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اس وسیع رزق کو استعمال کرو اور اسکی شکر گذاری، اعمال صالحہ اور اطاعت، احکام الٰہیہ کے ساتھ کرتے رہو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس شہر کو ''بلدہ طیبہ بنایا ہے، جس میں سردی، گرمی کا اعتدال، صحت بخش آب وہوا، مکھی، مچھر، سانپ، بچھو کی ایذاء رسانی سے محفوظ اور یہ آرام وراحت صرف دنیا کی زندگی تک نہیں، اگر تم شکر گذاری پر قائم رہے، تو آخرت میں اس سے بڑی اور دائمی نعمتوں کا وعدہ، مگر ہوا کیا؟ اس قدر نعمتوں کے باوجود جب قوم سبا نے سرکشی اور حکم الٰہی سے سرتابی کی تو اللہ نے خوشحالی کو بدحالی سے اور حفاظت کے بند (ڈیم) کو آفت ومصیبت سے بدل دیا، اور پھر پورا شہر تباہ ہوگیا، شہر کے کچھ باشندے سیلاب کی نذر ہوگئے، کچھ عمان، کچھ مقام بُصریٰ، کچھ یثرب، کچھ بطن مرّہ جو مکہ کے قریب ہے پہونچ کر مقیم ہوگئے، اس طرح یہ قوم سبا ٹکڑے ٹکڑے ہوکر بکھر گئی (تفصیل کیلئے ابن کثیر دیکھیں)

## مرسلین ومقربین کوشکر گذاری کا حکم

شکر کی اہمیت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو جو معصوم اور اسکے محبوب بندے ہیں جن کی زندگی کا اولین مقصد اللہ کی رضا جوئی اس کی بندگی، اور مخلوق خدا کو دین حق کی رہنمائی تھی، وہ لوگ قوم کی تمام تر مخالفت وعداوت کے باوجود صبر وشکر کے ساتھ اپنے فرض منصبی کو انجام دیتے رہے پھر بھی ان سے کہا جارہا ہے شکر کرو، حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے اللہ رب العزت نے فرمایا:

**قَالَ یٰمُوْسیٰ اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلیٰ النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِکَلامِی، فَخُذْ مَا اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِنَ الشّٰکِرِیْن** (پ۹، اعراف، آیت ۱۴۴)

اے موسیٰ میں نے تجھ کو پیغمبری کا عہدہ دے کر اور (سابق) ہمکلامی کا شرف بخش کر (اس سے) اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے تو (اب) جو کچھ میں نے تجھ کو عطا کیا ہے، (رسالت، ہمکلامی، توریت) اسکو لو اور شکر ادا کرو۔

حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا گیا۔ **اِعْمَلُوا اٰلِ دَاؤد شکراً وَقَلِیْلٌ مِنْ عَبَادِیَ الشکور** (پ۲۲، سبا، آیت ۱۳)

اے داؤد کے خاندان والو! (سلیمان اور ان کے متعلقین) شکریہ میں نیک کام کیا کرو، اور میرے بندوں میں شکر گذار تھوڑے ہیں۔

اس جملہ میں عمل صالح پر ترغیب دلانا مقصود ہے کہ یہ تمہارے لئے خلق کثیر پر امتیاز کا سبب بن جائے گا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں کہا گیا۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الحِکْمَۃَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہ ، وَمَنْ یَشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (پ۲۱،لقمان،آیت۱۲)۔

ہم نے عطا کی لقمان کو دانش مندی (اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ سب نعمتوں پر عموماً اور اس نعمتِ حکمت پر خصوصاً) کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو، جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ذاتی نفع کیلئے کرتا ہے (کہ اس سے نعمت میں ترقی ہوتی ہے، خواہ دینی ہو یا دنیاوی اور آخرت میں بھی ثوابِ عظیم ملتا ہے) اور جو ناشکری کرتا ہے، وہ (اپنا ہی نقصان کرتا ہے، کیونکہ) اللہ تو بے نیاز اور (سب) خوبیوں والا ہے۔

## ﴿حضرت سلیمانؑ کا اندازِ شکر﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ سبا کے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو اس نعمت پر اظہارِ تشکر اس طرح فرمایا، ھٰذا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ یہ میرے رب کا فضل ہے، پھر اس کے مضمرات کو اس طرح بیان کیا۔

لِیَبْلُوْنِیْ ءَ اَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ، وَمَنْ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْم. (پ۱۹،النمل،آیت۴۰)

تاکہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کیلئے کرتا ہے، اور جو ناشکری کرتا ہے (وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے) سو میرا رب بے پرواہ ہے کرم والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشوائی اور شکر گذاری کی تعریف میں قرآن نے یوں بیان کیا۔

## ﴿حضرت ابراہیمؑ کا مختصر تعارف﴾

**اِنَّ اِبْـرَاهِيْـمَ كَـانَ اُمَّةً قَانِتاً لِلّٰه حَنِيْفاً، وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْن، شَاكِراً لاَنْعُمِهٖ اجْتَبٰهُ وَ هَداهُ اِلٰى صِراطٍ مُسْتَقِيْم.** (پ۱۴،نحل،آیت۱۲۱)

بیشک ابراہیمؑ بڑے مقتدا اور اللہ تعالیٰ کے پورے فرمانبردار تھے وہ بالکل ایک (خدا) کی طرف ہو رہے تھے، اور شرک کرنے والوں میں نہ تھے، اللہ کی نعمتوں کے بڑے شکر گذار تھے اللہ نے ان کو منتخب کر لیا تھا، اور سیدھی راہ پر ڈال دیا تھا۔

انبیاء کرام کی زندگی، ان کا طرز عمل امت کیلئے نمونۂ عمل ہوتا ہے، ان کی ذات عصمت وعفت کے سانچے میں ڈھلی ہوتی ہے، تاکہ کوئی لغزش راہ نہ پا سکے، نبی کی زندگی ہمہ وقت رب کی مرضی کے مطابق، اسکی بندگی سے سرشار ہوتی ہے، حمد وثناء اور صبر وشکر کا مجسمہ ہوتی ہے، اس کے باجود ان کو شکر ادا کرنے کا حکم اور حضرت ابراہیم کے تعارف میں صفتِ شکر کا ذکر، ایک طرف تو شکر کی اہمیت کا اظہار ہے، دوسری طرف رسول برحق کے حوالہ سے امت کو تاکید کرنا ہے، کہ نعمتوں کا فیضان اور مراتب عالیہ کا حصول صبر وشکر پر ہی منحصر ہے۔

اس لئے صبر وشکر دونوں کے بارے میں انبیاء کو بار بار تلقین کی گئی، جبکہ یہ دونوں چیزیں ان کی طبیعت میں پہلے ہی سے ودیعت کر دی جاتی ہیں۔

دیکھئے! اللہ رب العزت رسولوں سے کہہ رہا ہے، **یَا اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلوا مِنَ الطیِّبَات وَاعمَلوا صَالِحاً**. اے رسولو: پاکیزہ مال کھاؤ اور نیک عمل کرو، رسولوں کیلئے رزق حلال اور نیک اعمال کا فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے، ان کیلئے حرام مال کھانا اور برے عمل کرنا تو محال کے درجہ میں ہے، تو پھر ان سے خطاب کا مطلب، رزق حلال کی اہمیت کو امت کے دل ودماغ میں راسخ کرنا ہے۔ اسی طرح نبیوں اور رسولوں کو شکر کا حکم اس کی اہمیت کیلئے آخری درجہ کا اظہار ہے، ورنہ ان کی ذات تو سراپا شکر ہے۔

حضرت فضیلؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت داؤد پر شکر کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے پروردگار! میں آپ کا شکر کس طرح پورا کرسکتا ہوں، جب کہ میرا شکر قولی ہو یا عملی وہ بھی آپ ہی کی عطا کردہ نعمت ہے، اس پر بھی مستقل شکر واجب ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا **الاٰن شکرتنی یاداؤد**، اے داؤد! اب آپ نے شکر ادا کردیا، کیونکہ حق شکر ادا کرنے سے اپنے عجز وقصور کو سمجھ لیا اور اعتراف کرلیا، یہی شکر ہے

## ﴿محسن کا شکر﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من لَمْ یَشْکر النَّاسَ لَمْ یَشکُر اللّٰہ** (مسند احمد وترمذی)۔ جس نے احسان کرنے والے بندے کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکریہ نہیں ادا کیا۔

عَنْ اُسَامَة بن زَيْدٍ قَالَ رَسُول اللّٰهِ صَلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلمَّ مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَا عِلِهٖ جَزَاکَ اللّٰه خَيْراً.

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا، جس آدمی پر کوئی احسان کیا گیا، اوراس نے اسکو یہ کہہ کر دعاءدی، جزاک اللّٰهُ خَيْراً، تواس نے اس کی پوری تعریف بھی کردی اورغور کریں تو اس میں اس کی قدر شناسی بھی ہے، مختصر وقت میں محسن کا شکر بھی ادا ہوجائے، پوری تعریف بھی ہوجائے اور قدر شناسی کا اظہار بھی ہوجائے، یہی تو دین فطرت کی خوبی ہے۔

## ﴿دین فطرت اور وقت کی اہمیت﴾

کائناتِ رنگ وبو کے حسین ودلفریب اور لامحدود جلوہ ہائے صدرنگ، لاریب انسانوں کیلئے ہی ہیں، لیکن اس سے نفع اٹھانے کا زمانہ محدود ومختصر ہے حضور پاک ﷺ کا ارشادگرامی ہے: اَعْمَا رُ اُمَّتِیْ بَيْنَ السّتّيْنَ اِلیٰ السَّبْعِيْن وَاقَلَّهُمْ مَنَ يَّجُوزُ. میری امت کی عمریں ساٹھ (۶۰)، ستر (۷۰) کے درمیان ہوں گی، بہت کم لوگ اس سے آگے بڑھیں گے۔

نفس واقعہ بھی یہی ہے کہ اکثر لوگ، ساٹھ، ستّر کی بہاریں دیکھ کر آخرت کی طرف کوچ کرجاتے ہیں۔

دنیا کی یہ مختصر زندگی، انسان کیلئے انعام بھی ہے، اورامتحان بھی، انعام کا حاصل یہ ہے کہ دنیا سے بھرپور فائدہ اُٹھائے کہ الدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ. دنیا تو تمہارے ہی

لئے بنائی گئی ہے۔اور امتحان یہ کہ تمہارا مقصدِ وجود آخرت کیلئے ہے۔ دنیا کے لئے نہیں وَاِنَّکُمْ خُلِقْتُم لِلاٰخِرۃِ اور یہ کہ تم کو آخرت کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔تو تمہیں قدم قدم پر امتحان وآزمائش سے بھی گذرنا ہے، غیر محدود تمناؤں کی بھیڑ میں بے شمار نعمتوں کی ارضی کائنات جو چاروں طرف سے دعوتِ ذوق وشوق دے رہی ہیں، ان کے پس پردہ اہم مقصد بندے کا امتحان ہے، لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلا. (پ ۱۲، ہود، آیت ۷)

تم میں کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے، یہ آگاہی اس لئے دی گئی تاکہ انسان جہانِ بوقلموں کی لہلہاتی ہوئی بہاروں اور اس کی رعنائیوں میں گم ہوکر غفلتوں کا شکار نہ ہوجائے۔اور چندروزہ دنیا کی حیاتِ مستعار کو حاصل زندگی نہ سمجھ بیٹھے، اور اس میں اس طرح مست ومگن نہ ہوجائے کہ آخرت کا تصور نظروں سے اوجھل ہوجائے، اسی لئے قرآن نے بار بار ایمان کے ساتھ عملِ صالح کا ذکر فرمایا کیونکہ اسی پر آخرت کی کامیابی موقوف ہے۔

## ﴿آخرت کا خیال اور عمل کی تڑپ﴾

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ ''فتاویٰ دارالعلوم'' کے پیش لفظ صفحہ ۳۸ پر رئیس الافتاء مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ علیہ کا یہ واقعہ جو خود مفتی صاحب نے جلالین شریف کے درس میں سنایا تھا، تحریر فرماتے ہیں۔

''فرمایا کہ میں ایک شب سونے کیلئے لیٹا، تو اچانک قلب میں یہ اشکال وارد

ہوا کہ قرآن کریم نے تو یہ دعویٰ فرمایا ہے ، لَیْسَ لِلاِنْسَانِ الا مَا سَعیٰ ،جس کا واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ آخرت میں کسی کیلئے غیر کی سعی کارآمد نہ ہوگی ،اور حدیث نبوی میں ایصال ثواب کی ترغیب آئی ہے۔جس سے تخفیف عذاب، رفعِ عقاب، اور ترقی درجات کی صورتیں ممکن بتلائی گئی ہیں، نیز شفاعت انبیاء وصلحاء، شفاعت حفّاظ وشہداء سے رفع عذاب، حصولِ نجات، اور ترقی درجات کا وعدہ دیا گیا ہے، جس سے صاف نمایاں ہے کہ آخرت میں غیر کی سعی بھی کارآمد ہوگی۔ پس یہ آیت وروایت میں کھلا تعارض ہے۔فرمایا کہ اس کا حل سوچتا رہا، مگر ذہن میں نہ آیا، بالآخر، سوچتے سوچتے یہ خوف قلب پر طاری ہوا کہ جب آیت وروایت میں یہ تعارض قلب میں جاگزیں ہے اور حل ذہن میں نہیں ہے، تو گویا اس آیت پر میرا ایمان، سست اور مضمحل ہے اور اگر اس حالت میں موت آگئی، تو قرآن کی ایک آیت میں خلجان اور ریب کی سی کیفیت لے کر جاؤں گا، اور ایسی حالت کے ساتھ حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گا، کہ قرآن کے ایک حصہ پر میرا ایمان سُست اور مضمحل ہوگا تو میرا انجام کیا ہوگا؟ کیا اس خاتمہ کو حسنِ خاتمہ کہا جاسکے گا؟

## ﴿پیادہ پا راتوں رات گنگوہ کا سفر﴾

اس دھیان کے آتے ہی، فکرِ آخرت اس شدت سے دامن گیر ہوا کہ میں اسی وقت چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا اور سیدھے گنگوہ کی راہ لی، مقصد یہ تھا کہ راتوں رات گنگوہ پہونچ کر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ اشکال حل کروں، کہ میرا ایمان صحیح اور حسنِ

خاتمہ کی توقع درست ہے۔

حالانکہ آپ پیدل چلنے کے عادی نہ تھے، اور وہ بھی گنگوہ جیسے لمبے سفر کے جو دیوبند سے بائیس کوس کے فاصلے پر ہے، یعنی تقریباً تیس میل اور وہ بھی رات کے وقت، لیکن جب خوفِ آخرت، نفس کا حال بن چکا ہو تو اس میں وساوس کی کہاں گنجائش تھی، اس جذبے سے عزم پیدا ہوا۔ اور اسی عزم صادق سے اتنا لمبا سفر کرنے کیلئے، اندھیری رات میں پیدل ہی چل کھڑے ہوئے، صبح صادق سے پہلے گنگوہ پہونچے، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ تہجد کیلئے وضو فرما رہے تھے، کہ حضرت مفتی اعظم نے سلام کیا، فرمایا کون؟ عرض کیا عزیز الرحمٰن، فرمایا تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا: حضرت ایک علمی اشکال لے کر حاضر ہوا ہوں جس میں مبتلا ہوں اور وہ یہ کہ قرآن تو نفع آخرت کو صرف اپنی ذاتی سعی میں منحصر بتلا رہا ہے، جس سے غیر کی سعی کے نافع ہونے کی نفی نکل رہی ہے، اور حدیث، غیر کی سعی کو نافع اور مؤثر بتلا رہی ہے، جس میں نفع آخرت ذاتی سعی میں منحصر نہیں رہتا جو صراحۃً قرآن کے معارض ہے، تو ذہن میں اس تعارض کا حل نہیں آتا، حضرت نے وضو کرتے ہوئے برجستہ فرمایا کہ آیت میں سعی ایمانی مراد ہے جو آخرت میں غیر کے لئے کارآمد نہیں ہوسکتی کہ ایمان تو کسی اور کا ہو اور نجات کسی اور کو ہو جائے اور حدیث میں سعی عملی مراد ہے، جو ایک کی دوسرے کے کام آسکتی ہے، اس لئے کوئی تعارض نہیں۔

اس واقعہ سے اندازہ لگائیے: کہ آخرت کا خوف، مقصود کے حصول کی فکر، اچھے

کام میں عجلت پسندی، کل کے خیال سے بے توجہی، وقت کی قدر دانی، علم کی تڑپ اور اسکی جستجو آپ پر کس قدر غالب تھی

اور پھر دیکھئے: آپ کی اولوالعزمی اور عالی ہمتی! کہ راستے کی پُر خطر طویل مسافت اور شب کا مہیب سنّاٹا بھی آپ کے ارادہ کو متزلزل نہ کر سکا۔

مجھے ڈرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی
میری سرشت میں ہے پاکی ودرخشانی
تو اے مسافر شب، خود چراغ بن اپنا
کر اپنی رات کو داغِ سفر سے نورانی

## ﴿دنیا دارالعمل ہے﴾

دنیا عمل کا میدان ہے، اس لئے عملی زندگی کا مکمل منشور ودستور قرآن کریم کی صورت میں اللہ نے اپنے محبوب کے ذریعہ امت کو عطا فرمایا، پھر اس کی تفصیلات شرح وبسط کے ساتھ جامع صفات وکمالات نبی آخرالزماں ﷺ نے بیان فرمائیں، اعمال صالحہ کی فضیلت وافضلیت، نظام الاوقات کی صراحت ووضاحت، لمحاتِ شب وروز کی اہمیت وخصوصیت اور زمانے کی تعیین وتحدید اوران کے خصائص، قیامت تک پیش آنے والے حالات ومسائل، آخرت میں کام آنے والے اعمال اور ان کے فضائل، سب کچھ کھول کھول کر اس لئے بیان فرمادئے تاکہ انسان غفلت میں زندگی نہ گذارے، اور عمر عزیز کے زمانے کو لایعنی کاموں میں برباد نہ کردے، آپ ﷺ نے

فرمایا " مِنْ حُسْنِ اسْلامِ المَرْءِ ترک مَالا یعنیه . اسلام کی خوبی میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ انسان لایعنی کاموں کو چھوڑ دے اور یہ جبھی ممکن ہے، جب آخرت پر نظر ہو اور وقت کی اہمیت کا احساس ہو۔

قرآن نے زمانے اور وقت کی اہمیت کو جا بجا مختلف انداز واسلوب میں بار بار قسم کھا کر ذکر فرمایا ہے، کہیں پہ زمانے کی قسم وَالْعَصْرِ اِنَّ الانسانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلاّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات قسم ہے زمانے کی (جس میں رنج وخسران واقع ہوتا ہے) کہ انسان ہر طرح خسارے میں ہے، مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے، کہیں پر لیل ونہار کی قسم وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشَیٰ وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے، اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے۔ کہیں پہ دوپہر کی قسم وَالضُّحیٰ قسم ہے دن کی روشنی کی، کہیں پہ آفتاب وماہتاب، روز وشب، آسمان وزمین اور انسانی جان کی قسم، وَ الشَّمْسِ وَضُحٰهَا، وَالقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا وَالنَّهَارِ اِذا جلّٰهَا ، واللیلِ اِذَا یَغْشٰهَا وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا وَ الاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا وَنَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰهَا.

قسم ہے سورج کی اور اسکی روشنی کی اور چاند کی جب سورج کے غروب سے پیچھے آئے، اور قسم ہے دن کی جب وہ اس (سورج) کو خوب روشن کر دے اور قسم ہے رات کی جب وہ اس (رات) کو چھپالے اور قسم ہے آسمان اور اس کے بنانے کی، اور قسم ہے زمین اور اس کے بچھانے اور پھیلانے کی اور قسم ہے انسانی جان اور اس کے درست متناسب کرنے کی، کہیں پہ آسمان کے ساتھ یوم موعود اور شاہد ومشہود کی قسم وَالسَّمَآءِ ذات البُرُوْجِ وَ الْیَومِ الموعود ، وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْد ، قسم ہے

بُرجوں والے آسمان کی، قسم ہے یوم موعود (یعنی قیامت کے دن) کی اور قسم ہے حاضر ہونے والے دن (جمعہ) کی اور قسم ہے اس دن کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے (یعنی عرفہ کے دن کی) کہیں فجر کی قسم وَ الفَجرِ وَلَیَالٍ عَشر، قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی (مراد اس سے ابتدائی ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں) کہیں پہ صبح کی قسم وَ الصُّبحِ اِذا اَسفَرَ قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہوجائے اور کہیں اُفق پر پھیلی شفق اور شب کی تاریکی کے ساتھ چاندنی رات کی قسم فَلَا اُقسِمُ بالشَّفَقِ وَ اللَّیلِ وَمَا وَسَقَ وَالقَمَرِ اِذا تَّسَقَ ان قسموں کے اہتمام سے ایک طرف زمانے اور وقت کی اہمیت کا تذکرہ مقصود ہے، تو دوسری طرف ایک بڑا مقصد وقت کی قدر و قیمت پر متنبہ بھی کرنا ہے کہ وقت کو ضائع ہونے سے بچا کر اچھے اعمال اور عبادت کے خیال میں لگائے کہ یہی انسان کی تخلیق کا مقصد ہے وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَ الاِنسَ اِلَّا لِیَعبُدُوْن .ہم نے جن وانس کو اپنی معرفت وعبادت کیلئے پیدا کیا ہے

## ﴿نظام کیلئے وقت کی تعیین وتحدید ضروری ہے﴾

اسی لئے دستور حیات دیا گیا، طریقہ عمل بتایا گیا، اور فرائض واجبات کیلئے وقت کی تعیین وتحدید اور دوسرے اعمال صالحہ کے لئے مستحب وقت کو ذکر کیا گیا۔

﴿نماز﴾ فرض نماز کی ادائیگی کیلئے اوقات کو متعین کیا گیا، اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارَ وَزُلَفاً مِنَ اللَّیلِ. اِنَّ الحَسَنَاتِ یُذھِبنَ السَّیئٰاتِ ذَالِکَ ذِکرٰی لِلذّٰاکِرِیْن. (پ۱۲سورہ ہود، آیت ۱۲۱) اور قائم کرو نماز کو دن کے دونوں

طرف اوررات کے کچھ حصوں میں، البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں بُرائیوں کواور یہ نصیحت ہے، نصیحت ماننے والوں کیلئے۔

اس آیت میں چار نمازوں کا ذکر ہوا، فجر، عصراور مغرب وعشاء، طَـــرَفَـــيِ النهار سے فجر وعصراور زُلَفاً مِنَ اللَّيْل سے جمہور مفسرین نے مغرب اور عشاء کی نماز کو بتایا ہے اور ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زُلَفاً مِنَ اللَّيْلِ سے مراد مغرب وعشاء ہیں (ابن کثیر) ظہر کی نماز اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلیٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجرُ اِنَّ قُرْاٰنَ الفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدا .میں آیا ہے۔ جمہور صحابہ اور تابعین نے دلوک کے معنی زوالِ آفتاب کے لئے ہیں، جمہور ائمہ تفسیر نے اس آیت کو پانچوں نماز کے لئے جامع حکم قرار دیا ہے۔

ان پانچوں نماز کیلئے اوقات مقرر ہیں، اِنَّ الصَّلٰوۃَ كانَتْ عَلیٰ المؤمِنين كِتَـابـاً مَوْقُوْتـا .(پ۳، سورہ نساء، آیت ۱۰۳)۔ بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں، مقرر وقت ختم ہونے کے بعد نماز قضا تو ہوسکتی ہے، مگر ادا نہیں ہوسکتی۔

﴿روزہ﴾ عاقل، بالغ، مسلمان پر فرض ہے، كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَام (تم پر روزہ فرض کیا گیا) اس کے لئے رمضان کے مہینے کو مختص کیا گیا، شَهْرُ رَمَضَانَ الَّـذِیْ اُنْزِلَ فِيْه القُرْاٰن..... فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرُ فلْيَصُمْهُ پھر روزہ رکھنے کا وقت بھی متعین ہے، اَتِـمُّـوْا الـصِّيَـامَ اِلـیٰ اللَّيْل، روزہ کو رات تک پورا کرو، ماہ رمضان گذر جائے اور روزہ نہ رکھے تو اسکی تلافی پوری زندگی روزہ رکھنے سے

بھی نہیں ہوسکتی۔

﴿زکوٰۃ﴾ : ہر مالدار صاحب نصاب پر مطلوبہ مال کی مقدار کے ساتھ، متعین مدت گذر جانے کے بعد فرض ہوجاتی ہے، جس کا ذکر قرآن نے بار بار اٰتُوا الزَّکوٰۃ کے ساتھ فرمایا ہے۔

﴿حج﴾ : زندگی میں ایک بار، مالدار صاحب استطاعت پر جو کہ بیت اللہ تک آنے جانے کی طاقت رکھتا ہو فرض ہے وَ لِلّٰہ عَلیٰ النّاس حِجُّ البَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلا۔ اس کے لئے سال کے مہینوں میں ایک مہینہ مقرر ہے۔ الحَجّ اشھرٌ مَعْلومَات ،اس کے افعال واعمال کیلئے خاص تاریخیں، اوقات اور مقامات بھی متعین ہیں، ثمَّ اَفِیْضُو من حَیْث افاض النّاس میں عرفات کا ذکر ہے، جہاں ۹ رذی الحجہ کا وقوف فرض ہے، پھر وہاں سے لوٹ کر مزدلفہ میں قیام واجب ہے، اور اس میں واجب کی ادائیگی کیلئے وقت بھی متعین ہے، مزدلفہ میں شب گذارنے کا تذکرہ فاِ ذَا افضْتُمْ مِنْ عَرَفاتٍ فَاذْکُرُوْاللّٰہ َعِنْدَ المَشْعَرِ الْحَرَام میں ہے، (جب تم لوٹو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو مشعرِ حرام کے پاس)۔ پھر فَمَن تَعجَّل فِی یَوْمَیْنِ فَلا اِثْمَ عَلَیْہ میں قیام منیٰ کا تذکرہ ہے، جس میں اوقات متعینہ کے اندر رمی جمرات واجب ہے۔

حج کے مخصوص ایام میں اگر عرفہ کا وقوف، متعین تاریخ میں چھوٹ جائے تو حج ادا نہ ہوگا، چاہے اس کے بعد پورے سال عرفات میں پڑا رہے۔

سوچئے! دین کے فرائض وواجبات اور اہم امور کی ادائیگی میں اسلامی مہینوں، ایام، اوقات اور تاریخ کی کس قدر اہمیت ہے اور ان سے واقف ہونا ہمارے

لئے کتنا ضروری ہے، مگر المیہ یہ ہے کہ آج ہم کو چاند کی تاریخ کا علم نہیں، اور اکثریت تو اسلامی مہینوں کے نام سے بھی واقف نہیں، جب کہ اسلامی شریعت میں حساب چاند ہی کا متعین ہے، بالخصوص ان عبادات میں جن کا تعلق کسی خاص مہینے اور ان کی تاریخوں سے ہے، جیسے رمضان، روزہ، حج کے مہینے، حج کے ایام، محرم، شب برأت وغیرہ سے جو احکام متعلق ہیں ان سب کا تعلق رویت ہلال ہی سے ہے۔

ایک مرتبہ صحابہ نے چاند کے بارے میں آپ سے سوال فرمایا، **یَسْئلونک عَنِ الاَهِلّةِ قُل هِیَ مَوَاقیت للنّاس وَ الحَج** (سورہ بقرہ آیت ۱۸۹)

چاند کے گھٹنے، بڑھنے میں کیا حکمت ومصلحت ہے، تو اس کے جواب میں فرمایا گیا، کہ آپ ان سے کہدیں کہ تمہاری مصالح جو چاند سے وابستہ ہیں، یہ ہیں کہ اس کے ذریعہ تمہیں اپنے معاملات اور معاہدوں کی میعاد مقرر کرنا ہے اور حج کے ایام معلوم کرنا ہے اسی مضمون کو سورہ یونس میں اس طرح بیان کیا گیا، **هُوَ الَّذِیْ جَعَل الشَّمْسَ ضِیَاءً وَ القَمَرَ نوراً وقدَّرَهٗ مَنَازل لِتَعْلمُوا عَدد السِّنِیْن والحساب .**

جس سے معلوم ہوا کہ چاند کو مختلف منزلوں اور مختلف حالات سے گذارنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے سال، مہینے اور تاریخوں کا حساب معلوم ہو سکے۔

اب اگر ہمیں اسلامی مہینے اور تاریخ کا بھی علم نہیں، تو یہ شرعی حیثیت کے علاوہ قومی غیرت اور ملی حمیت کا بھی دیوالیہ پن ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی روزمرہ کی ضروریات میں اسلامی تاریخوں کا استعمال کریں، اس میں فرض کفایہ کی ادائیگی کا ثواب بھی ہوگا اور اپنا قومی شعار بھی محفوظ رہے گا۔ (مستفاد معارف القرآن)

بتائیے! جس کو قمری مہینے اور تاریخ کا علم نہ ہو وہ دین کا فریضہ کیونکر ادا کر سکے گا، جس کو وقت کے مناسب عمل کی اہمیت معلوم نہ ہو وہ آخرت کا سودائی کیسے بن سکے گا، جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ **نَوْمُ الصُّبْحَةِ يَمْنَعُ الرِّزق** (رواہ البیہقی واحمد عن عثمان) ضعیف جدا۔

صبح تک سوتے رہنا رزق سے محرومی کا سبب ہے، وہ دن نکلنے سے پہلے نرم وگرم بستر کو کیوں چھوڑے گا، جس کو یہ نہ معلوم ہو کہ صبح کے کاموں کے لئے حضور ﷺ نے برکت کی دعا کی ہے **اَللّٰهُمَّ بَارِک لامّتِی فِی بکورهَا.** (ابن ماجہ عن صخر الغامدی)

تو وہ دین ودنیا کی منفعت کیلئے صبح سویرے اٹھ کر کام کرنے کی کوشش کیوں کرے گا۔

## ﴿روزی کی تقسیم﴾

جو یہ جانتا ہو کہ طلوع فجر سے لے کر، طلوع شمس تک اللہ رب العزت اپنے بندوں کو روزی تقسیم کرتے ہیں، تو اس وقت وہ غفلت میں کیوں پڑا رہے گا، حضور پاک ﷺ نے گوشۂ جگر حضرت فاطمہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، **يَا بُنَيَّة قُوْمِی: فاشهدی رِزق رَبِّک وَ لا تَكُوْنِیْ مِنَ الغافِلِيْن . فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وجَلّ يُقْسِمُ اَرْزَ اقَ النّاسِ مَابَيْنَ طلوعِ الفجر الیٰ طلوع الشمس.**
(رواہ البیہقی وابن ماجہ عن علی) بیہقی نے شعب الایمان ج:۴، ص:۱۸۱ میں اس کی سند کو ضعیف کہا ہے، اور البانی نے السلسلۃ الضعیفہ ص:۵۱۷۰ میں اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔

بیٹی اٹھو! اپنے رب کے رزق کی تقسیم کے وقت حاضر رہو، اور غافلین میں

سے مت ہو جاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس کے درمیان لوگوں کا رزق تقسیم کرتے ہیں۔

جس کو رات کی تنہائی میں مناجات باری اور آہِ سحر گاہی کی حلاوت مل گئی ہو، وہ اپنی میٹھی نیند کو قربان کیوں نہ کر دیگا۔ اور جو رب کے اس فرمان **فتهجّد بِهٖ نَافِلَةً لَک** کی حقیقت سے واقف ہوگا، وہ شب بیداری کو اپنا وظیفہ کیوں نہ بنائے گا۔ اور جو دل بھی سحر خیزی کی لذت سے آشنا ہو جائے، وہ ہنگامۂ دوش وفردا سے بے نیاز کیوں نہ ہو جائے گا۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

## ﴿حضرت جنید بغدادیؒ﴾

حضرت جنید بغدادیؒ (متوفی ۲۹۸) کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو جمعہ کا دن تھا اور آپ تلاوت میں مشغول تھے۔

امام ابومحمد الحریری فرماتے ہیں: میں نے کہا، اے ابوالقاسم! آپ اپنی جان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیجئے، حضرت جنید بغدادی نے فرمایا، اے ابومحمد: کیا اس وقت کوئی ایسا شخص بھی ہوسکتا ہے، جو مجھ سے زیادہ اس عبادت کا مستحق ہو، دیکھو وہ میرا نامہ اعمال لپیٹا جا رہا ہے۔

جعفر خُلدی کہتے ہیں کہ وفات کے بعد میں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا، اللہ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا، حضرت جنیدؒ نے جواب دیا طَاحَتْ

**تلک الاشارات وَغَابَتْ تَلک العبارات وَفَنِیَتْ تلک العُلوم وَنَفِدَت تـلکُ الـرّسـوم وَمَـانَـفعَنَا الا رکعاتٍ نَرْکعُهَا بِا لاَسْحارِ.** (تاریخ بغداد للخطیب ج۷:ص۲۴۸)

ترجمہ: وہ اشارے ختم ہوگئے، وہ عبارتیں غائب ہوگئیں، وہ علوم فنا ہوگئے وہ نقوش مٹ گئے، اور ہمیں کچھ بھی کام نہ آئے، سوائے ان چند رکعتوں کے جنھیں اوقاتِ سحر گاہی میں ہم پڑھ لیا کرتے تھے۔اور

وہ سحر، جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
اس سحر خیزی اور دعائے نیم شبی کو دیکھ کر بقول اقبال فرشتے بھی بول اٹھے
گراں بہا ہے ترا گریۂ سحر گاہی
اسی سے ہے، ترے نخلِ کہن کی شادابی

خالقِ ارض وسمٰوات نے زمانے، مہینے، ایام، اوقات، شہر ومقامات کی قسمیں کھا کر، ان کی عظمت واہمیت کو مختلف اسلوب وانداز میں بار بار اسی لئے بیان فرمایا ہے، تا کہ انسان یہ جان سکے، کہ کس عبادت کا ثواب، کب، کہاں، کس مہینے اور کس وقت زیادہ ہوجاتا ہے، اور کون سا عمل، کس وقت اللہ کو زیادہ محبوب ہے، اور کس مقام پر کس عمل کی زیادہ اہمیت ہے، اور کن کن ایام اور کون کون سی شب وساعت میں، کون سے اعمال قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں، یہ سب ہدایات اسی لئے ہیں کہ دنیا ہی عمل کا میدان ہے، دارالعمل یہی دنیائے فانی ہے، اور فانی زندگی پر آخرت کی دائمی زندگی کی کامیابی وناکامی اور لازوال نعمتوں کا حصول موقوف ہے، اس لئے بار بار قسم کھا کر

انسان کو متنبہ کیا گیا، تا کہ وہ رنگ ونور سے معمور وسیع کائنات اور دنیا کی ہزاروں خواہشات سے دامن بچا کر، اپنے رب کو راضی کرنے کی فکر سے اپنے دل کی بستی کو شادوآباد کرلے، کیونکہ یہی اس کی زندگی کا اولین مقصد ہے۔

اگر غفلت میں پڑ کر آخرت کی فکر نہ کرسکا، اور حسنِ اعمال سے اپنی زندگی کو سنوار نہ سکا، تو اس دنیا سے کیا لے کر جائیگا، سوچئے کہ ابھی سوچنے کا وقت ہے، ورنہ جب نبض ہستی رک جائے گی، آنکھیں بند ہوجائیں گی، اور زبان پر حشر تک کیلئے مہر سکوت لگ جائے گی، اس وقت سوچنے کی مہلت بھی ختم ہوچکی ہوگی۔

حکم آیا خموشی کا تو پھر حشر تلک چُپ
ہیبت ترے پیغام کی ظاہر ہے اَجل سے

اس کے بعد تو عالمِ حشر ہوگا، جہاں ایمان وعمل کی بنیاد پر جزاء وسزا کا فیصلہ ہوگا۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر غافل اگر کوئی عمل دفتر میں ہے

اس وقت مجرمین حسرت کے ساتھ کہیں گے کہ اے خدا ہم کو لوٹا دے تا کہ ہم نیک عمل کر کے آئیں۔ **وَلَوْ تَرىٰ اِذالْمُجْرِمونَ نَاكِسُوا رؤسَهُمْ عِنْد رَبّهِمْ رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارجعْنَا نَعْمَل صَالِحاً انامو قنون.** (سورہ سجدہ پ۲۱: آیت۱۲)

ترجمہ: اور اگر تو دیکھے جب مجرمین اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے (کہہ رہے) ہوں گے، اے ہمارے رب، ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، اب تو ہم کو لوٹا دے تا کہ ہم کریں بھلے کام، ہم کو یقین آ گیا۔

اور جس وقت وہ جہنم کا ہولناک منظر دیکھیں گے، اس وقت بھی حسرت سے یہی کہیں گے وَلَوْ تَرىٰ اِذ وُقِفُوا عَلىٰ النّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنا نُرَدُّ وَلاَ نُكَذِّب بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنُ مِنَ المؤمِنِيْن (سورہ انعام پ۷: آیت ۲۷)

اور اگر تو دیکھے جس وقت وہ دوزخ پر کھڑے کئے جائیں گے، تو کہیں گے کاش ہم کو پھر بھیج دیا جاتا، تو ہم نہ جھٹلاتے اپنے رب کی آیتوں کو اور ہم ہو جاتے ایمان والوں میں۔

کافر تو ایمان اور نیک عمل سے محرومی پر افسوس کرے گا۔ اور جنتی، جنت میں پہونچ کر، ان لمحوں اور ساعتوں پر افسوس کرے گا، جو اس کی زندگی میں بغیر ذکر وعبادت کے گذر گئے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا لَيْسَ يَتَحَسَّرُ اَهْلُ الجَنَّةِ الاعَلىٰ سَاعَاتٍ مرّت بِهِمْ لَمْ يذكروا فيها (اخرجه ابن السّنى فى عَمَل اليَومِ واللَيْلَةِ والطبرانى فى الكبير وَ البيُهقى فى الشعب)

اہل جنت نہیں افسوس کریں گے، مگر ان گھڑیوں پر جو ان کی زندگی میں بغیر ذکر الٰہی کے گذر گئے۔

## ﴿خوف الٰہی اور وقت کی قدر﴾

آخرت کی فکر اور خدا کا خوف جن کی زندگی کا روگ بن جائے، ان کے نزدیک ''وقت'' ہر چیز سے گراں مایہ ہو جاتا ہے، وہی لوگ اپنے رب کی خوبیوں اور اس کی پاک ذات کو یاد کرنے میں ہمہ وقت لگے رہتے ہیں، ان کے عمل کا حال یہ ہوتا

ہے تَتَجَافیٰ جُنوبُھُمْ عَنِ المَضَاجِعِ یَدْ عُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنفِقُوْن. (پ۲۱،سجدہ،آیت۱۶)

ترجمہ: جدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں، اپنے سونے کی جگہ سے، پکارتے ہیں اپنے رَبّ کوڈر سے اور لالچ سے اور ہمارے دئے ہوئے میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں، اوران ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے، کانوا قَلیْلاً مِنَ الّیْلِ مَا یَھْجَعُون. وَ بالاَسْحارِ ھُمْ یَسْتغفِرون، (پ۲۶،ذاریات،آیت۱۷،۱۸)

ترجمہ: وہ رات کوتھوڑا سوتے تھے، اورصبح کے وقتوں میں استغفار کرتے تھے۔

یہ صفات ہیں، مومن پرہیز گاروں کی، جن کا دل خوفِ خدا سے لرزاں وترساں رہتا ہے، وہ رات کو جاگ کر عبادت کی مشقت اٹھاتے ہیں اور بہت کم سوتے ہیں۔عبدالرحمٰن بن زید اسلمؒ فرماتے ہیں کہ بنی تمیم کے ایک شخص نے میرے والد سے کہا کہ اے ابواُسامہ! ہم اپنے اندر وہ صفات نہیں پاتے، جو اللہ تعالیٰ نے متقین کے لئے ذکرفرمائی ہیں، کانوا قَلیْلاً مِنَ اللَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْن، کیونکہ ہمارا حال تو یہ ہے، قَلیْلا مِنَ اللَّیْلِ مَا نقوم،یعنی رات میں بہت کم جاگتے اورعبادت کرتے ہیں۔

میرے والد نے اس کے جواب میں فرمایا، طُوْبیٰ لِمَنْ رَقَدَ اِذا نَعِسَ واتَّقیٰ اللّٰہَ اِذا استَیْقَظَ (ابن کثیر)۔

بشارت ہے اس شخص کیلئے جس کو نیند آئے، تو سوجائے، مگر جب بیدار ہوتو تقویٰ اختیار کرے، یعنی خلاف شرع کوئی کام نہ کرے، گویا وہ شخص بھی قابلِ مبارک

باد ہے، جو نیند سے مجبور ہوکر زیادہ نہ جاگ سکے، مگر بیداری میں گناہ اور معصیت سے دور رہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے، اور میں حاضر خدمت ہوا، میں نے آپ کے چہرے کو غور سے دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ ہرگز کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے، اس وقت آپ کے وہ مبارک کلمات جو سب سے پہلے میرے کانوں میں پڑے وہ یہ تھے۔

**یَا یُّھَا النَّاسُ اَفشُوُ السّلَامَ وَاطْعِمُوا الطَعَامَ وَصِلُوا الاَرحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّیْلِ وَ النَّاسُ نَیام، تَدْخُلُوْا الجَنَّۃَ بِسَلام** . (مشکوٰۃ:ص۱۰۸)۔

اے لوگو! ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کیا کرو، (اللہ کی رضا جوئی کیلئے) لوگوں کو کھانا کھلایا کرو، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کیا کرو، اور رات میں اس وقت نماز پڑھا کرو، جب لوگ سو رہے ہوں، یاد رکھو، ان امور پر عمل کر کے تم حفاظت وسلامتی کیساتھ بغیر کسی رکاوٹ کے جنت میں پہونچ جاؤ گے۔

حدیث میں مذکورہ امور کی احادیث کے ذریعہ قدرے وضاحت۔

## ﴿سلام اور اس کی فضیلت﴾

دنیا کی تمام متمدن قوموں میں ملاقات کے وقت پیار ومحبت بھرے الفاظ کہنے کا رواج رہا ہے، اور آج بھی ہے، عربوں میں حیَّاکَ اللّٰہ، اللہ آپ کو زندہ رکھے، اَنْعِمْ صَبَاحاً، تمہاری صبح خوشگوار ہو، اَنْعَمَ اللہُ بِکَ عَیْناً، خدا آپ کی آنکھوں کو

ٹھنڈک نصیب کرے، لیکن جب جہالت کی تاریکی کافور ہوئی اور اسلام کی روشنی پھیلی تو صحابیٔ رسول اللہ ﷺ عمران حُصَینؓ کے بقول ہمیں اس کی ممانعت کردی گئی، اور ملاقات کے وقت **السَّلامُ علَیْکم** کہنے کی تعلیم دی گئی۔

**السّلامُ عَلَیْکم** نہایت جامع دعائیہ کلمہ ہے، اللہ آپ کو ہر طرح کی سلامتی نصیب فرمائے، چھوٹوں کیلئے شفقت بھرا کلمہ ہے اور بڑوں کیلئے اس میں تعظیم واکرام ہے، اس کلمہ میں محبت کی مٹھاس بھی ہے اور سلامتی کی دعاء بھی، پیار کا رس بھی ہے، اور خیر اندیشی کا جذبہ بھی۔ تعلق واعتماد کا اظہار بھی ہے، اور خیر سگالی کا اعلانیہ بھی، اسماء الٰہیہ میں سے بھی ہے، اور اسلام کا شعار بھی، کس قدر خوبیوں کا مجموعہ ہے السلام علیکم کے دو بول۔

ابن عربی نے احکام القرآن میں امام بن عُیینہ کا یہ قول نقل کیا ہے، **اَتَدْری ماَ السّلام؟ یقولُ اَنْتَ اٰمِنٌ مِنّی**، یعنی تم جانتے ہو کہ سلام کیا چیز ہے؟ سلام کرنے والا کہتا ہے کہ تم مجھ سے مامون ہو۔

اس لئے ملاقات کے وقت السلام علیکم کہنے کی صرف تعلیم ہی نہیں، بلکہ تاکید کے ساتھ اس کا حکم بھی ہے، چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے، **قال رَسُول اللّٰہِ صَلی اللّٰہ عَلیہ وَسَلَّم اُعْبُد واالرّحمٰن وَ اطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاَفشُوا السَّلام، تَد خُلُوا لجنَّة بِسلام.** (ترمذی شریف)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. اللہ کی عبادت کرو، اور بندگانِ خدا کو کھانا کھلاؤ اور سلام کو خوب پھیلاؤ، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں پہونچ جاؤ گے۔

جنت میں جانے کیلئے ایمان کا ہونا ضروری ہے، اور جس ایمان پر جنت کی بشارت ہے وہ صرف عقیدہ کا نام نہیں، بلکہ ایک وسیع حقیقت پر مشتمل ہے، جس میں اہل ایمان کے درمیان باہمی اُخوت ومحبت کا ہونا بھی ایک لازمی شرط ہے، اور وہ عمل جس سے آپس میں محبت ومودت پیدا ہوجائے وہ سلام کی کثرت ہے، یادرکھیں کہ اس کثرت میں خلوص بھی شامل ہو کیونکہ ہر عمل کی روح اخلاص ہے اور اخلاص کے بغیر کوئی بھی عمل مقبول اور مؤثر نہیں ہوتا ہے۔

حضور پاک ﷺ نے محبت کے اس فلسفہ کو شفقت بھرے انداز میں اس طرح بیان فرمایا۔

**عن ابی هريرة قال قال رَسُول اللّٰه صلى الله عليه وسلم لاَ تَدْخُلوا الجَنَّةَ حَتّیٰ تُؤ مِنُوا وَلا تُؤ مِنُوا حَتّٰی تَحَابُّوا اَوَلا اَدُلُّكم عَلیٰ شئيٍ اِذا فَعَلْتُموهُ تَحَابَبْتُمْ، اَفشوا السَّلامَ بَيْنَكُمْ** (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ تم میں باہم محبت نہ ہوجائے، تو کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتادوں کہ جس کے کرنے سے تمہارے درمیان محبت پیدا ہوجائے (وہ یہ ہے کہ) آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے **اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُول اللّٰه صَلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اَیُّ الاسْلامِ خَيْرٌ ؟ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتُقْرِئُ السَّلامَ عَلیٰ مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعرِفْ** (بخاری ومسلم)

ایک شخص نے حضور پاک ﷺ سے پوچھا، اسلام میں کون سا عمل اچھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا، تم اللہ کے بندوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر اس شخص کو سلام کرو، جس کو تم پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔

## ﴿سلام کی اہمیت﴾

سلام کی اہمیت کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر کے اس عمل میں دیکھئے امام مالک نے ابی ابن کعب کے صاحبزادے حضرت طفیل کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں عبداللہ بن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، ان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہمیں ساتھ لے کر بازار جاتے، جس دوکاندار یا فقیر ومسکین کے پاس سے گذرتے، اس کو بس سلام کرتے، ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، تو معمول کے مطابق مجھے ساتھ لے کر بازار جانے لگے، میں نے کہا، آپ بازار جا کر کیا کریں گے، نہ تو آپ کسی دکان پر کھڑے ہوتے ہیں نہ کسی چیز کا سودا کرتے ہیں، نہ ہی بھاؤ معلوم کرتے ہیں، اور نہ ہی بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں۔

یہیں بیٹھئے، باتیں ہوں اور ہم استفادہ کریں، حضرت ابن عمر نے فرمایا، ہم تو اس نیت سے بازار جاتے ہیں کہ جو ملے، اسکو سلام کریں اور ہر سلام پر کم از کم دس نیکیاں کمائیں، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور بندگانِ خدا کے جوابی سلاموں کی برکتیں حاصل کریں۔

○○○

## ﴿سلام کا اجر اور اس کا فائدہ﴾

حضرت عمران بن حُصَیْن سے روایت ہے اَنَّ رَجُلاً جَاءَ اِلیٰ النَّبِیّ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ َفَقَالَ السَّلامُ عَلَیْکُم فرَدَّ عَلَیہِ ثمّ جَلَسَ فَقَال النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عَشرٌ ثمَّ جَاءَ اٰخرُ فَقَالَ السَّلامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَۃ اللّٰہِ فَرَدَّ عَلَیْہِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ، ثمَّ جَاءَ اٰخرُ فقَال السَّلامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَۃ اللّٰہِ وبرکاتُہ فَرَدَّ عَلَیْہِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلاثُوْنَ۔ (ترمذی وابوداؤد)

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا، " السّلام علیکم " آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا، تو آپ نے فرمایا، عَشَرٌ دس یعنی اس کے لئے دس نیکیاں لکھی گئیں، پھر دوسرا آدمی آیا اور کہا السَّلامُ علیکم ورحمۃ اللّٰہ آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، وہ بھی بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ عِشرُوْن بیس (یعنی اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی گئیں) پھر تیسرا شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ، آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، وہ بھی بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا ثلاثون تیس، یعنی اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی گئیں۔

اسی حساب سے سلام کا جواب دینے والا بھی اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے، ارشاد باری ہے وَاِذا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیّۃٍ فَحَیّوا بِاَحْسَنَ مِنْھَا اَوْرُدّوْھَا (پ۵، نساء، آیت ۸۶).

جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس کا جواب اس سے بہتر الفاظ میں دو یا کم سے کم وہی الفاظ کہہ دو۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس ایک صاحب آئے اور کہا **السَّلامُ عَلَیْکَ یَارسُوْل اللّٰہِ** آپ نے جواب میں ایک کلمہ بڑھا کر فرمایا **وعلَیْکُم السّلام ورحمة اللّٰه** ، پھر ایک صاحب آئے، اور انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ سلام کیا **السلام علیک یارسول اللّٰه ورحمة اللّٰه** ،آپ نے جواب میں فرمایا **وعلیکم السّلام ورحمة اللّٰه وبرکاته** ،پھر ایک صاحب آئے، انہوں نے سلام کیا **السلام علیک یا رَسُول اللّٰه وَرَحمَةُ اللّٰه وَبَرُکاته** ،آپ ﷺ نے جواب میں صرف **وَعَلَیْکَ** فرمایا۔

ان کے دل میں شکایت پیدا ہوئی، اور عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، پہلے جو لوگ آئے، آپ نے ان کے جواب میں کئی کلمات دعاء کے ارشاد فرمائے، اور میں نے ان سب الفاظ سے سلام کیا تو آپ نے **وعلَیْکَ** پر اکتفاء فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تم نے ہمارے لئے کوئی کلمہ چھوڑا ہی نہیں کہ ہم جواب میں اضافہ کرتے۔ (ابن جریر وابن ابی حاکم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ مذکورہ تینوں کلموں سے زیادہ کرنے والے کو یہ کہہ کر روک دیا، **اِنَّ السَّلام قَدْ انتھیٰ اِلی البرکةِ**۔ (مظہری عن البغوی)

یعنی سلام لفظ برکت پر ختم ہوجاتا ہے، اس سے زیادہ مسنون نہیں ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اِنَّ اَوْلٰی النّاس باللّٰہِ مَنْ بَدَأ بالسّلامِ۔ (مسند احمد)

لوگوں میں اللہ سے زیادہ قریب وہ بندہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے، سلام میں پہل کرنا اس بات کی علامت ہے کہ اس بندے کے دل میں تکبر نہیں ہے، عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بن مَسْعُود عَنِ النَّبِیّ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ البَادِئُ بالسّلامِ بَرِئٌ مِنَ الکِبَرِ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بڑا بخیل ہے وہ آدمی جو سلام میں بخل کرے۔ (طبرانی ومعجم کبیر، بحوالہ معارف القرآن ج۲:ص۵۰۳)

## ﴿ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق﴾

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب سے پہلا حق یہ ہے کہ جب ملاقات ہو تو سلام کرے حضرت ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، قَالَ اِذا لَقِیَ اَحَدُ کُمْ اَخَاہُ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْہِ فَاِنْ حَالَت بَینھُمَا شَجَرۃٌ اَوْجِدَارٌ اَوْ حَجَرٌ ثمَّ لَقِیَہٗ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْہِ. (ابوداؤد شریف)

فرمایا آپ ﷺ نے جب تم میں سے کسی کی اپنے بھائی سے ملاقات ہو تو چاہئے کہ اس کو سلام کرے، پھر اس کے بعد اگر دونوں کے درمیان کوئی درخت یا

کوئی دیوار یا کوئی پتھر حائل ہو جائے، پھر اس کے بعد ملاقات ہو تو پھر سلام کرے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سلام کی کتنی اہمیت ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر تو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ جب کسی مجلس میں آنا جانا ہو تو سلام کیا کرو۔

**عَنْ اَنَسٍ اَنّ رَسُولَ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ یَا بُنَیَّ اِذا دخَلْتَ عَلیٰ اَھْلِکَ فَسَلِّمْ یَکُوْنُ بَرکَۃً عَلَیْکَ وَعَلیٰ اَھْلِ بَیْتِک**

(ترمذی شریف)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو، یہ تمہارے لئے بھی باعثِ برکت ہے اور تمہارے گھر والوں کے لئے بھی۔

اسی مضمون پر مشتمل حضرت قتادہ (تابعی) سے (مرسلاً) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم کسی کے گھر میں جاؤ تو گھر والوں کو سلام کرو اور پھر جب گھر سے نکلو تو وداعی سلام کرو۔ (بیہقی، شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں پہونچے تو چاہئے کہ سلام کرے، پھر اگر بیٹھنا مناسب سمجھے تو بیٹھ جائے، پھر جب جانے لگے تو پھر سلام کرے کہ پہلا سلام بعد والے سلام سے مرتبہ میں بڑھا ہوا نہیں ہے (ترمذی شریف)

○○○

## ﴿سلام کے کچھ احکام وآداب﴾

ملاقات کے وقت سلام کرنا مسنون ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے، مگر اس کے کچھ احکام وآداب بھی ہیں، اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے تو سلام نہیں کرنا چاہئے اور کسی نے سلام کرلیا تو جواب دینا واجب نہیں بلکہ مفسدِ صلوٰۃ ہے، اسی طرح خطبہ دینے والے کو، تلاوت کرنے والے کو، اذان واقامت کہنے والے کو، دینی کتابوں کا درس دینے والے کو، یا قضاء حاجت میں مشغول رہنے والے کو، سلام کرنا بھی جائز نہیں، نہ ہی اس کا جواب دینا واجب ہے۔ (ملخصاً، معارف القرآن ج۲:ص۵۰۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، اَنَّ رَجُلاً سَلَّمَ عَلیٰ النَّبِیِّ صَلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَھُوَ یَبُوْلُ فَلَم یَرُدَّ عَلَیہِ النَّبِیُّ السَّلامُ (ترمذی شریف)

ایک شخص نے نبی ﷺ کو اس حالت میں سلام کیا جب آپ ﷺ پیشاب کیلئے بیٹھے تھے، تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

اسی طرح اگر سونے والوں کے درمیان سے گذرو، تو آہستہ سے سلام کرو، تاکہ سونے والے کی نیند میں خلل واقع نہ ہو اور جو جاگ رہا ہے وہ سن لے۔

عَنْ مِقْداد بن الاَسْوَد فِیْ حَدیْثٍ طویلٍ فَیَجیءُ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّیْل فَیُسَلِّم تَسْلِیْماً لا یُوقِظُ النّائِمَ ویُسْمِعُ الْیَقْظَان.

حضرت مقداد بن اسودؓ ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ رات کو اصحاب صفہ کے پاس تشریف لاتے تو اس طرح آہستہ اور احتیاط سے سلام کرتے کہ سونے والے نہ جاگتے اور جاگنے والے سن لیتے، اسی طرح سلام کے متعلق آپ نے یہ بھی فرمایا، کہ چھوٹا، بڑے کو سلام کیا کرے، چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے، اور تھوڑے لوگوں کی جماعت، بڑی جماعت کو سلام کرے۔ (بخاری شریف)

اسی طرح سوار آدمی پیدل چلنے والے کو سلام کرے، اسی طرح حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ سے مرفوعاً روایت ہے۔ **قَالَ یُجزئُ عَنِ الجماعَةِ اِذا مَرُّ وا اَن یُسَلِّمَ اَحَدُھُمْ وَیُجْزِئُ عَنِ الجُلوسِ اَنْ یَّرُدَّ اَحَدُ ھُمْ.** (بیہقی، شعب الایمان)

فرمایا گذرنے والی جماعت میں سے اگر کوئی ایک سلام کرلے، تو پوری جماعت کی طرف سے کافی ہے، اور بیٹھے ہوئے لوگوں میں ایک جواب دیدے تو سب کی طرف سے کافی ہے۔

## ﴿سلام کے بعد مصافحہ﴾

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ **قَال مِنْ تَمَامِ التَحَیَّهِ الاَخْذُ بِالیَدِ.** (ترمذی وابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سلام کا تکملہ مصافحہ ہے، اور اس مصافحہ پر اجر وثواب کیا ملتا ہے سنئے! حضرت براء بن عازب سے: **عَنِ البَراء بن عَازِبٍ قال: قال النبیّ صلی الله علیه وسلم اِذا الْتَقَیٰ المُسْلِمَانِ فتصَافَحَا وَحَمِد اللّٰه وَاسْتَغْفِرَاهُ غُفِرَ لَهُمَ** (ابوداؤد)

فرمایا نبی ﷺ نے جب دو مسلمان آپس میں ملیں اور وہ مصافحہ کریں اور اس کے ساتھ اللہ کی حمد اور اپنے لئے مغفرت طلب کریں، تو ان کی مغفرت ہو ہی جائے گی۔

## ﴿صدقہ کی اہمیت﴾

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کیلئے (خواہ امیر ہو یا غریب) صدقہ لازم ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ اگر کسی آدمی کے پاس صدقہ کرنے کیلئے کچھ نہ ہو تو وہ کیا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کمائے، پھر اس سے وہ خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ بھی کرے، لوگوں نے عرض کیا، اگر وہ یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کسی پریشان حال، ضرورت مند کی مدد ہی کر دے، لوگوں نے کہا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے، تو آپ نے فرمایا وہ بھلائی اور نیکی کیلئے لوگوں سے کہے، لوگوں نے عرض کیا، اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے، تو آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو شر سے روکے، کہ یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرمایا: **قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال اللّٰہُ تعالیٰ اَنْفِقْ یا بْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ.** (بخاری ومسلم)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، اے آدم کے فرزند تو خرچ کیا کر، میں اپنے خزانے سے تجھ کو دیتا رہوں گا۔

حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا **اَنْفِقِیْ وَلا**

تُحْصِیْ ، فَیُحْصِی اللّٰہُ عَلَیْکِ وَلَا تُوعِیْ فَیُوعِیْ اللّٰہُ عَلَیْکِ، اِرْضَخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ. (بخاری ومسلم)

تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتی رہو اور گنو مت، تو وہ بھی تمہیں بے شمار دے گا، اور تم جوڑ جوڑ کر بند کر کے نہ رکھو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ یہی معاملہ کریگا، لہٰذا تھوڑا بہت جو کچھ ہو سکے، فراخ دلی سے خرچ کرتی رہو۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یَابْنَ اٰدَمَ اَنْ تَبْذُلَ الْخَیْرَ خَیْرٌ لَکَ وَاَنْ تُمْسِکَهٗ شَرٌّ لَکَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ وَابْدَءْ بِمَنْ تَعُوْلُ. (مسلم شریف)

اے آدم کے بیٹے! اللہ کی دی ہوئی دولت کو راہ خدا میں خرچ کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور اس کا روکنا تمہارے حق میں بُرا ہے، اور گذارے کے بقدر رکھنے پر کوئی ملامت نہیں ہے، اور سب سے پہلے ان پر خرچ کرو جن کی تم پر ذمہ داری ہے۔

## ﴿جو خرچ ہو گیا وہی باقی ہے﴾

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِی صَلَّی اللّٰہ عَلَیْهِ وَسَلَّم مَا بَقِیَ مِنْهَا ؟ قَالَتْ مَا بَقِیَ مِنْهَا الا کتفُهَا ، بَقِیَ مِنهَا غَیْرُ کَتِفِهَا :حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے ایک بکری ذبح کی، آپ ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا، کہ بکری میں سے کیا باقی رہا؟ کہا، صرف اس کا ایک دست باقی رہا، آپ ﷺ نے فرمایا اس دست کے علاوہ جو تقسیم کر دیا گیا، دراصل وہی باقی اور کام آنیوالا ہے۔

## ﴿صدقہ کے خواص﴾

عَنْ اَنَسٍ قَالَ ، قَال رَسُوْل اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِیءُ غَضَبَ الرَّب وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ (ترمذی شریف)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے، اور بُری موت سے بچاتا ہے، (یعنی اسکا خاتمہ اچھا ہوتا ہے، یا پھر ایسی موت سے بچاتا ہے، جس کو دنیا میں بُری موت سمجھا جاتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، بَادِرُ وا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ البَلَاءَ لا يتَخَطَّا هَا. (مشکوٰۃ ج۱: ص۱۶۷)

صدقہ کرنے میں جلدی کرو، اس لئے کہ مصیبت صدقہ سے آگے نہیں بڑھتی ہے، مرثد بن عبداللہ تابعی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا، اَنَّهُ سَمِعَ رسوَ اللّٰه صَلَّی اللّٰه عَلَيْه وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ ظِلَّ المؤمِنِ يَوْمَ القَيٰمةِ صَدَقَتُه. (مسند احمد)

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے کہ قیامت کے دن مومن پر اس کے صدقہ کا سایہ ہوگا۔

## ﴿صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا﴾

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَا نَقَصَتْ

صَـدَقَـةٌ مِـنْ مَـال وَزادَ الـلهُ بَعفُوٍ اِلا عِزّاً وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ الاّ رَفَعَهُ اللّٰه. (مسلم شریف)

صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں آتی، اور قصور معاف کردینے سے آدمی نیچا نہیں ہوتا بلکہ اس کی عزت میں اضافہ ہوجاتا ہے اور اللہ کیلئے تواضع اختیار کرے تو اللہ اس کو سربلندی عطا کرے گا۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے قَـالَ اَبُـوْذَرٍّ یَـا نَبِـیَّ الـلّـه، اَرأیْـتَ الصَّدقَةَ مَاهِیَ؟ قَالَ اضْعَافٌ مُضَاعَفَةٌ وَعِنْد اللّٰهِ المَزِیْدَ . (مسند احمد)

حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی! بتایئے، صدقہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چند در چند (یعنی جو مال صدقہ کیا ہے، اس کا کئی گنا ملے گا) اور اللہ کے یہاں بہت ہے، حدیث میں دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک کا ذکر ہے، مزید وَالـلّٰـهُ یُضَاعِف لِمَن یَّشَاءُ. اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا، اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا، اس لئے مالدار کو چاہئے کہ فراخ دلی کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرے، اور دولت جو ایک بڑی نعمت ہے، اس کے ذریعہ دنیا اور آخرت کی عزت کا سامان کرلے، جو لوگ دولت مند ہوکر اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے وہ بڑے خسارے میں ہیں، اور مال ان کے لئے کڑی آزمائش ہے۔

حضرت ابوذر سے روایت ہے، انتهَیْـتُ اِلـیٰ الـنبـیّ صَـلّی اللّٰـهُ عَلَیْـهِ وَسَـلَّـمَ وَهُـوَ جَـالِـسٌ فِـی ظـلّ الکَعْبَةِ ، فَلَمَّا رَاٰنی قال هُمُ الاَخْسَرُونَ وربّ الـکـعْبَةِ فَـقُـلْـتُ فِـداک اَبـیْ وَاُمِّـیْ مَنْ هُمْ ؟ قَال هُمُ الاَکثَرُوْنَ

اَمْـوالاً اِلاّ مَـنْ قـال هٰكذا وَ هٰكذا وَهٰكَذا منْ بَيْن يَديْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ يَّمينِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَليْلٌ مَاهُمْ . (بخاری ومسلم)

میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا، رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں؟ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان: کون لوگ ہیں جو بڑے خسارے میں ہیں، آپ نے فرمایا وہ لوگ جو بڑے دولت مند ہیں، ان میں وہی لوگ خسارے سے محفوظ ہیں، جو اپنے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں، اپنی دولت فراخی سے خرچ کرتے ہیں، مگر دولت مندوں میں ایسے لوگ کم ہیں۔

## ﴿اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے﴾

اپنے اہل وعیال اور اعزہ واقارب پر ثواب کی نیت سے اگر خرچ کیا جائے تو وہ بھی صدقہ ہے، بلکہ دوسرے لوگوں پر صدقہ کرنے سے زیادہ اس کا ثواب ہے، بس اس نیت سے ان کو کھلائیں، پلائیں اور پہنائیں کہ اس کا ہمیں حکم ہے، تاکہ یہ خرچ کارِثواب بن جائے۔

حضرت ابومسعودؓ سے روایت ہے، قَـالَ رَسُـوْل الـلّٰـهِ صَـلَّى اللّٰه عَلَيْه وَسَـلَّـمَ اِذا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلىٰ اَهْلِهٖ وَهُوَ يَحْتَسِبُها كانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب کوئی مسلمان اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت

سے خرچ کرے وہ اس کے حق میں صدقہ ہوگا، اور وہ عنداللہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رَسُوْلَ اللّٰہِ ایُّ الصّدَقَۃِ اَفْضَلُ؟ قَالَ جُھْدُ المُقِلّ وَابْدَءْ بِمَنْ تَعُوْلُ (ابوداؤد شریف)

یارسول اللہ: کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا وہ صدقہ افضل ہے، جو غریب آدمی اپنی کمائی سے کرے، اور پہلے ان پر خرچ کرے، جن کے تم ذمہ دار ہو۔

## ﴿مرحومین کو صدقہ کا ثواب﴾

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جَاءَ رَجُلٌ الیٰ النبیّ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلّمَ فَقَالَ اِنَّ اَبی ُماتَ وَترک مَالاً و لَمْ یُوصِ فَھَلْ یُکفِّرُ عَنہُ ، اِنْ تَصدَّقْتُ عَنْہُ قَالَ نَعَمْ (تہذیب الآثار لابن جریر) فرمایا: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے، اور ترکہ میں مال چھوڑا اور کوئی وصیت نہیں کی، تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں، تو کیا میرا صدقہ کرنا ان کے لئے کفارہ سیّئات بن جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں: (اللہ تعالیٰ سے اسی کی امید ہے)

عَنْ ابْن عَبَّاسٍ انّ سَعْد بن عُبَادۃَ تُوُفِّیَتْ اُمُّہٗ وَھُوَ غَائبٌ عَنْھَا فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللہِ اِنَّ اُمِّیْ تُوُفِّیَتْ وَاَنَا غَائبٌ عَنْھَا أیَنفَعُھَا شَیٌٔ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِہٖ عَنْھَا ، قَال نَعَمْ قَالَ فَاِنِّی اُشْھِدُکَ اَنَّ حَائِطِیْ ''المِخرَافُ'' صَدَقَۃٌ عَلَیْھَا. (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ کی ماں کا انتقال ایسے وقت میں ہوا کہ وہ خود موجود نہ تھے، اور جب واپسی ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا، یا رسول اللہ! میری عدم موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہوگیا، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ ان کیلئے نفع بخش ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں: انہوں نے عرض کیا، میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا باغ ''مخراف'' اپنی ماں کیلئے صدقہ کردیا۔

## ﴿صلہ رحمی کی برکت اور قطع رحمی پر وعید﴾

اہل قرابت کے ساتھ حسنِ سلوک کی اس قدر تاکید ہے کہ جہاں قرآن میں والدین کی خدمت اوران کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے، وہیں ذوی القربیٰ ،یعنی قرابت داروں کے ساتھ ان کے حقوق کی ادائیگی کی بھی وصیت ہے، صلہ رحمی کی اہمیت کیا ہے، اور قطع رحمی کتنا سنگین جرم اور کس قدر محرومی اور بدنصیبی کی بات ہے، احادیث کی روشنی میں دیکھئے۔

**عَنْ اَنَسٍ قال: قال رَسُول اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَبْسُطَ لَهُ فِي رِزْقِهٖ وَيَنْسأَلَهُ فِي اِثرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ** (مشکوٰۃ ص۴۱۹، بخاری ومسلم)

جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی اور فراخی پیدا ہو اور اس کے آثار قدم تادیر رہیں، (اس کی عمر دراز ہو) تو اُسے چاہئے کہ اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

صلہ رحمی کے دو بڑے فائدے، دیکھئے اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ایک باندی کو آزاد کر دیا تھا، جب نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، لَوْاَعْطَیْتِهَا اَخْوَالکِ کانَ اَعظَمُ لِاَجْرِکِ. (مشکوۃ ص:۱۷۱)
اگر تم اپنے ماموں کو دیدیتیں تو زیادہ ثواب ہوتا۔

سلیمان بن عامر سے روایت ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةُ عَلیٰ المِسْکِیْن صَدَقَةٌ وَهِیَ عَلیٰ ذی الرَّحِمِ ثِنَتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ . (مشکوٰۃ شریف ۱۷۱)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کسی محتاج کی مدد کرنا صرف صدقہ ہے اور اپنے کسی عزیز وقریب کی مدد کرنا دو امروں پر مشتمل ہے، ایک صدقہ، دوسرے صلہ رحمی، اس کے برعکس جو حقوقِ قرابت کی رعایت نہیں کرتا، اس کے لئے کس قدر سخت وعیدیں ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا لاَ یَدْ خُل الجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ (مشکوٰۃ ۴۱۹)
جو شخص قرابت کے حقوق ادا نہیں کرتا بلکہ رشتوں کو توڑ دیتا ہے، وہ جنت میں نہیں جائے گا، دوسری روایت میں ہے، لَا تَنْزِل الرَّحَمَةُ عَلیٰ قَوْمٍ فِیْهِ قاطِعُ رَحِمٍ (مشکوٰۃ ص ۴۲۰)

اس قوم پر اللہ کی رحمت نہیں اترتی، جس میں قطعِ رحمی کرنے والا موجود ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا، نبی ﷺ نے، الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ قَالَ الله تعالیٰ مَنْ وَصَلَکَ وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَکَ قَطَعتُهُ
رَحِمُ مشتق ہے رحمٰن سے (یعنی رحمت رحمٰن کی ایک شاخ ہے) اللہ تعالیٰ

نے اس سے فرمایا، جو تجھے جوڑے گا، میں اُسے جوڑوں گا، اور جو تجھے توڑے گا، میں اُسے توڑ دونگا۔

رَحِمٌ کو رحمٰن سے جو خصوصی نسبت ہے اسی وجہ سے عنداللہ اس کی اتنی اہمیت ہے کہ جو قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے گا، اللہ اس کو اپنا بنالے گا، اور جو کوئی اس رشتۂ قرابت کو کاٹ دے گا، اللہ تعالیٰ بھی اس کو اپنے سے دور کردے گا۔

حضرت عبداللہ بن عوف سے روایت ہے: قَالَ سَمِعْتُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه علیه وسلّمَ یقول قالَ اللّٰه تبارک وتَعَالیٰ اَنَا اللّٰهُ وَاَنَا الرَّحْمٰن خَلَقْتُ الرّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ (سنن ابوداؤد)

فرمایا: میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے، آپ فرماتے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے، کہ میں اللہ ہوں، میں الرّحمٰن ہوں، میں نے رشتۂ قرابت کو پیدا کیا، اور اپنے نام رحمٰن کے مادہ سے نکال کر، اس کو رحم کا نام دیا ہے پس جو اُسے جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا، اور جو اُسے توڑے گا میں اس کو توڑ دونگا۔

## ﴿قیام لیل کی فضیلت﴾

اپنے دل کی بستی کو اللہ کی یاد سے، زبان کو ذکر ومناجات سے، نفس کو قیام وقعود اور رکوع وسجود کی محنت وریاضت سے، اور اپنی ہستی کو سحر خیزی کی محبت سے انسان جب خود کو عادی بنالیتا ہے، تو اسکی برکات کا خود اُسے احساس ہونے لگتا ہے، ورنہ رات کی

پُرسکون فضا میں نرم وگرم بستر کو چھوڑ کر رب سے لَو لگا لینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اِنَّ ناشئة اللّیلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْأوَّاَقْومُ قِیْلاً (پ۲۹،مزمل،آیت۶)

بیشک رات کو اٹھنا نفس کیلئے بہت دباؤ والا عمل ہے، اور اس وقت بات درست (اور دل سے) نکلتی ہے۔

رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ بھی اپنے پورے لطف وکرم کے ساتھ اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے. قَالَ رَسُول اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تبارک وتعالیٰ کل لَیْلَةٍاِلیٰ السَّمَاءِ الدُّنیا حِیْنَ یَبْقیٰ ثُلثُ اللَّیْلِ الاٰ خِرِ یَقُول مَنْ یَدْعُوْنی فاسْتَجیْبُ لَهٗ مَنْ یَّسْأ لُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ ، مَن یَسْتَغْفِرُنی فَاغْفِرُ لَهٗ. (بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے، سماء دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے، کون ہے جو مجھ سے دعاء کرے اور میں اس کی دعاء کو قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے بخشش چاہے اور میں اس کو بخش دوں۔

نزول الیٰ السَّماء کی حقیقت وکیفیت سے تو رب ہی واقف ہے، ایسے موقع پر اپنی جہالت کا اعتراف ہی علم ہے، یہی ائمہ سلف کا مسلک ہے، البتہ اس حدیث کا جو پیغام ہے وہ بالکل واضح ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے قَالَ رسُوْل اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اَفضَلُ بَعد الصَّلوٰۃ المکتوبَۃِ ، الصَّلوٰۃ فی جَوْف اللَّیْلِ (مسلم شریف)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فرض نماز کے بعد، افضل نماز ، درمیان شب کی نماز ہے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ بندے سے زیادہ قریب ہوتا ہے، عمرو بن عبسہؓ سے روایت ہے قَالَ رَسُوْل اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْرَبَ مَا یَکُوْنُ الرَّبُّ مِنْ العَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الاٰخِرِ فَاِنِ استَطَعْتَ اَنْ تکونَ یَذکُرُ اللّٰہَ فی تِلْکَ السَّاعَۃِ فَکُنْ (ترمذی شریف)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ بندے سے زیادہ قریب رات کے آخری درمیانی حصے میں ہوتا ہے ، پس اگر تم سے ہو سکے کہ تم ان بندوں میں سے ہو جاؤ، جو اس مبارک وقت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں، تو تم ان میں سے ہو جاؤ۔

رات کے آخری حصہ میں قیام، تم سے پہلے صالحین کا طریقہ رہا ہے، اس لئے تم بھی اس کو لازم پکڑ لو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکم بقیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّہٗ دابُ الصَّالِحِیْنَ قبلکُمْ وَھُوَ قُرْبَۃٌ لَکُمْ اِلیٰ رَبِّکُمْ وَمَکْفَرۃٌ للسَّیاٰت وَمَنْھَا ۃٌ عَنِ الاثِمِ. (ترمذی شریف)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ تم تہجد ضرور پڑھا کرو، کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ اور شعار رہا ہے اور وہ قرب الٰہی کا خاص وسیلہ ہے، اور گناہوں کے بُرے اثرات کو مٹانے اور گناہوں سے روکنے والی چیز ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے واسطہ سے جوروایت نقل کی گئی تھی ، اس میں کثرت سلام ،اطعامِ طعام،صلہ رحمی اورصلوٰۃ لیل کا ذکر تھا،ان کے اہتمام پرسلامتی کے ساتھ جنت میں پہونچ جانے کی بشارت ہے ،اس سے ظاہر ہے کہ ان امور کی شریعت کی نظر میں کس قدر اہمیت ہے اس لئے خیال آیا کہ ہرایک پر مستقل عنوان کے ساتھ کچھ تفصیل پیش کردی جائے۔

تا کہ شوق،کارخیراور جنت کیلئے رہنما بن جائے۔اورخوف،عمل بداورجہنم سے بچنے کیلئے ذریعہ بن جائے۔

اور یہی دونوں یعنی شوق اورخوف انسان کی زندگی میں کامرانی کی ضمانت ہیں اورکامیابی کا مطلب ہے۔ **فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّار وَاُدْخِلَ الجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الحَيٰوة الدُنْيَا الَّا مَتَاع الغَرُور.** (سورہ ال عمران پارہ۳ آیت ۱۸۵)

اور جس کو جہنم سے دور کردیا گیا،اور جنت میں داخل کردیا گیا ، وہ کامیاب ہوگیا،اوردنیا کی زندگی صرف دھوکہ کا سامان ہے۔

اور یہ جنت ہی دراصل مومن کا مطلوب ومقصود ہے،اس لئے مختلف پیرائے میں،مختلف اعمال پر جنت کی خوشخبری دی گئی ،حالانکہ جنت اس قدر بیش قیمت ہے کہ اعمال صالحہ تو اس کا بدل نہیں بن سکتے ، جنت تو فضلِ الٰہی اوررحمتِ خداوندی پر ملے گی،لیکن یہ بات یادرہے کہ فضلِ حق اورحمتِ رب کا سبب اچھے اعمال ہی ہوں گے، اسی لئے تو اللہ کے مخلص بندے ہمہ وقت یادالٰہی میں مصروف رہتے ہیں،اورشب کی خلوتوں میں اسی کے ذکر سے دل کی انجمن کوآباد رکھتے ہیں۔

واقف ہو، اگر لذت بیداری شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پُر اسرار

اور جو دل بھی لذت بیداری شب سے آشنا ہو جائے، اس کو نہ دنیا کا کوئی خوف ہے اور نہ ہی اس کا کوئی غم، اگر فکر ہے تو آخرت کی، شوق ہے تو جنت کا، جذبہ ہے تو سب کچھ اللہ کی مرضی پر قربان کر دینے کا۔

قربان وہ کردیتا ہے جنت کی بہاریں
پاتا ہے جو قسمت سے مناجات کا عالم

لوگوں کو کثرت سے سلام کرنا، مسکینوں کو کھانا کھلانا، صلہ رحمی، یعنی رشتہ داروں سے محبت رکھنا، اور شب کی تنہائیوں میں جب لوگ سو رہے ہوں، نماز پڑھنا، ان ہی لوگوں کا شیوہ ہے جن کے دل میں شوقِ جنت کی شمع روشن ہو، اور خوفِ آخرت، خانۂ دل میں مکیں ہو۔ ایسے لوگوں کی نظر ہمہ وقت دنیاوی زندگی کے خوب و ناخوب کے ہر دو پہلو پر رہتی ہے، تاکہ وہ اپنے آپ کو خُسران و نقصان سے بچا سکیں۔

## ﴿دنیاوی زندگی کے دو پہلو﴾

مادی فلسفہ کی تعبیر اور وجود زندگی کی تعمیر میں لاریب اصل سرمایہ خود انسان کی زندگی ہے، اور زندگی نہ ہو تو جنت ارضی کی تمام جاں نواز ساعتیں، دلفریب آرائشیں، اور تازگی بخش مجلسیں، سب کچھ بیکار ہیں، جسم میں جب تک جان ہے، آنکھوں میں دَم ہے، ہاتھ پاؤں میں جنبش ہے، دل کی دھڑکنیں سلامت ہیں، اور جینے کی امنگ باقی ہے، تو ساغر و مینا کی خواہش کا وجود ہے۔

زندگی اگر چمن کی شادابی اور بہاروں کی دل کشی سے، خوشگوار ہواؤں اور عطر بیز فضاؤں سے، طائرانِ چمن کی رس گھولتی نواؤں اور آسمان پر مہ ونجوم کی شبینہ محفلوں سے شادکام ہوتی ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دل کی دنیا کو اپنی طرف مائل کرنے والی یہ دلکش کائنات خود اپنی ذات میں حسین ہے، بلکہ حسنِ فطرت کی ان بہاروں میں خوشگوار زندگی کا راز پنہاں ہے، مَــنْ کی تازگی، اور طبع کی جولانی ان ہی کے دم سے قائم ہے، اور زندگی کو پیہم دواں، ہر دم جواں رکھنے کی یہ سب ضرورتیں ہیں، اور اگر غور کریں تو ان ضرورتوں کے پیچھے گمان آباد ہستی کا موہوم سراب اور کبھی نہ ختم ہونے والی تمناؤں کا لامتناہی سلسلہ، کائنات ارضی کی غیر محدود وسعتوں میں دامِ صد رنگ کی صورت میں پھیلا ہوا ہے۔

اور جب انسان تمناؤں کی اس پُرکشش دنیا میں قدم رکھتا ہے، تو ہر قدم پر خواہش وضرورت کی ایک نئی دنیا اس کو خوش آمدید کہتی ہے، اور وہ خود کو خوش قسمت اور خوش نصیب سمجھ کر حیاتِ انسانی کے اصل ایمانی فلسفہ کو بھول جاتا ہے۔

دنیا کے چند سنگ ریزوں کو جمع کرنے اور عہدۂ ومنصب کی ہوس میں اپنی تہذیب وروایات کو قربان کر دیتا ہے، بلکہ اس کی نظروں سے اسلام کی عظمت کے وہ تابندہ نقوش غائب ہو جاتے ہیں، جو شاہراہ حیات پر سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں، اور رفعت وبلندی کے وہ مینار اوجھل ہو جاتے ہیں، جو بھٹکے ہوئے مسافر کے لئے قندیل ایمانی کا کام کرتے ہیں۔

اور تاریخ کے وہ درخشاں ابواب جو اسلامی تہذیب وتمدن، ایثارو ہمدردی، اقدارو روایات، اخلاق ومحبت اور عروج وارتقاء کے گواہ ہیں ان کو ہم اس لئے نظر انداز کردیتے ہیں، کہ وہ ہماری آزاد طبیعت سے ہم آہنگ نہیں ہیں، ہم نے تو صرف مغربی تہذیب کے روشن چہرے کو دیکھا، لیکن چنگیز سے تاریک تر اندرون پر نظر نہ کی، ہم نے تو یورپ کی صنعتی، اقتصادی، علمی، سائنسی ترقی، اس کی چمک دمک، اور اس کی آب وتاب کو دیکھا، لیکن اس کی بے راہ روی، چیرہ دستی، تخرّب اور تخریب کاری پر نظر نہ کی، لالچ، موہوم خوف، یا چندروزہ ذاتی منفعت اور خودغرضی کی لعنت میں گرفتار ہوکر بے لگام تہذیب کے پیچھے چل پڑے اور اسلامی اقدار وروایات کو پس پشت ڈال کر، نئی تہذیب کو کامیابی کی ضمانت سمجھ لیا، نہ تو اسکے مضمرات کو جاننے کی کوشش کی، اور نہ ہی چشم دید حالات وواقعات سے کوئی سبق سیکھا۔

بلکہ المیہ تو یہ ہے کہ اسلامی ملکوں کا مرفہ حال، متموّل اور صاحب اقتدار طبقہ خود اس کا ہمنوا بن گیا، اور خود اپنی تہذیب وروایات کی پامالی میں اس کے ساتھ شریک ہوگیا۔

اور اس سے بھی زیادہ قابل افسوس بات یہ کہ مسلمانوں کا جدید مغربی تعلیم یافتہ طبقہ، جس کے سامنے بے حیواں تہذیب کا گوشہ گوشہ ہے، وہ بھی مادیت کی ظاہری چمک دمک اور آنکھوں کو خیرہ کردینے والی ترقیات اور اس کی فسوں کاری سے اس قدر متأثر ہوا کہ خود مغربی تہذیب کا مبلغ بن گیا، اور اس نے اس بدیہی حقیقت پر نظر بھی نہ کی کہ آج ترقی اور امن کے نام پر عالم انسانیت اور عالم اسلام کی تباہی وبربادی میں کون سی قوت وذہنیت کارفرما ہے، اور دہشت گردی کے عنوان پر اسلامی ملک اور ملتِ اسلامیہ

پر یورش و یلغار کیوں ہے؟ اہلِ اسلام اور مخالفین اسلام کے درمیان فکری، ذہنی، عقلی، اور عملی طور پر کتنا عناد و تضاد ہے؟

کیا اس بدیہی حقیقت کو بتانے کی ضرورت ہے؟ ''عیاں راچہ بیاں'' کہ مومن کیلئے قابلِ رشک زندگی، آخرت کی کامیابی اور اس کی دائمی زندگی کا عیش ہے۔

اور بے ایمان کی زندگی، اور اس کی تمام تر عملی کوشش کا محور، آخرت کے تصور سے بیزار صرف دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام ہے، قرآن کے آئینہ میں اس کی یہی تصویر ہے۔

**يَعْلَمُوْنَ ظَاهِراً مِنَ الحيٰوةِ الدُّنيا وَهُمْ عَنِ الاٰخِرةِ هُمْ غٰفِلون .**

(سورہ روم پ۲۱، آیت ۷)

یہ لوگ دنیاوی زندگی کے ظاہر سے تو واقف ہیں لیکن آخرت (کی زندگی) سے بے خبر ہیں۔

دنیاوی زندگی کے دو پہلو ہیں، ایک اس کا ظاہر کہ مال و دولت کس طرح کمائیں، ترقی کی بلندیوں پر کیسے پہونچیں، خلاؤں میں سفر کس طرح کریں، چاند اور ستاروں پر کمندیں کیسے ڈالیں، اور دنیا عیش و عشرت کا گہوارہ کس طرح بنے۔

دنیا کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہی دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اور دنیا کی اسی چندروزہ زندگی پر آخرت کی عزت و راحت اور ہر قسم کی نعمت کا حصول موقوف ہے جو لوگ دنیا کے ظاہر احوال سے اس قدر واقف ہیں کہ خلاؤں کی وسعت بھی اب ان کیلئے تفریح گاہ بن گئی ہے، اور ستاروں کی گذرگاہوں پر بھی ان کی حکمرانی ہے، مگر سوچئے! تو ابھی تک

وہ اپنی زندگی اور دنیا کی حقیقت سے بھی نا آشنا ہیں، بقول علامہ اقبال:

ڈھونڈھنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کرنہ سکا
اپنی حکمت کے خم وپیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع وضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کرنہ سکا

دنیا کواُجالوں کی سوغات بانٹنے والا، اپنی تاریک زندگی کیلئے ایک دیا بھی نہ جلا سکا، کیونکہ اس کی زندگی کا مکمل فلسفہ صرف اور صرف دنیاوی حیات اور مادی ترقی پر مشتمل تھا، اوراسی پر اس نے عمر کا ایک ایک لمحہ صرف کیا، کائنات کے سربستہ رازوں کی کھوج میں سرگرداں رہا، عروج وارتقاء کی بلندیوں کو سر کیا، سائنسی اور صنعتی انقلاب کے ذریعہ خلاؤں میں جھنڈے گاڑے، اور مشقت بھری زندگی کو جدید سھولتوں سے آراستہ کرنے میں اس طرح الجھا کہ نہ تو زندگی کے مقصد کو سمجھ سکا، نہ اس کے دل میں خدا کا خوف راہ پا سکا، اور نہ ایمان ویقین کی دولت اس کے ہاتھ آسکی۔

چونکہ اس کی زندگی کا فلسفہ اور اس کی تحقیق وجستجو کا ہر ایک زاویہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے منسلک تھا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کو وقت کی قدر و قیمت اور محنت ومشقت کا صلہ بھی عزت وشہرت اور دنیا کی خوشگوار زندگی کی صورت میں ملا، لیکن اس نے اس فلسفہ پر غور وفکر کرنے کی زحمت نہ کی، کہ آخر مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

جب کہ موت ایک ایسی حقیقت ہے، جس سے نہ تو انکار کی کوئی گنجائش ہے۔

اور نہ ہی کسی کو اس سے رُستگاری ہے۔تو پھر اس دنیا کی اصل حقیقت کیا ہے؟ جس نے اس فلسفہ کو سمجھنے کی کوشش نہ کی، وہ بالآخر دنیا کی کامیاب زندگی کے باوجود ناکام ونامرادمرا۔اور سب کچھ چھوڑ کر نا قابلِ تلافی نقصان وخُسران کے ساتھ اس دنیا سے چلا گیا، ایسے محروم القسمت لوگوں کی زندگی کو اگر آپ قابلِ رشک سمجھتے ہیں تو پھر قرآن کا فیصلہ سنیں۔

## ﴿دنیاوی زندگی کی رونقیں آزمائش کیلئے ہیں﴾

**وَلاَ تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلىٰ مَا مَتَّعنَا بِهٖ اَزْوَاجاً منهُمْ زَهْرَة الحَيَاةِ الدُّنيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْق رَبِّک خَيْرٌ وَ ابْقىٰ** (سورہ طہ پ۱۶: آیت ۸۸)

اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے، جو ہم نے کفار میں مختلف لوگوں کو فائدہ اٹھانے کیلئے دی ہیں، یہ تو صرف دنیوی زندگی کی رونقیں ہیں (اوراس لئے دی ہیں) تا کہ ہم ان کو اس میں آزمالیں اور (آخرت میں ملنے والا) آپ کے رب کا عطیہ زیادہ بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔

پھر قرآن نے اسی بات کو دوسرے انداز میں اس طرح بیان کیا: **لَا يَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبَ الذِّيْنَ كفَرُوا فِي البلادِ ، مَتَاع قَلِيْلٌ ثُمَّ مَا وا هُمْ جَهَنَّمُ وَبِئسَ المِهَاد ، لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الانهٰرُ**

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلاً مِنْ عِنْدِاللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلاَبْرار، (سورہ ال عمران پ ۴: آیت ۱۹۶)

تمہیں ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا، دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ یہ تو چند دن کی بہار ہے، پھر (مرنیکے بعد) ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور بہت بُرا ٹھکانا ہے، لیکن جولوگ مومن متقی ہیں، ان کے لئے جنتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں، بہتی ہیں، یہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہوگی، اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکو کاروں کے لئے بہتر ہے اور پرہیز گار و نیکوکار وہی لوگ ہیں، جن کی زندگی حسن اعمال سے مزین ہو، دل محبت الٰہی سے سرشار ہو، اور خوفِ خدا ہمیشہ پیش نظر ہو، انہیں کے لئے جنت کی باغ و بہار، اور جنت کے بلند درجات ہیں، اور وہی لوگ اللہ کے یہاں مہمانی کے حق دار ہوں گے، اس اعلان کے باوجود قرآن کے فیصلہ پر عمل پیرا وہی ہوں گے، جن کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا۔

## ﴿علم والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں﴾

قرآن کہتا ہے اِنَّمَا یَخْشیٰ اللّٰهَ مِنْ عَبَادِهِ الْعُلَمَاءُ اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اس سے صحیح طور پر ڈرتے ہیں۔

عنایت اللہ مشرقی نے اپنا یہ واقعہ لکھا ہے کہ وہ لندن کی کسی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتے تھے، یہ ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے، سر جیمس جو برطانوی سائنسدانوں کے استاذ الاساتذہ تھے، ایک اتوار کی صبح کو انجیل بغل میں دبائے کلیسا جارہے تھے، یہ وہ زمانہ تھا، جب مذہب کو قصۂ پارینہ سمجھ کر ایک گوشہ میں دفن کیا جاچکا تھا، مجھے حیرت ہوئی کہ اتنا بڑا سائنسداں، اس زمانہ میں مذہبی رسوم کا پابند ہے، میں نے آگے بڑھ کر

پوچھا، سرجیمس، کیا آپ جیسا عظیم المرتبت سائنسدان بھی گرجا گھر جارہا ہے؟

انہوں نے رک کر کہا'' آج شام کو چار بجے مجھے گھر پر ملنا'' میں شام کو ان کے گھر گیا، چائے کی میز پر بیٹھ کر سرجیمس نے اجرام فلکی کے مہیب نظام، ان کے پیچیدہ راستوں، سرعت پرواز، حیرت انگیز لمبائی و چوڑائی اور بے پناہ وسعتوں پر ایسی تفصیلی بحث کی اور خدا کی حکمت ودانش پر اس رنگ میں روشنی ڈالی، کہ میں وجد وحیرت کی دو گونہ کیفیات میں کھو گیا، اور خود وہ بھی بے حد متأثر تھے، اس کے بعد انہوں نے کہا: کہ خشیت وہیبت کی یہی وہ فراوانی ہے، جسے کم کرنے کیلئے میں خدا کے حضور میں حاضر ہوتا ہوں، میں جب فرش خاک پر سر رکھ کر خدا کو عظیم کہتا ہوں، تو یہ یقین کیجئے! کہ یہ آواز میرے دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا صحیح تصور قائم کرنے کے لئے سالہا سال تک اس کے شاہکاروں اور نظام کائنات پر غور وفکر کی ضرورت ہے، ایک جاہل: خدا سے ڈرنے کی پوری صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔

میں نے کہا! سرجیمس: آپ کی یہ تقریر سن کر مجھے ایک آیت کریمہ یاد آگئی، اجازت ہوتو پیش کروں: انہوں نے کہا ضرور پیش کیجئے، میں نے یہی آیت پیش کی،

**اِنَّمَا یَخشی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ العُلَمَاءُ**

سرجیمس نے فرطِ حیرت سے کہا، کیا قرآن میں واقعی یہ آیت موجود ہے؟ محمد ﷺ کو یہ راز کس نے بتایا؟ یقیناً اللہ ہی نے بتایا ہوگا، ورنہ محمد ﷺ تو اَن پڑھ تھے، میرا نام بھی ان لوگوں میں شامل کرلو، جو قرآن کو خدا کی کتاب، اور محمد ﷺ کو اس کا فرستادہ سمجھتے ہیں، اگر، قرآن میں اور کچھ نہ ہوتو صرف یہی ایک صداقت، اس کے الہامی کتاب ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔

(صدق لکھنؤ ۱۲ر فروری ۱۹۵۳ء، بحوالہ پیغمبر اعظم، ترتیب جدید ص ۴۱۴)

اسلام کی اصل روح، ذاتِ حق سے عشق ومحبت، اور خوف وخشیت ہے، مومن صادق کا ہر عمل، محبت وخوف کی ملی جلی کیفیت سے ہمہ وقت سرشار رہتا ہے، ذات وصفات باری کی حقیقی معرفت، اس کا اصلی مقصود ہوتا ہے، کلامِ الٰہی میں فکر وتدبّر، اس کی زندگی کا وظیفہ ہوتا ہے، معلوم چیزوں سے نامعلوم حقائق کو جاننے کیلئے کوشاں رہنا اس کا شوق ہوتا ہے، وقت کی صحیح قدر اور اس سے فائدہ اٹھالینا اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔

## ﴿وقت، دین ودنیا کی بڑی دولت ہے﴾

امام شافعیؒ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، رات کے پہلے حصے میں لکھتے تھے، دوسرے حصے میں نماز پڑھتے تھے، تیسرے حصے میں سوتے تھے۔

امام محمد حسن الشیبانی نے رات کو اس طرح تقسیم فرمایا، ایک حصہ آرام کیلئے، ایک حصہ نماز کیلئے اور ایک حصہ درس دینے کیلئے۔

امام ابو یوسفؒ نے وقت کی قدر اس طرح کی کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی مجلس میں ۱۷ر یا ۲۹ر سال اس طرح گذارے کہ ان کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتے، ہمیشہ ساتھ رہتے، عیدالاضحیٰ کے موقع پر بھی ان سے جدا نہ ہوتے، سوائے بیماری کی حالت میں، محمد بن قُدامہ نے بیان کیا کہ میں نے شجاع بن مخلد سے سُنا، کہا میں نے ابو یوسفؒ سے سنا، کہ میرا بیٹا فوت ہوگیا، تو میں اس کی تجہیز وتکفین میں شریک نہ ہوا، بلکہ میں نے

اس کو اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں پر چھوڑ دیا، اس خوف سے کہ کوئی ایسی بات امام ابوحنیفہؒ کی مجھ سے چھوٹ جائے، اور اس کی حسرت نہ جائے۔

علامہ ابن جوزیؒ نے ابن عقیل کے بارے میں لکھا کہ اللہ کے اس بندے نے ۸۰ فنون پر کتابیں لکھیں، ان کی ایک کتاب ۸۰۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔

بقول حافظ ذہبی۔ دنیا میں اس سے بڑی کتاب نہیں لکھی گئی۔

امام غزالیؒ نے علم وتحقیق اور دعوت واصلاح پر کم وبیش ۸۰ کتابیں تحریر کیں، جن میں صرف ایک کتاب ''یاقوت التاویل'' چالیس جلدوں میں ہے۔

مشہور فلسفی وطبیب بوعلی سینا نے بیس جلدوں میں ''الحاصل والمحصول'' بیس جلدوں میں ''الانصاف'' اٹھارہ جلدوں میں ''الشّفاء، اور دس جلدوں میں ''لسان العرب'' کے علاوہ دیگر کتابیں بھی تصنیف کیں۔

فن طب میں اس کی سب سے مشہور کتاب ''القانون فی الطب'' ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، جس کو فن طب میں انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت حاصل ہے، جو یوروپ کے مختلف میڈیکل کالجوں میں پانچ سو سال تک نصاب درس میں شامل رہی، اور آج بھی مشرق میں طبی نصاب کی سب سے اہم کتاب ہونے کا اسکو شرف حاصل ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے اسلامی علوم وفنون میں سے اکثر علم وفن پر شاہکار کتابیں لکھیں۔

یہ تھی زندگی جیسے عطیہ کی قدر کہ زندگی کے ایک ایک لمحہ کا رس نچوڑ کر کس طرح انہوں نے اپنے دل کو شادکام کیا اور بعد والوں کیلئے علمی آسودگی کے سامان مہیا کئے۔

## ﴿وقت کس طرح قیمتی بنتا ہے﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ کے علاقہ میں سیر کو نکلے (ایک مقام پر) انہوں نے اپنا دسترخوان بچھایا (اسی وقت) ان کے قریب سے ایک بکری چرانے والا (چرواہا) گذرا، اس نے سلام کیا، ابن عمرؓ نے اس کو کھانے کی دعوت دی، اس نے کہا میرا روزہ ہے، ابن عمرؓ نے کہا، اس قدر شدید گرمی اور لُو کے دن میں روزہ رکھ کر تو بکریاں چرا رہا ہے۔ اس نے کہا کہ زندگی کے ایام تیزی سے گذر رہے ہیں، ان کو اسی طرح قیمتی بنایا جاسکتا ہے، ابن عمر نے اس کے ورع کو جانچنے کی غرض سے اس سے کہا، کیا تم اپنی ان بکریوں میں سے ایک بکری ہم کو فروخت کر سکتے ہو، ہم اس کی قیمت بھی تم کو دیں گے، اور افطار کیلئے گوشت بھی، تو اس نے کہا یہ بکری میری نہیں ہے۔ بلکہ میرے مالک کی ہے، تو ابن عمر نے اس سے کہا جب کوئی بکری غائب ہو جائے تو تمہارا آقا کیا کرلے گا (اس بات کو سن کر) چرواہے نے اپنا رخ پھیر لیا، اور اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر بولا فَـاَیْـن اللّٰہ: (اللہ کہاں چلا جائے گا) چرواہے کا یہ جملہ سن کر، حضرت ابن عمر چرواہے کے قول کو بار بار دھراتے اور کہتے فَـاَیْن اللّٰہ: (اللہ کہاں چلا جائے گا) پھر جب ابن عمر واپس آئے تو بکری کے مالک سے بکری اور چرواہے کو خریدا، پھر چرواہے کو آزاد کر کے بکری اس کو ہبہ کر دی۔ (اُسُدُ الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ج۳: ۲۳۶)

نوکِ ہر خار سے پوچھو وہ گواہی دیں گے
ہم نے کانٹوں میں بھی گلزار کھلا رکھا ہے

مگر جب کبھی مال کی بلا خیز محبت اپنا اثر دکھاتی ہے، تو دم زدن میں اس کی

چاہت وہ گل کھلاتی ہے کہ عقل مفلوج ہوکر رہ جاتی ہے، اچھے بُرے کا خیال بھی رخصت ہوجاتا ہے، اور ہوس، فکر کے خاکوں میں ایسا رنگ بھرتی ہے کہ ہر کوئی خواہ عالم ہو یا جاہل، عام ہو یا خاص ہر ایک کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔

## ﴿غلط فہمی﴾

امین گیلانی نے اپنی کتاب ''غلط فہمی'' میں لکھا ہے۔

ایک روز میرا ایک سیانا دوست آیا، اور ہنس کر کہنے لگا، آج میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ ہوا، میں فجر کی نماز کیلئے جب مسجد میں داخل ہوا، تو جماعت کھڑی ہوگئی، میں نے جلدی جلدی وضو کیا، کہ ابھی دو سنتیں بھی پڑھنی ہے، کہیں جماعت سے رہ نہ جاؤں، وضو کر کے اٹھا، ٹوپی اٹھانے لگا، تو ساتھ ہی ایک چمکتی ہوئی گھڑی نظر آئی، میں نے وہ بھی اٹھا کر جیب میں ڈال لی کہ یقیناً کوئی نمازی یہاں بھول گیا ہے۔

شیطان نے ورغلایا، بجائے نماز ادا کرنے کے، جوتا پہنا اور مسجد سے باہر آ گیا، دور جا کر، جیب میں ہاتھ ڈال کر گھڑی نکالی، کہ دیکھوں قیمتی ہے یا معمولی، جب گھڑی دیکھی، تو مارے حیرت کے وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا، کہ وہ گھڑی میری اپنی تھی، جو غلط فہمی میں کسی دوسرے کی سمجھ کر لے بھاگا، اور نماز بھی ادا نہ کی، اپنے آپ کو لعنت وملامت کی، دل ندامت میں ڈوب گیا، توبہ کی، اور واپس آ کر تنہا نماز ادا کی۔ (غلط فہمی از سید امین گیلانی: ص ۲۸)۔

دیکھا آپ نے: سنتوں کی فکر، اور جماعت میں شمولیت کے شدید احساس کے باوجود مال کی محبت کیا گل کھلاتی ہے کہ ایک نمازی، سنت اور جماعت کو چھوڑ چھاڑ مسجد

ہی سے نکل بھاگتا ہے۔قرآن کہتا ہے۔ وَاِنَّهُ لِحُبِّ الخَيْرِ لَشَدِيْد :بیشک انسان مال کی محبت میں سخت واقع ہوا ہے۔لیکن جس دل میں فکر آخرت کا چراغ روشن ہو،اس چراغ کو مال کی محبت اور خوف کی آندھی بھی نہیں بجھا پاتی ہے۔

ان کا حال تو یہ ہوتا ہے۔ يَخَافونَ يَوْماً تتقَلّبُ فِيْهِ القلوب وَ الابْصَار

(سورہ نور پ۱۸،آیت ۳۷)

وہ ڈرتے رہتے ہیں،اس دن سے جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی، اور پھر ان کی خشیت کا حال یہ ہوتا ہے۔ يُؤتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَقُلوُبهم وَجِلَة اَنَّهُمْ اِلىٰ ربّهِمْ راجِعُون (پ۱۸،سورہ مومنون آیت ۶۰)

عبادت واطاعت کے بعد بھی وہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (اور اس کے باوجود) ان کے دل قیامت کی بازپُرس سے ڈرتے رہتے ہیں۔

اور یہ غم آخرت کا چراغ ایسا نہیں، جو کبھی جل گیا، کبھی بجھ گیا، بلکہ یہ دل مومن میں ہمہ وقت فروزاں رہتا ہے، کیا جلوت، کیا خلوت کیا سردی، کیا گرمی، کیا صحرا، کیا سمندر، جب بھی اور جہاں کہیں بھی، جب معاملہ دنیا اور مال واسباب کا آئے گا، تو آخرت کے خوف سے لرزتی ہوئی یہی آواز اس کی زبان پر آئے گی۔ فَاَيْنَ اللّٰه، اللہ کہاں چلا جائے گا وہ تو دیکھ رہا ہے۔

## ﴿پُل صراط کا خوف﴾

واقعہ غزوہ موتہ کا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے تین ہزار کا لشکر ماہِ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں موتہ کی طرف روانہ فرمایا (موتہ ملک شام کے علاقہ بلقاء میں واقع ہے) وہاں

کے حاکم شرحبیل بن عمرو غسّانی نے آپ کے قاصد حارث بن عمیر کو قتل کرادیا تھا، جس کی وجہ سے آپ نے یہ لشکر روانہ کیا، اس لشکر میں مشہور صحابی عبداللہ بن رواحہ بھی تھے، جب رسول اللہ ﷺ لشکر کو رخصت کرنے لگے، تو عبداللہ بن رواحہ رو پڑے، لوگوں نے کہا، اے عبداللہ بن رواحہ کس چیز نے تم کو رُلایا، تو عبداللہ بن رواحہ نے جواب دیا۔

**اَمَا واللّٰہ مَا فی حُبَّ الدُّنیَا وَ لا صُبَابة بِکم ، وَلکِنّی سَمِعْتُ رَسُوْ لَ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَقْرأ اٰیةًمِنْ کِتاب اللّٰہ وَاِنْ مِنکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا کانَ عَلیٰ رَبّک حَتْماً مَقضیاً** (سورہ مریم پ۱۶: آیت ۷۱)

**فَلَسْتُ اَدْرِیْ کَیْفَ لِی بالصَّدْرِ بَعْد الورود.**

آگاہ ہوجاؤ: خدا کی قسم: نہ مجھے دنیا سے محبت ہے، اور نہ تم سے شیفتگی، لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو کتاب اللہ کی یہ آیت پڑھتے سنا ہے، کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے، جس کا جہنم پر گذر نہ ہو، یہ اللہ رب العزت کا حتمی اور اٹل فیصلہ ہے، تو مجھے معلوم نہیں کہ جہنم کے ورود کے بعد واپسی کیسے ہوگی، یعنی میرا کیا بنے گا؟ اس لئے رو رہا ہوں۔

لشکر جب روانہ ہونے لگا تو لوگوں نے انہیں تسلی دیتے ہوئے پکار کر کہا: اللہ! آپ کو ہماری طرف صحیح وسالم اور کامیاب واپس لائے۔ اس پر عبداللہ بن رواحہ نے یہ اشعار پڑھے۔ جس میں انہوں نے اپنے لئے شہادت ومغفرت کی دعاء مانگی، ان کی دعاء پوری ہوئی اور وہ اسی غزوہ میں شہید ہوئے۔ اشعار یہ ہیں

**لٰکننی أسْئل الرحمٰن مغفرةً وَضَرْبة ذات فرغ تَقْذِف الزبدا**

**اَوْطعنةًبیدی حرَّان مجَهَّزة بِحَرْ بةٍ تنفُذ الاحشاء والکبدا**

**حتّی یُقالَ اِذا مروا عَلیٰ جدثی یا ارشدَ اللّٰہ مِنْ غازو قد رشدا**

میں واپسی نہیں چاہتا، بلکہ اللہ کی مغفرت اور اسکی راہ میں ایسے گہرے زخم کا خواہش مند ہوں، جو جھاگ پھینکتا ہو۔

یا ایسا کاری زخم جو تیز ہو اور ایسے نیزے سے لگے جو میری انتڑیوں اور جگر کے پار ہو جائے۔

یہاں تک کہ جب لوگ میری قبر پر گذریں تو یہ کہا جائے کہ واہ: واہ: کیا غازی تھا اور کیسا کامیاب ہوا۔ (سیرت مصطفیٰ ج۲ص۴۷۰)

## ﴿علم کا شوق وقت کا تحفظ اور حضرت گنگوہیؒ﴾

کہتے ہیں کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسیرا کرنے والا شاہین، نشیمن بھی بلند شاخوں پر بناتا ہے، اپنے بازوؤں کی قوت اور حوصلوں کی بلندی سے ہر اس مہم کو سر کر لیتا ہے، جس پر اس کی نظر ہوتی ہے، اسی طرح جن لوگوں کے ارادوں میں پختگی، کردار میں بلندی، اور نا قابل تسخیر عمل کو مسخر کر لینے کی قوت ہوتی ہے، وہ بھی اپنی فطرت کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر زندگی کی شاہراہ اور نصب العین کا تعین کرتے ہیں۔

حضرت گنگوہی انہیں پاکیزہ فطرت اور بلند کردار لوگوں میں تھے، جن کی پیشانی سے ذکاوت وذہانت، تقویٰ اور طہارت کے آثار بچپن ہی سے ہویدا تھے۔ جنھیں دیکھ کر ماموں مولوی محمد تقی نے تعلیم وتربیت کیلئے قدوۃ العلماء، زبدۃ الاتقیاء حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز مہاجر مدنی، حضرت مولانا مملوک العلی اور مفتی صدرالدین جیسے جلیل القدر اساتذہ کی خدمت میں رہنے کا مشورہ دیا، ابھی ۱۷ر سال کی عمر تھی، اس خام عمر میں بزرگوں کی چار سالہ صحبت نے آپ کے دل میں وہ آتش علم فروزاں کر دی،

جس نے لیلائے علم کے سوا ہر چیز کی محبت کو خاکستر کر دیا۔ اب تو علم کا شوق اور کتاب کی محبت ہر چیز پر غالب تھی، شب وروز میں سونے اور کھانے کے ساتھ آٹھ گھنٹے کے علاوہ پورا وقت کتاب کی رفاقت میں گذرتا، مطالعہ میں اس طرح محو رہتے کہ پاس رکھا ہوا کھانا، کوئی اٹھا کر لے جاتا، تو آپ کو خبر تک نہ ہوتی، بسا اوقات کتاب دیکھتے دیکھتے سو جاتے، رات کا کھانا، کھانا بھی یاد نہیں رہتا۔

زمانہ طالب علمی میں آپ کو کئی کیمیا گر ملے، جنہوں نے از راہِ محبت آپ کو نسخۂ کیمیا بتانا چاہا۔ مگر آپ کی زہد وقناعت پسند طبیعت نے حرص وطمع کرنی تو درکنار اس کا سیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔

''آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کئی شخص کیمیا بنانے والے ملے، دہلی میں ایک شخص نے بنا کر دکھلا بھی دی، ایک شخص نے ہمیں اس کا نسخہ دیا وہ میری ترمذی میں پڑا ہے۔ مگر میں نے کبھی دھیان بھی نہیں کیا، طالب علمی میں کیا، بعد میں بھی کبھی وسوسہ نہ آیا کہ لاؤ، دیکھوں تو سہی بنتی ہے یا نہیں، گنگوہ میں جب آیا، اتفاق سے وہ نسخہ نکل آیا، ایک شخص کا نام لے کر فرمایا وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے نسخہ کی نقل مانگی، ہمیں بخل کی ضرورت کیا تھی، ان کو نقل کرا دیا، اور اصل کو اسی وقت پھاڑ ڈالا۔ اس کے بعد حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اس سے بن گیا تھا۔ (تذکرۃ الرشید ج ا ص:۶۲)

دہلی میں مجذوب سے ملاقات کا ایک واقعہ آپ سے اس طرح بھی منقول ہے دہلی میں ایک دفعہ مجھ سے ایک مجذوب کہنے لگے، شاید تجھے معاشی تنگی اور خرچ کی تکلیف ہے، میں تجھے سونا بنانے کا نسخہ بتاتا ہوں، کسی وقت میرے پاس آجاؤ، فرماتے تھے کہ اس وقت حاضری کا اقرار تو کر آیا، مگر پڑھنے لکھنے میں انہماک کی وجہ سے یاد ہی

نہیں رہا، دوسرے دن مجذوب نے پھر یاددہانی کرائی، میں نے کہا پڑھنے سے فرصت نہیں، جمعہ کے دن کوئی وقت نکال کر آؤنگا، جمعہ آیا تو مطالعہ کی مشغولیت کی وجہ سے یاد نہیں رہا، مجذوب پھر ملے، کہا تم حسب وعدہ نہیں آئے، میں نے بھولنے کا عذر کیا، اور آئندہ جمعہ کا وعدہ کیا، لیکن مطالعہ کی مصروفیت کی وجہ سے جمعہ کے دن یاد نہیں رہتا تھا، اس طرح کئی جمعہ گزر گیا۔

آخر ایک دن وہ مجذوب خود میرے پاس آئے، اور درگاہ شاہ نظام الدین کی طرف لے جا کر ایک قسم کی گھاس مجھے دکھائی، ساتھ، ساتھ ان مقامات کی بھی نشاندہی کی، جہاں یہ گھاس اُگتی ہے، پھر وہ گھاس توڑ کر لائے، اور مجھے طریقہ بتانے کی غرض سے میرے سامنے اس سے سونا بنایا، پھر سونا مجھے دے کر کہنے لگے یہ بیچ کر اپنے کام میں لائیں، تاہم مجھے کتاب کے مطالعہ سے اتنی فرصت بھی نہ تھی کہ وہ سونا بازار جا کر بیچوں، مجذوب نے ایک دن خود جا کر وہ سونا بیچا اور رقم لا کر مجھے دی۔ (آپ بیتی ج ۶ ص:۸۱،۸۲)

حضرت گنگوہیؒ کی عظمت کے اعتراف میں بس یہی واقعہ کافی ہے

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

وقت سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے (الوقت اَثْمَنُ من الذهب) یہ صرف ایک مقولہ نہیں، بلکہ کھلی حقیقت ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے اس کی شہادت اپنے عمل سے اس طرح دی کہ مجذوب کے اصرار کے باوجود نہ تو اس کے بارے میں سوچا، اور نہ ہی وقت کا ادنی حصہ صرف کرنا اس کے لئے گوارا کیا۔

علم کا شوق، کتاب سے الفت، اور مطالعہ کی مصروفیت، دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب اور ہر چیز کی محبت پر غالب تھی، اسی محبت اور وقت کی قدر دانی کے نتیجے میں اللہ نے انہیں وہ مقام ومرتبہ عطا فرمایا، جو بعد کے لوگوں کو نصیب نہ ہوسکا۔

## ﴿علامہ انور شاہ کشمیری علمی انہماک، خداداد قوت حافظہ﴾

''کتاب بھی تو ایک روگ ہے'' یہ جملہ ہے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا جن کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا۔''اسلام کی آخری پانچ سو سالہ تاریخ، مولانا انور شاہ کشمیری کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، ایسا بلند پایہ عالم اور فاضلِ جلیل اب پیدا نہ ہوگا، وہ صرف جامع العلوم قسم کی ایک شخصیت ہی کے مالک نہ تھے بلکہ عصر حاضر کے دینی تقاضوں پر بھی، ان کی پوری نظر تھی''

قدرت نے انہیں حافظہ بھی ایسا عطا فرمایا تھا، کہ وہ خود اپنے حیران کن حافظہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''جس کتاب کا بھی سرسری طور پر مطالعہ کر لیتا ہوں پندرہ سال تک بقید صفحات اس کے مضامین محفوظ رہ جاتے ہیں''

پوری زندگی دبستانِ علم کی روشوں کو سنوارنے میں گذاری، علوم وفنون سے محبت، اور علمی انہماک نے انہیں لیلائے علم کا ایسا شیدائی بنا رکھا تھا کہ اب اس فرہاد علم وکمال کو، کتابوں کے سوا کسی اور کی محبت کا سودا منظور نہ تھا اس لئے ازدواجی زندگی کے جھمیلوں میں پڑنے کے بجائے تجرد کا ارادہ کر لیا تھا، کہ کہیں.....ع

یہ آشیانہ کسی شاخِ چمن پہ بار نہ ہو

''عزیز واقارب نے ازدواجی زندگی پر زور دیا، لیکن تجرد کا ارداہ فرما چکے تھے، اس لئے انکار کردیا، مدینہ طیبہ میں مستقل قیام کی تجویز آپ کے مکنون خاطر تھی، اور آپ کو اس ارادہ پر اس درجہ اصرار تھا کہ کوئی تحریک اور مزاحمت ارادۂ ہجرت کے روکنے کیلئے کارآمد نہ ہوسکی''

''لیکن بعض قابل احترام اساتذہ نے آپ کو نکاح کیلئے مجبور کردیا، جس طرح احترام استاذ میں قیام دیوبند میں آمادہ ہوگئے تھے، پاسِ ادب نے اس نئی تجویز کے قبول کرنے پر بھی آمادہ کردیا، اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی ہی کی تجویز کے مطابق، گنگوہ کے ایک سادات خاندان میں ۱۳۲۶ھ میں آپ کا نکاح مسنون ہوگیا۔ (نقش دوام ص:۳۹)

## ﴿شادی کی داستان﴾

داستان شادی کی، جو حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کے شگفتہ قلم سے نقش دوام کی زینت ہے، ناظرین کرام کی خدمت میں اس غرض سے پیش ہے کہ اس مرد درویش اور فرہاد علم کے علمی انہماک کی کچھ جھلک آپ کے سامنے آجائے اور اس خیال سے بھی کہ اس کے ذریعہ کسی بھی علم وفن کے طالب میں محنت اور وقت کی قدردانی کا جذبہ پیدا ہوجائے۔

''بھوپال بارات گئی، بارات میں خاندانِ قاسمی کے اکثر افراد، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی وغیرہ شریک تھے، والد ماجد کا اس وقت سن وسال ۴۵ سے متجاوز تھا، اور ریش مبارک کا ایک تہائی حصہ سفید ہوچکا تھا، بارات پہونچی تو والدہ کے محلّہ میں کہرام

بپا ہو گیا کہ ۱۳ سال کی ایک معصوم بچی ایک کبیر السن سے بیاہ دی گئی، جاہل عورتوں نے یہ داستان بڑی رنگ آمیزی کے ساتھ والدہ تک بھی پہونچائی، جو اس وقت دلہن بنی بنائی نکاح کیلئے بیٹھی ہوئی تھیں۔

بتاتی تھیں کہ اس بے جوڑ شادی کی تفصیلات سن کر میں کانپ اٹھی، نکاح کے بعد رخصتی ہوئی، تو جھانسی کے اسٹیشن پر نماز پڑھنے کیلئے یہ سب حضرات اترے، مولانا محمد ادریس سکھروڈوی، اس وقت جوان رعنا تھے، ریل کے زنانہ ڈبہ سے والدہ کی نظر ان پر پڑی، لطف لے کر بتاتیں کہ اپنے اس خیالی شوہر کو دیکھ کر میں فرحاں وشاداں ہوئی اور بھوپال کی رنگ آمیز داستان از اول تا آخر میرے تصورات میں غلط نکلی، دہلی اسٹیشن پر مسافر خانہ میں بیٹھا دیا گیا، دیوبند جانے والی گاڑی میں ابھی قدرے تاخیر تھی، والدہ اور ان کی بڑی بہن جو دلہن کی رفیقہ تھیں، اپنے ایک بکس پر بیٹھی ہوئی تھیں، کہ حکیم سید محفوظ علی (حضرت شاہ صاحب کے برادر نسبتی) دوڑتے ہوئے پہونچے اور بتایا کہ حضرت شاہ صاحب کچھ بات کرنے کیلئے تشریف لا رہے ہیں، اس غیر متوقع آمد پر دونوں بہنوں کو اچنبھا ہوا، اتنے میں حضرت شاہ صاحب پہونچ گئے اور اپنی مخصوص نشست کے ساتھ ایک ہاتھ میں چھڑی اور دوسرا ہاتھ پیشانی پر، دونوں بہنوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''میں ایک مفلوک الحال، غریب الوطن ہوں، شادی کا کوئی ارادہ نہیں تھا مولانا حبیب الرحمٰن اور دوسرے اکابر کے اصرار پر مقہوراً یہ صورت اختیار کرنا پڑی، میرے پاس دینے، لینے کے لئے کچھ نہیں، نہ میرا گھر ہے، نہ گرہستی سے کوئی سروکار

دارالعلوم کے ایک حجرے میں فروکش ہوں''

اللہ اکبر! یہ حقیقت آمیز بیان تھا یا دو معصوم لڑکیوں کیلئے صاعقہ آسمانی! بہن کی تباہی پر اول بڑی بہن بُکا بنیں، اور پھر نئی نویلی دلہن وقفِ گریہ ہوگئیں۔

حضرت شاہ صاحب یہ گفتگو کرنے کے بعد اُٹھ آئے، بارات دیوبند پہونچی، تو دلہن کو مولانا قاری محمد طیب صاحب کے مکان پر اُتارا گیا، اگلے روز شاہ صاحب نے مولوی ادریس صاحب کی معرفت جو اثاثۃ البیت اپنی دلہن کیلئے بھیجا، اس میں ایک چٹائی، مٹی کا ایک بدھنا، ایک لوٹا اور مٹی کے دو پیالے تھے۔ کبھی کبھی مدرسہ کے رہائشی کمرے سے والدہ کیلئے تیار چائے مٹی کے پیالے میں، اور اس کے ساتھ دارالعلوم کا ایک آدھا نان بھیجتے۔

گھر پہ آمد ورفت کا یہ عالم تھا، کبھی ہفتہ میں، کبھی عشرہ میں، کبھی پورا مہینہ ہی گذر جاتا، خالہ اس حال پر چیں بہ جبیں تھیں، اور انہوں نے تفریق کا پورا منصوبہ بنالیا تھا، لیکن الحمد للہ! والدہ مستقیم رہیں اور اس بھیانک صورت حال نے انہیں مغموم کرنے کے بجائے صبر وثبات کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

البتہ ابتداء میں ایک بار محلّہ کی ایک فرتوت ضعیفہ نے ہمدرد وغمگسار بن کر کہا کہ حضرت شاہ صاحب کی بے التفاتی کو ختم کرنے کیلئے کسی مؤثر تعویذ کی ضرورت ہے، جس کا معاوضہ اس زمانے میں دس روپئے طلب کئے گئے، یہ اپنی غربت کی وجہ سے اس حقیر رقم کا بھی انتظام نہ کرسکیں، لیکن عورتوں کی عام نفسیات یعنی شوہر کو مائل ومتوجہ کرنے کے جذبہ میں اور تو کچھ نہ بن پڑا، اپنا چاندی کا ایک زیور دیدیا، تعویذ آگیا،

بازو پر باندھ لیا گیا، چند گھنٹوں کے بعد خلاف توقع ومعمول، حضرت شاہ صاحب تشریف لے آئے، فرماتی تھیں کہ اس آمد کو تعویذ کا اثر محسوس کرتے ہوئے میں خوشی سے جھوم رہی تھی کہ تدبیر کارگر ہوئی۔ شاہ صاحب تشریف فرما ہوئے اور کسی تمہید کے بغیر فرمایا ''ارے ہم پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول رہتے ہیں، مطالعہ کی کثرت کی بناء پر مفقود الفرصت ہیں، تعویذ وغیرہ سے کوئی فائدہ نہیں'' کہتیں: شاہ صاحب یہ فرمارہے تھے اور مجھ پہ خجالت سے گھڑوں پانی گرا..... پاؤں تلے زمین نکل گئی، وہ اُدھر اُٹھ کر گئے، اِدھر میں نے تعویذ کھول دیا۔ پھر الحمد للہ! بے التفاتی کی کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی اور نہ اس طرح کے مخمصوں میں خود کو مبتلا کیا''

## ﴿مطالعہ کی حرص اور علم سے بے انتہا محبت﴾

شاہ صاحب کو مطالعہ کی حرص اور علم سے جو محبت تھی، اس کے سوا دنیا کی کوئی چیز پسند خاطر نہ تھی۔

حضرت مولانا یوسف صاحب بنوریؒ فرماتے ہیں ''مطالعہ کے بارے میں اُن کا اصول یہ تھا، کہ جب کوئی کتاب ان کے ہاتھ لگ جاتی، چاہے وہ کتاب مخطوطہ کی شکل میں ہو یا مطبوعہ، کسی بھی علمی موضوع سے متعلق ہو، آپ وہ اٹھاتے اور اول تا آخر پوری کی پوری پڑھتے۔

علم سے بے انتہا محبت، مطالعہ کی بے غایت حرص، اور پھر بے مثال قوت حافظہ نے انہیں جملہ علوم وفنون جیسے طبعیات، الٰہیات، سلوک وتصوف، نجوم ورمل، جفر وقیافہ،

علم ہندسہ وریاضی، اور ریاضی کی باقی شاخیں، علم مناظرہ، علم بلاغت، علوم عربیہ، دینیات، اور عبرانی زبان کی کتابیں، جس کا اظہار کھوٹہ ضلع جموں میں ایک عیسائی پادری سے گفتگو کے دوران حوالہ دے کر فرمایا، جس پر وہ پادری حیران رہ گیا۔

فلسفہ میں بوعلی سیناء کی ''شفا'' ''نجات'' ''تعلیقات'' اشارات، اور اشارات کی شرح جو امام رازی اور حکیم طوسی نے لکھی، باقر داماد کی قبسات، افق المبین، صدر شیرازی کی اسفار اربعہ، بستانی، فرید وجدی کی دائرۃ المعارف، حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تالیفات اور شیخ محی الدین عربی کی ''فتوحات مکیہ'' کا بار بار مطالعہ۔

غرض یہ کہ مطالعہ صرف آپ کا ذوق ہی نہ تھا، بلکہ آپ کی زندگی کا روگ بن گیا تھا، جیسا کہ آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے جواب میں فرمایا تھا، جب انہوں نے مرض کی شدت میں مطالعہ کی محنت کو دیکھ کر فرمایا۔

''حضرت یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، کہ اول تو وہ کون سی بحث رہ گئی ہے جو حضرت کے مطالعہ میں نہ آچکی ہو، اگر بالفرض کوئی بحث ایسی ہوتو اس کی فوری ضرورت کیا پیش ہے، کہ اُسے چندروز مؤخر نہیں کیا جاسکتا.....اس پر شاہ صاحب نے فرمایا۔

''بھائی ٹھیک کہتے ہو، لیکن یہ کتاب بھی تو ایک روگ ہے، اس روگ کا کیا کروں'' (نقش دوام سے ماخوذ)۔

کتاب کی محبت کا روگ جس کو لگ جائے، اس کو دنیا کی کسی چیز میں کشش نظر نہیں آتی، البتہ ایسا شخص دنیا کی نگاہوں میں ضرور پرکشش اور محبوب ہوجاتا ہے، اور

یہ شانِ محبوبیت، وقت کی قدر دانی اور علم سے محبت کے نتیجہ میں ہی حاصل ہوا کرتی ہے اسی علم سے محبت کے نتیجہ میں جو آپ کے رگ وریشہ میں جذب ہو چکی تھی، جس کا اظہار دم واپسیں تک ہوتا رہا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ قبولیت اور شرف وفضیلت سے نوازا۔

## ﴿حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی جلالتِ شان﴾

علم کی لازوال دولت اور روحانی نظام کی وسیع مملکت کے جو اکابر واسلاف مالک رہے، ان میں ایک ذات حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی بھی تھی، جو دارالعلوم دیوبند کے اولین صدرالمدرسین، اپنے وقت کے اولیاء کاملین وعارفین اور کشف وکرامات کے حاملین بزرگوں میں سے تھے، ان ستودہ صفات کے باوصف، نظام روحانی کا تعلق بھی اللہ رب العزت کی طرف سے ان سے وابستہ تھا۔

وقت کی بھٹی میں انہوں نے اپنے آپ کو کتنا تپایا ہوگا، اور خاموش ریاضت ومجاہدہ سے اپنے قلوب کو کتنا گرمایا ہوگا، کسی کو کیا پتہ: کہ اس پیکر خاکی میں عزم صدیقی اور جلالِ فاروقی کی کیا کیا خوبیاں پنہاں ہیں، قسّامِ ازل کی طرف سے قرب وتعلق کا کون سا مقام ان کو حاصل ہے، جس کو علماء راسخین اور وقت کے محدثین بھی نہ سمجھ سکے، اور جب اس مقام تک رسائی نہ ہو تو۔

کوئی اندازہ کرتا کیسے ان کے زورِ بازو کا

مگر اہل دل پر نازنینانِ بارگاہ اَلَسْت کے احوال بھی پوشیدہ نہیں رہتے پردہ تو کسی کے راز سربستہ سے اٹھتا ہے مگر اس میں تصویر اپنی بھی نظر آتی ہے۔

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نے اپنی مجلس میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کا ایک واقعہ سنایا، جو ''سیرت وشخصیت خطیب الاسلامؒ'' کے جلد دوم صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۴ میں منقول ہے۔ اسکو کچھ حذف وایجاز اور کچھ معمولی لفظوں کی تبدیلی کے ساتھ یہاں اس لئے نقل کیا جارہا ہے، تاکہ معلوم ہوجائے کہ وقت کی خاموش قدردانی کا عیاں اور نہاں صلہ ان کو رب العزت کی طرف سے کیا ملا۔

## ﴿صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ایک شیعہ کی دشنام طرازی﴾

نانوتہ میں شیعوں کی مجلس ہورہی تھی ایک شیعہ صدیق اکبرؓ کا نام لے کر سب وشتم کررہا تھا، صدیقی خانوادے کا ایک نوجوان اُدھر سے گذرا، جب اس کے کان میں گالیاں پڑیں تو اس سے برداشت نہ ہوسکا، اس کی نسبی غیرت وحمیت اور ایمانی جُرأت نے اس کی ہفوات ونازیبا کلمات پر اس قدر برافروختہ کردیا کہ مجلس میں گھس کر اس شیعہ کو قتل کردیا، لوگ ڈر کی وجہ سے اِدھر، اُدھر منتشر ہوگئے، پولیس آگئی، مقدمہ درج ہوگیا، سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں یہ قتل ہوا تھا اسلئے شیعوں کو یقین تھا کہ نوجوان کو پھانسی ہونا تو حتمی ہے، چونکہ کیس بالکل کھلا ہوا تھا، فکرمند تو سنی تھے کہ نوجوان کی جان کیسے بچائی جائے، تدبیریں اور کوششیں ہونے لگیں۔

اسی فکر کو لے کر خاندان کے لوگ جن کا نسبی تعلق حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ سے تھا، ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا تدبیریں تو ہم لوگ کررہے ہیں، آپ روحانی طور پر کچھ توجہ فرمادیں، تاکہ اس کی جان بچ جائے۔

حجۃ الاسلامؒ نے کہا، ترکیب تو میں بتا دیتا ہوں، مگر کرنا تمہارا کام ہے، فرمایا، تم لوگ دیوبند جاؤ، اور وہاں مولانا یعقوب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند سے ملو، ان سب کاموں کا تعلق اللہ کی طرف سے ان سے ہے، البتہ بہت سے لوگ مل کر جانا اور جا کر یہ بات ان سے کہنا، دیکھو ان کے مزاج میں غصہ بہت ہے، جب تم یہ کہو گے کہ اس کی جان بچادو، تو وہ ایک دم غصہ ہو جائیں گے، مگر تم لوگ غصہ کو برداشت کر لینا، اور کہنا کہ حضرت کتنا ہی مار لیں، مگر اس کی جان بچا دیں۔

حضرت کے کہنے کے مطابق پچاس، ساٹھ لوگ، بیل گاڑی پر سوار ہو کر دیوبند پہونچ گئے، اس وقت حضرت چھتہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے، جانے والوں میں حضرت کے اعزہ واقرباء اور نانوتہ کے بااثر لوگ بھی تھے، جب حضرت سے ملے تو حضرت بہت خوش ہوئے، اور چند بڑے لوگوں نے حاضری کی وجہ بتائی اور اس نوجوان کو بچانے کی درخواست کی تو حضرت ایک دم ناراض ہو گئے، اور کہا، واہ! یہ لوگوں کی جانیں لیا کریں اور ہم بچاتے پھریں۔ جاؤ! یہاں سے دفع ہو جاؤ، خفگی، ناراضگی، ڈانٹ، ڈپٹ، لاٹھی کی مار سب کچھ برداشت کر لیا، کیونکہ وہ تو حضرت نانوتویؒ سے تربیت حاصل کر کے آئے تھے۔ اس لئے لوگوں نے کہا کہ حضرت، چاہے ہمارے سر پھوڑ دیں، لیکن یہ کام تو حضرت کرنا ہی پڑے گا، خیر تھوڑی دیر غصہ کے بعد ٹھنڈے ہو گئے۔

اور فرمایا: اچھا جاؤ، اگلے روز تم لوگ سہارنپور آ جانا، وہاں ایک مسجد ابو نبی کی مسجد کہلاتی ہے، اس کے برابر ایک مکان ہے ''وہ ٹوٹا ہوا پڑا ہے، ایک پرانی سی کوٹھری

ہے، دیواریں ٹوٹی پھوٹی پڑی ہیں، کوئی رہتا بھی نہیں ہے، بیکار پڑا ہے، مکان مالک سے مل کر ایک دن کیلئے کرایہ پر لے لو، جمعہ کے روز ہم بھی آئیں گے۔

سہارنپور پہونچ کر لوگوں نے مکان مالک سے ایک آدھا دھلہ دے کر مکان کرایہ پر لے لیا، مکان صاف کر کے لوگ وہاں ٹھہر گئے، حسب وعدہ مولانا بھی تشریف لائے، اور فرمایا کہ دیکھو رامپور کی سڑک پر جاؤ اور دو میل چلنے کے بعد ایک درخت کے نیچے ایک فقیر بیٹھا ہوا ہے، اس کے پاس ایک ٹٹّو بھی ہوگا (گھوڑا) وہ اس پر بیٹھ کر بھیک مانگتا ہے، سب کے ساتھ الٹی، سیدھی باتیں کرتا ہے، اور گالیاں بھی دیتا ہے، اس سے میرا نام لے کر کہنا کہ اس نے بلایا ہے، چنانچہ دو آدمی یہاں سے روانہ ہوئے، پہونچے تو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہے، پاس ہی ٹٹّو بندھا ہوا ہے، انہوں نے سلام کیا، تو اس نے جواب میں گالیاں دیں، انہوں نے کہا کہ آپ کو مولانا محمد یعقوب صاحب نے بلایا ہے، تو اس نے کہا جی ہاں! مولانا یعقوب صاحب کوئی لاڈ صاحب ہیں، انہوں نے حکم بھیج دیا، اور ہم چلے جائیں، کیا ہم بیکار پڑے ہوئے ہیں، ہم فالتو ہیں، اپنا ٹٹّو کھولا، اس پر بیٹھ کر ان لوگوں کو بُرا بھلا کہتے ہوئے چل پڑا۔

بک رہا ہوں جنون میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

راستہ طے کر کے اس مکان پر پہونچا، مولانا مکان کے اندر تھے، مکان کے باہر ٹٹّو کو باندھا مولانا کے پاس پہونچتے ہی اس کی کیفیت بدل گئی، سلام کیا، مصافحہ کیا، ادب بجالایا، حضرت کی مزاج پُرسی کی، اس کے بعد حضرت اس کو کوٹھری میں لے گئے،

جس میں پہلے سے بیٹھنے کا نظم تھا، دروازہ کو بند کر دیا، پُرانے کواڑ تھے، اس میں نیچے بڑی بڑی دراڑیں تھیں، یہ لوگ جو باہر بیٹھے تھے، زمین پر لیٹ گئے کہ دیکھیں یہ لوگ اندر جا کر کیا کرتے ہیں مولانا نے اس سے کہا کہ نانوتہ کے اندر ایک شیعہ حضرت صدیق اکبر کی شان میں گستاخی کر رہا تھا، اس صدیقی سنی لڑکے نے اس کو قتل کر دیا، آپ اس کو چھوڑ دیں۔

''یہ درحقیقت فقیر نہیں بلکہ صاحب خدمت شخص تھا'' اس نے کہا: حضرت آپ یہ کیا فرما رہے ہیں! اس نے کھلے عام قتل کر دیا، اگر ایسے قاتلوں کو ہم نے چھوڑ دیا تو اس طرح قاتلوں کی ہمتیں بڑھ جائیں گی، آئے دن قتل ہوا کریں گے، پھر تو سارا نظام خراب ہو جائے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں نظام وظام کچھ خراب نہیں ہوگا، جیسے ہم کہہ رہے ہیں، ویسے تم کرو، تو اس پر فقیر نے کہا کہ حضرت یہ شرعاً جائز بھی ہے؟

بس اتنا سننا تھا کہ مولانا کو غصہ آ گیا، تو جانتا ہے شریعت کو یا ہم جانتے ہیں، یہ کہہ کر جلال میں آ گئے، برابر میں اینٹ پڑی ہوئی تھی، اینٹ پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ الٹ دوں۔

سہل ہے میر کا سمجھنا کیا
ہر سخن اس کا اک مقام سے ہے

اور اس مقام سے ہم اور آپ واقف نہیں، اُسے تو صاحب خدمت فقیر نے سمجھا، بس وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا، اور کہا کہ حضرت نہیں، نہیں، میں نے چھوڑ دیا۔ پھر حضرت سے باادب خادم کی طرح سلام ومصافحہ کر کے باہر آیا اور لوگوں کو گالیاں دیتا بُرا بھلا کہتا روانہ ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت باہر تشریف لائے ، اور کہا لو بھائی مبارک ہو ، کام ہوگیا ابھی پندرہ دن فیصلہ کی تاریخ کے باقی تھے۔ فیصلہ کا دن آیا، مجسٹریٹ انگریز تھا، عدالت میں دونوں طرف کے لوگوں کا جم غفیر تھا، صدیقی خاندان بہت بڑا تھا، اثر ورسوخ والے بھی بہت تھے، انگریز مجسٹریٹ نے مثل دیکھ کر فیصلہ سنایا شروع کیا، قانونی اعتبار سے جو دلیلیں تھیں وہ ہر ایک دلیل کو پڑھ کر سنا تا کہ اس دلیل کے اعتبار سے جو قاتل ہے، اس کی گردن اُڑائی جائے، دوسری دلیل یہ ہے، اسکی وجہ سے بھی قاتل پھانسی کا مستحق ہے، تیسری دلیل یہ ہے، اسکی وجہ سے بھی قاتل موت کی سزا کا سزا وار ہے، اس طرح پانچ، سات دلیلیں قاتل کی سزائے موت پر سنایا۔ شیعہ تو خوش تھے، اور سنیوں کے دل کی دھڑکنیں کہہ رہی تھی کہ فیصلہ تو جیت کا ہو چکا ہے۔ اگر چہ ظاہری طور پر دلیلیں ان کے خلاف ہیں، لیکن اصل نظام اور فیصلہ کا تعلق تو درحقیقت اس باطنی نظام سے ہے، جو رب کائنات کی طرف سے چل رہا ہے، جس کی دو انگلیوں کے درمیان انسانی قلوب ہیں وہ ان کو پھیر دیتا ہے جیسے چاہتا ہے، رب نے مجسٹریٹ کے دل کو مصلحتوں کی طرف پھیر دیا، چنانچہ اس نے فیصلہ میں لکھا کہ یہ لڑکا سزائے موت کا

---

کرامات اولیاء حق ہیں: ولی کہتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہو، طاعات کی مکمل پابندی، معاصی سے کلی اجتناب، لذت وشہوات کی چیزوں سے بہمہ طور دور ہو، ایمان اور صلاح وتقویٰ کی صفت سے متصف ہو۔ اگر اس سے کسی بھی خارق عادت امر کا ظہور بغیر دعوائے نبوت کے ہو تو وہ کرامت ہے، اگر دعوائے نبوت کے ساتھ مقرون ہو تو معجزہ ہے اگر کسی کھلے کافر وفاسق سے ایسی کسی چیز کا ظہور ہو تو دینی اصطلاح میں استدراج ہے۔ کرامت کے حق ہونے کا ثبوت قرآن اور بہت سے صحابہ اور ان کے بعد کے لوگوں سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

قرآن میں: ایک عالم کتاب بقول مفسرین آصف بن برخیا کا پلک جھپکنے سے قبل ملکہ سبا بلقیس کے تخت کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دینے کا ذکر، اور حضرت مریم کو بے موسم رزق (پھل) کے ملنے کا واقعہ کرامت کے حق ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

مستحق ہے۔لیکن.....لیکن.....لیکن تین دفعہ کہنے کے بعد کہا کہ انگریز حکومت چونکہ اس ملک میں نئی ہے، ابھی اس کے قدم پوری طرح ملک میں مستحکم نہیں ہیں اور یہ مجرم لڑکا جس خاندان کا ہے، وہ خاندان، علاقہ میں ہی نہیں بلکہ پورے ملک کے اندر بااثر ہے، اگر اس کو پھانسی دیدی گئی تو اندیشہ ہے کہ ملک میں فتنہ وفساد پھیل جائے گا، اور قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوجائے گا۔جس کو کنٹرول کرنا حکومت کے بس سے باہر ہوجائے گا، اور اسکے نتیجہ میں سینکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں بے گناہ لوگ ماردئے جائیں گے۔

اس وضاحت کے بعد مجسٹریٹ نے کہا کہ حکومت چونکہ فی الحال کمزور ہے اس لئے ایک کی جان بچا کر ہزاروں اور لاکھوں آدمیوں کی جانوں کو بچانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔لہٰذا اس نوجوان کو ہندوستان کی عدالت عالیہ اپنے فرض منصبی کو پورا کرتے ہوئے باعزت بری ہونے کا اعلان کرتی ہے۔ (سیرت وشخصیت، خطیب الاسلامؒ)

---

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مدینہ کے منبر سے نہاوند میں اپنے لشکر کو جو مدینہ سے پانچ سو فرسخ کے فاصلہ پر تھا دیکھنا اور امیر لشکر کو یاسَارِیَۃَ الجبَل کہہ کر ہدایت دینا اور حضرت ساریہ اور ان کے رفقاء کو حضرت عمرؓ کی آواز کو سننا۔اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دریائے نیل کو خط لکھنا، جس کا واقعہ تاریخ میں تفصیل سے موجود ہے، اور اس تحریر سے ہم آغوش ہوکر خشک دریائے نیل کا جاری ہوجانا، کرامت ہی کی تو باتیں ہیں۔

کسی مومن صادق سے خوارق عادت امور کا ظہور تعلق مع اللہ اور عنداللہ مقبول ہونے کی علامت ہے، حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَا بَرَّ (بخاری شریف) بیشک اللہ کے بندوں میں سے ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو پوری فرمادیں امام نوویؒ نے اس کی شرح میں لکھا، اگر وہ کسی شئی کے واقع ہونے پر قسم کھالیں تو اللہ ان کے اکرام کی وجہ سے اس کو واقع کردیں۔ان کے سوال کو قبولیت سے نوازدیں، ان کو قسم میں حانث ہونے سے بچالیں، اور یہ عنداللہ ان کے مرتبہ کی عظمت کی وجہ سے ہے۔

پھر، اگر اس حقیقت پر غور کرلیا جائے، کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے تو وہ اگر اپنے محبوب بندے سے کسی بھی خارق عادت امر کا ظہور فرمادے تو اس میں شک وشبہ کی کیا گنجائش ہے۔وہ تو رب کے ایک کُنْ کا اثر ہے جو اپنے محبوب بندے کی عظمت کی خاطر ظاہر کیا گیا ہے۔

مزید برآں، جب دوسری امتوں کے افراد سے کرامت کا ظہور قرآن سے ثابت ہے تو امت محمدیہ کے خاص بندے تو اس کرامت کے زیادہ اہل ہیں، کیونکہ یہ امت تو خیر امت اور وسطِ امت ہے، اس کا مرتبہ تو ہر امت سے فزوں تر ہے۔

اس کے سوا۔ اگر اس بات کو نظر میں رکھ لیا جائے کہ آپ ﷺ کی ذات تمام سابقہ انبیاء کے علوم ومعارف کی جامع اور جملہ اولین وآخرین کے حسن وکمالات کا مجموعہ تھی....ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور یہ بھی مسلم ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الاَنْبِیَاء (حدیث)، اس بنیاد پر امت کے علماء اپنے نبی کے تمام علوم وکمالات کے وارث ہوں گے۔ ان کو وہ تمام محاسن اور علوم ومعارف جو سابقہ نبیوں اور امتوں کو حاصل تھے۔ اپنے نبی کے واسطے سے بحیثیت وارث نبی ہونے کے ان کو بھی حاصل ہو جائیں گے۔ کیونکہ نبی آخر الزماں کی ذات جملہ اولیں وآخرین کے محاسن وکمالات کا مجموعہ تھی۔

اس اصول کی روشنی میں اس امت کے نیک بندوں اور اللہ کے ولیوں سے کرامت کا ظہور وارث نبی ہونے کی عظمت کی وجہ سے قیامت تک ہوتا رہے گا۔ کیونکہ قیامت تک جماعت اہل حق موجود رہے گی ہر ولی کے کمالات چونکہ ان کے رسول وپیغمبر کے کمالات کا عکس اور انہیں سے مستفاد ہوتے ہیں، اسلئے امت کے اولیاء اللہ کے ہاتھوں جتنی کرامتوں کا ظہور ہوگا، وہ سب رسول کے معجزات میں شمار ہوں گے۔

یہ الگ بات ہے کہ نفس کے بندے، اس کے متبعین اور عقیدت مندوں کی جماعت دنیا اور مال وجاہ کی حرص و ہوس میں اپنے پیر کو عظیم تر ثابت کرنے کیلئے، جھوٹی کرامتوں کے سہارے اپنی مرادیں پوری کرتی رہیں گی۔

تاہم مال وجاہ کی خاطر یا عقیدت کی کارگاہ میں ڈھالے ہوئے نام نہاد ولیوں کی جھوٹی کرامتوں سے، اللہ کے نیک بندوں کی سچی کرامتوں پر نہ تو کوئی فرق پڑے گا، اور نہ ہی ان کی کرامتوں کے حق ہونے سے انکار کیا جا سکتا ہے۔

○○○

# باب دوم

# دنیا و آخرت

# ﴿دنیا اور آخرت﴾

یہ دنیا جو ہماری زندگی کا خوبصورت، دل چسپ مسکن ہے، بود و باش کی ہر ضرورت سے آراستہ اور ہر قسم کی عملی جدو جہد کا میدان و آنگن ہے، جس کو ہم صرف محسوس نہیں کرتے، بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

جس طرح یہ ایک واقعی حقیقت ہے، بالکل اسی طرح آخرت بھی، جس کی خبر اللہ کے سبھی پیغمبروں نے دی ہے ایک قطعی اور یقینی حقیقت ہے۔ زندگی کے اس دور میں آخرت کا مشاہد و محسوس نہ ہونا، بالکل ایسے ہی ہے۔ جیسے بطن مادر میں ہونے کے وقت ہم اس دنیا کو دیکھتے اور محسوس نہیں کرتے تھے۔ مگر جب ماں کے پیٹ میں رہنے کی مدت پوری کر کے اس دنیا میں آئے، تو دنیا کو دیکھا، دنیا کی بیکراں وسعتیں، نیلگوں آسمان کی رفعتیں اور روئے زمین پر پھیلی ہوئی لاکھوں چیزیں ہمارے مشاہدے میں آ گئیں، جن کا ہم چند منٹ پہلے ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

جس طرح ہم بطنِ مادر کی محدود دنیا سے منتقل ہو کر بزم گاہِ ہستی میں آئے اور اس کی نیرنگیوں کو دیکھا، بالکل اسی طرح ایک دن دم زدن میں عالم ہستی سے منتقل ہو کر عالمِ آخرت میں پہونچ جائیں گے، اور پھر وہ تمام حقیقتیں ہمارے سامنے آ جائیں گی، جن کی خبر کتاب مبین اور رسولِ امین دی ہے، جو بالکل قطعی اور یقینی ہے، اور اس حقیقت پر ہمارا یقین بھی ہے کہ دنیا کی زندگی اور دنیا کی ہر چیز فانی ہے، اور آخرت کی زندگی غیر فانی اور جاودانی ہے، وہاں پہونچ کر انسان بھی غیر فانی ہو جائے گا، اور نہ ختم

ہونے والی زندگی اس کوعطا کردی جائے گی۔

اللہ کے نیک بندوں اورخوش نصیب لوگوں کو جونعمتیں عطا کی جائیں گی وہ کبھی ختم نہ ہوں گی، اسی کوقرآن میں کہا گیاعَطَاءً غیر مَجْذوذ.

اس کے برخلاف، کفروشرک کی وجہ سے جن پر اللہ کا غضب ہوگا، ان کے عذاب کا سلسلہ بھی کبھی ختم نہ ہوگا، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گےاور کبھی بھی اس سے رہائی ممکن نہ ہوسکے گی، قرآن خود کہہ رہا ہے وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْن مِنَ النَّار، اوران کےعذاب کی بابت کہا گیافَلاَ يُخَفَّفُ عَنْهُمْ العَذابُ کہ ان سےعذاب کو ہلکا نہیں کیا جائے گا۔

اس ایمان ویقین کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہماری تمام ترسعی وعمل کا قبلہ آخرت ہو اور دنیا سے تعلق بقدرضرورت ہو۔

مگر اس حقیقت کے باوجود چونکہ دنیا سامنے ہے، اور آخرت نظروں سے اوجھل ہے، دنیا نقد ہےاور آخرت ادھار ہے، اس لئے دنیا کی فکروطلب ہی غالب رہتی ہے، گویا یہ انسان کی ایک فطری کمزوری ہے۔

جس طرح بچہ بچپن میں کھلونوں کو ہی سب کچھ سمجھتا ہےاور مستقبل کی فکراور ہر اس عمل سے بے پرواہ ہوتا ہے، جواسکوآگے چل کر کامیابی سے ہمکنار کرسکے۔کھیل سے محبت اسکی فطرت ہےاور مستقبل کی تعمیر کا فلسفہ اس کی ناقص سمجھ سے ماورا ہے، اسلئے اس کوسمجھانے کی ہرکوشش بےسود ہوجاتی ہے۔اس کی فطری کمزوری اورعقل کی کوتاہی، بعد میں اسکے لئے تأسف اورنا قابل تلافی نقصان کا سبب بن جاتی ہے۔

اسی طرح جن لوگوں کے دل میں دنیا کی محبت گھر کرلیتی ہے، اوران کی عملی

کوشش کا ہر خاکہ مال ومتاع اور دنیا کی ترقی پر مشتمل ہوتا ہے، وہ لوگ دنیا ہی کو حاصل زندگی اور مہتم بالشان سمجھ لیتے ہیں ، اور آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں لائق توجہ نہیں گردانتے۔

خالقِ دوجہاں نے انسانوں کی اس کمزوری اور غلطی کی اصلاح کیلئے کتابیں نازل کیں اور رسولوں کو بھیجا، جنہوں نے ہمہ وقت اصلاح کی کوشش کی مگر انسان ہمیشہ ناسمجھ بچوں کی طرح غلطی کرتا رہا۔

قرآن نے دنیا اور آخرت کی حقیقت کو بار بار مختلف انداز میں اسی لئے پیش فرمایا، تاکہ انسان فانی دنیا کی حقیقت سے آشنا ہوکر آخرت کی دائمی زندگی اور اس کی لافانی نعمتوں کے حصول کی فکر میں لگ جائے۔

چنانچہ فرمایا گیا **بَل تؤثِرُوْنَ الحَیٰوۃَ الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃُ خَیرٌ وَّ اَبقٰی ، اِنَّ ھٰذَا لَفِیُ الصُّحُفِ الاولیٰ، صُحُفِ اِبرَاھِیمَ وَمُوسیٰ** (پ۳۰،سورہ اعلیٰ آیت ۱۹)

آخرت دنیا کے مقابلہ میں بہتر اور لافانی ہے ، پھر بھی دنیا وی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دیتے ہو، جب کہ یہ (واضح پیغام) پہلے صحیفوں اور ابراہیم وموسیٰ کے صحیفوں میں (بھی) موجود ہے۔

ایک جگہ سرمایۂ زندگی کی بے وقعتی اور آخرت کی بہتر زندگی کو یوں بیان کیا گیا **قُلْ مَتَاعُ الدُّنیا قَلِیلٌ وَالاٰخِرَۃُ خَیرٌ لِمَنِ اتَّقیٰ** (النساء پ۴،آیت ۷)

اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ دنیا کا سرمایہ تو بہت قلیل ہے، اور آخرت بہتر ہے پرہیز گاروں کیلئے۔

## ﴿دنیا کی زندگی چند دنوں کا کھیل تماشہ ہے﴾

قرآن نے دنیا کی حقیقت کواس طرح بیان کیا،وَمَا الحَیٰوۃُ الدُّنیَا الا لَعِبٌ وَلَھوٌ ، وَلَلدَّارالاٰخِرَۃُ خَیرٌ لَلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ، اَفَلاَ تَعقِلُوْن. (پ۶،انعام،آیت۳۲)

اور دنیاوی زندگی کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ بس کھیل، تماشا ہے۔ اورآخرت کا گھر ہی بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، کیاتم اس بات کونہیں سمجھتے۔

اورتمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے۔ انَّمَا الحَیٰوۃ الدُّنیا مَتَاعٌ وَاِنَّ الاٰخِرَۃَ ھِیَ دَارالقرار (پ۴،المومن،آیت۳۹)

یہ دنیاوی زندگی (اور یہاں کا سب سازوسامان ) تو بس چند دنوں کے استعمال کیلئے ہے،اورآخرت ہی اصل رہنے کی جگہ ہے۔

مگر کیا کہا جائے دنیوی زندگی کی بے ثباتی سے واقف ہونے کے باوجود انسان دنیا کی زندگی پراس طرح مطمئن اورمگن ہے، جیسے یہی اس کا اصل ٹھکانا ہے۔ حالانکہ دولت کی فراوانی، رزق کی کشادگی، دنیاوی زندگی کا عیش وآرام،خوشی اورمسرت کے ایام سب ناپائیدار ہیں،اورآخرت کے مقابلہ میں ان کی کچھ بھی حیثیت نہیں۔

## ﴿آخرت کے مقابلہ میں دنیا کیا ہے؟﴾

پڑھئے قرآن کی اس آیت کوتا کہ معلوم ہوجائے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حیثیت کیا ہے؟ اَللّٰہُ یَبسُطُ الرِّزقَ لِمَنْ یّشَآء وَیَقدرُ، وَفَرِحُوا بِا لحَیٰوۃِ

الدُّنیا وَمَا الحَیٰوۃُ الدُّنیَا فِی الاٰخِرَۃِ الَّا مَتَاع. (پ۱۳،الرَّعد،آیت۲۶)۔

اللہ کشادہ کرتا ہے روزی جس کو چاہے اور تنگ کرتا ہے، اور وہ فریفتہ ہیں دنیا کی زندگی پر، اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے آگے، مگر متاعِ حقیر۔

حدیث پاک میں ہے. عَنْ مُسْتور دبن شدّادقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْل اللّٰہ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ یَقُوْل وَاللّٰہِ مَا الدُّنیَا فِی الاٰخِرَۃِ الامثلَ مَا یَجْعَلُ اَحَدُکُمْ اِصْبَعَہٗ فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ بِمَ یَرجِعُ. (مسلم شریف)۔

مستورد بن شداد سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی ایک انگلی دریا میں ڈال کر نکالے، اور پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس میں لگ کر آتی ہے۔

دنیا آخرت کے مقابلہ میں اتنی ہی بے حیثیت ہے، جتنا دریا کے مقابلہ میں انگلی میں لگا ہوا پانی، یہ تو آپ ﷺ نے سمجھانے کیلئے ایک مثال بیان کی ہے، ورنہ درحقیقت دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں یہ نسبت بھی حاصل نہیں ہے، دنیا اور دنیا کی ہر چیز محدود ومتناہی ہے، اور آخرت اس کی ہر چیز لامحدود ولامتناہی ہے، اور ریاضی کا یہ مسلم قاعدہ ہے کہ محدود ومتناہی اور لامحدود ولامتناہی کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہوتی۔

آخرت لافانی اور لازوال حقیقت ہے دنیا فانی اور دھوکہ کا سرمایہ ہے وَمَا الحَیٰوۃُ الدُّنیَا الاّ مَتَاعُ الغَرُوْرُ (پ۲۰)۔ دنیاوی زندگی تو بس دھوکہ کا سرمایہ ہے

شیخ المرسلین حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں لوگ نقل کرتے ہیں، کہ جب ان کے پاس ملک الموت ان کی روح کو قبض کرنے کیلئے آئے، تو اس وقت وہ طوفان سے پہلے اور طوفان کے بعد ایک ہزار سال زندگی گذار چکے تھے۔ ملک الموت

نے ان سے پوچھا! نبیوں میں سب سے طویل عمر پانے والے اے نبی! آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟ تو فرمایا جیسے ایک گھر، کہ اس کے دو دروازے ہیں، ان میں سے ایک سے داخل ہوا، اور دوسرے سے نکل آیا۔

خواہ یہ قصہ صحیح ہو یا نہ ہو، تاہم اس کو ایک ثابت شدہ حقیقت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، وہ موت کے وقت عمروں کے مختصر ہونے کو سمجھے گا، اسی طرح قیامت کے قائم ہونے کے وقت بھی اس کو فوت شدہ زندگی اور متاع زندگی بہت مختصر نظر آئے گی۔ (الوقت فی حیاۃ المسلم ص:۹) ارشاد باری ہے **كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا** (سورہ النازعات، پ۳۰، آیت ۴۶)

جو اس سے ڈرتا ہو، اس کو دیکھیں گے، تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں دوسری جگہ فرمایا گیا، **وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ** (سورہ یونس، پ۱۱، آیت ۴۵) اور ان کو وہ دن یاد دلایئے، جس میں اللہ تعالیٰ ان کو اس کیفیت سے جمع کرے گا، کہ وہ گویا سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔

## ﴿دنیا کی حقیقت فرمانِ نبی ﷺ کی روشنی میں﴾

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ **اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمْ مَرَّ بجَدِيٍ اَسَكّ مَيّتٍ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنَّ هٰذا لَهٗ بِدِرْهَمٍ؟ فَقَالَوا مَا نُحِبُّ اَنَّهُ لَنَا بِشَيءٍ قَالَ فَوَ اللّٰهِ لَلدُّ نيا اَهْوَنُ عَلىٰ اللّٰهِ مِنْ هٰذا عَلَيْكُمْ** (مسلم شریف)۔

رسول اللہ ﷺ کا گذر بکری کے ایک بوچے (بن کان کے) مردہ بچے پر ہوا جو راستے میں مرا پڑا تھا، اس وقت آپ کے ساتھ جو لوگ تھے، ان سے آپ نے فرمایا، تم میں سے کوئی اس مرے ہوئے بچے کو صرف ایک درہم میں خریدنا پسند کرے گا؟ انہوں نے عرض کیا، ہم تو اس کو کسی قیمت پر خریدنا پسند نہیں کریں گے آپ ﷺ نے فرمایا، قسم ہے خدا کی، کہ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل اور بے قیمت ہے، جتنا ذلیل اور بے قیمت تمہارے نزدیک یہ مردار بچہ ہے۔

اس مثال سے ہر ذی شعور دنیا کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے لیکن جس نے دنیا کی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے، ایسے شخص کیلئے اس مثال میں بھی کوئی سبق نہیں، کیونکہ اس کی نظر میں دنیا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، اور یہ دنیا پرستی خود دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے مانع بن جاتی ہے۔

قرآن کہتا ہے: **اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ.** (پ۲۵، جاثیہ، آیت۲۳)

آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی، جس نے اپنا خدا، اپنی خواہشِ نفسانی کو بنا رکھا ہے، اور خدا تعالیٰ نے اسکو سمجھ بوجھ کے باوجود گمراہ کر دیا (کہ حق کو سنا اور سمجھا بھی، مگر نفسانی خواہش کی پیروی میں گمراہ ہوگیا) اور (خدا تعالیٰ نے) اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اسکی آنکھ پر پردہ ڈال دیا (یعنی نفس پرستی کی وجہ سے قبول حق کی صلاحیت کمزور تر ہوگئی) تو ایسے شخص کو اللہ کے سوا کون راہ پر لائے، تو کیا تم

(ان بیانات کوسن کر) پھر بھی نہیں سمجھتے۔

## ﴿دنیا کے بجائے آخرت کے طلبگار بنو﴾

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهُ اَضَرَّ بِدُنْیَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

جوشخص دنیا کو اپنا محبوب ومطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کونقصان پہونچائے گا، اور جوکوئی آخرت کومحبوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا نقصان کریگا لہٰذا عقل ودانش کا تقاضا یہی ہے کہ فنا ہونے والی دنیا پر باقی رہنے والی آخرت کواختیار کرے۔

اور یہ فطری بات ہے کہ انسان کو جو چیز محبوب ہوتی ہے، اسی کو حاصل کرنے کی دُھن اس پر سوار رہتی ہے۔ اگر دنیا محبوب ہے، تو اسی کی جستجو، اسی کی فکر ہمہ وقت پیش نظر ہوگی، آخرت سے اس کا رشتہ یا تو ہوگا ہی نہیں یا ہوگا تو بہت کمزور ہوگا۔ اور اگر آخرت سے محبت ہے تو اس کی تمام تر توجہ آخرت کے کاموں پر ہوگی۔ اور دنیا سے تعلق بقدر ضرورت ہوگا۔

## ﴿دنیا اور دنیا کی ہر چیز ملعون ہے﴾

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلاَ اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْن مَّا فِیْهَا اِلاّ ذِکْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالاه اَوْ عَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ. (ترمذی وابن ماجہ شریف)۔

ترجمہ: خبردار! دنیااور جو کچھ دنیا میں ہے، اس پر خدا کی پھٹکار اور اسکے لئے رحمت سے محرومی ہے، سوائے خدا کی یاد کے، اوران چیزوں کے جن کا خدا سے کوئی تعلق اور واسطہ ہے، اور سوائے عالم اور متعلم کے۔

دنیا اپنے انجام کے لحاظ سے اس قدر ذلیل ہے کہ اللہ کی وسیع رحمت میں بھی اس کا کوئی حصہ نہیں، البتہ اس دنیا سے جو اللہ کی یاد سے معمور ہو، یا جن چیزون کا رشتہ اللہ کی یاد سے جڑا ہوا ہو، یا پھر جو علم دین کے عالم یا متعلم ہوں، بس وہی رحمتِ حق کے مستحق ہیں۔

بظاہر حدیث میں چار چیزوں کے علاوہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز کو ملعون کہا گیا ہے، لیکن انہیں میں ایک نسخۂ کیمیا بھی ہے، جس کے ذریعہ دنیا کی ہر چیز اور ہر قسم کے اسباب ووسائل دین بن جائیں۔ اور وہ ہے مَا وَ الاہ ، یعنی ہر وہ اسباب جو اللہ کی یاد اور اس کے ذکر سے وابستہ ہو، گویا دنیائے ملعون کو مَاوَالاہ میں داخل کردیں تو پھر وہ بھی سبب قرب ہو جائے گی، اس سے بڑھ کر نسخۂ کیمیا اور کیا ہوگا کہ مَا وَالاہ کے واسطے سے لعنت کو رحمت اور بعد کو قرب میں بدل دیا گیا۔

مولانا روم اسی مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

عین آں تخئیل راحکمت کند　　عین آں زہر آب راشربت کند

آں گماں انگیز را ساز دیقیں　　مہر ہا رویا کند از اسباب کیں

عین اس خیال کو حکمت کردیتے ہیں، عین اس آبِ زہر کو شربت کردیتے ہیں اس گماں انگیز کو یقین میں تبدیل کردیتے ہیں، اور اسباب کینہ سے محبتیں پیدا کردیتے ہیں، اور کیمیا اسی کا تو نام ہے، کہ خیال حکمت بن جائے، آبِ زہر شربت بن جائے

گمان یقین میں تبدیل ہوجائے۔ کینہ کے اسباب سے محبت پیدا ہوجائے اور جب ملعون دنیامَا وَالا ہ میں داخل ہوجائے،تواسباب دنیا بھی دین وآخرت بن جائیں۔ وَهُوَ الحكيم الخبير.

گویا، دنیا کے وہ تمام واسباب ووسائل جن کا تعلق اللہ کی رضا اور دین ہُدیٰ سے کسی بھی درجہ میں ہووہ سب رحمت کے مستحق ہیں۔

سر اٹھا کر بھی دُعا مانگنا جائز ہے مگر
سجدہ کر لیجئے، تاثیر بدل جائے گی

## ﴿دنیا اگر مقصود بن جائے،تو گناہوں سے بچنا ممکن نہیں﴾

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: هَلْ مِنْ اَحَدٍ يَمْشِي عَلىٰ المَاءِ الاّ ابتَلَّتْ قَدَمَاه؟ قَالوا لا! يَارَسُوْلَ اللّٰه، قَالَ كذالِك صَاحِبُ الدُّنيا لَا يَسْلَمُ مِنَ الذُّنوبِ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)
کیا کوئی ایسا ہے کہ پانی پر چلے اوراس کے پاؤں نہ بھیگیں؟ عرض کیا گیا! حضور ایسا نہیں ہوسکتا۔آپ نے فرمایا: اسی طرح دنیادار گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو دنیا سے اس کو اس طرح بچاتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔(جب پانی اس کو نقصان پہونچائے) عَنْ قَتَادة بن نعمان انَّ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلَّم قَال اِذا اَحبَّ الله عَبْداً حَمَاه الدُّنيا كَما يَظِلُّ اَحَدُكُمْ يَحْمِيْ سَقِيْمَهُ المَاءَ. (رواہ احمد والترمذی)

دنیا سے اگر محبت ہوجائے تو آخرت سے غفلت اس کا لازمی نتیجہ ہوگی، کسی مسافر کو اگر سرائے پسند خاطر ہوجائے، تو پھر منزل کا تصور ہی اس کیلئے خواب وخیال بن کر رہ جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے فرمایا:

**قال اَخَذَ رَسُوْل الله صَلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بِمَنكَبَیَّ فَقَال كُن فِی الدُّنيا كانّکَ غَرِيبٌ اَوْ عَابِرُ سبيلٍ** (بخاری شریف)۔

رسول اللہ ﷺ نے میرے دونوں مونڈھوں کو پکڑ کر فرمایا دنیا میں اس طرح رہو جیسے تو پردیسی ہے یا راہ چلتا مُسافر!

## ﴿دنیا اور آخرت پر حضورؐ کا ایک مؤثر خطاب﴾

**عنْ عَمْرٍو اَنَّ النَّبیَّ صَلّی اللّٰه عَلَيْه وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْماً فَقَالَ فِی خُطْبَتِهٖ اَلاَ اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يا كل مِنْه البَرُّ وَ الفَاجِرُ اَلاَ وَاِنَّ الاٰخِرَةَ اَجَلٌ صَادقٌ وَيَقْضِیْ فِيْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ اَلا وَاِنَّ الخَيْرَ كلَّهٗ بِحَذا فِيرِهٖ فی الجَنَّةِ اَلاَ وَاِنَّ الشَّرَّ كلَّهٗ بحَذا فَيْرِهٖ فِی النَّارِ الاَ فَاعْمَلوا وَاَنْتُم مِنَ اللّٰهِ عَلیٰ حَذرٍ وَاعْلَمُوا اَنَّكُم مُعْرَضُوْنَ عَلیٰ اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَه وَمَنْ يَّعْمَلْ مَثْقَالَ ذَرَّةٍ شرًّا يَّرَه.** (مسند امام شافعی)۔

حضرعمرو بن عاص سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا اور اپنے اس خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ سنو! دنیا ایک وقتی اور نقد سامان ہے جس سے ہر ایک نیک وبد کو کھانے کا سامان ملتا ہے۔ سنو! (اور یقین کرو) کہ آخرت وقت مقرر پر آنے

والی سچی حقیقت ہے، اور سب کچھ قدرت رکھنے والا شہنشاہ اسی میں (جزاء وسزاء کا) فیصلہ کرے گا۔

سنو! ساری خوشگواری اور خیر اور اس کی تمام قسمیں جنت میں ہیں، اور سارا شر اور دکھ اور اسکی تمام قسمیں دوزخ میں ہیں، تو خبر دار رہو کہ جو کچھ تم کرو، اللہ سے ڈرتے ہوئے کرو (یعنی آخرت کے انجام کو پیش نظر رکھو) اور یقین کرو! کہ تم اپنے اپنے اعمال کے ساتھ اللہ کے حضور میں پیش کئے جاؤ گے، پس جس شخص نے کوئی ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر بھی کوئی برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

حضور ﷺ کے خطاب کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ انسان آخرت کے انجام سے بے فکر ہوکر زندگی نہ گذارے اور اپنی نفسانی خواہشات اور دنیا کی فانی لذّتوں کو اپنی زندگی کا مقصد نہ بنائے، آپؐ نے ہر اس چیز سے اپنی اُمّت کو آگاہ فرمایا، جو آخرت سے غفلت کا سبب بن جاتی ہیں، جیسے دنیا کی مشغولیت، جاہ ومنصب کی چاہت، مال ودولت سے محبت، خواہشاتِ نفسانی کی متابعت اور لمبی لمبی آرزئیں اور تمنائیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو دنیا میں اُخروی زندگی کیلئے مہلک اور غفلت میں ڈالنے والی ہیں

اک طلسمات کی دنیا ہے یہ زندان حیات
جو پھنسا دام میں پھر اس کو نکلتے نہ بنی (اقبال سہیل)

محسن انسانیت ﷺ کے اقوال کی روشنی میں مزید اس حقیقت کو سمجھئے۔

○○○

## ﴿دنیا سے زیادہ محبت نہ کرو﴾

رسول اللہ ﷺ نے جن دو بیماریوں کو بہت زیادہ خطرناک بتلایا، ان میں سے ایک خواہشات نفسانی کی پیروی اور دوسرے طویل آرزوؤں کی فراوانی ہے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلیٰ امَّتِیْ الھویٰ وَطُولُ الامَلِ ، امَّا الھَویٰ فَیَصُدُّ عَنِ الحقِّ وَامَّا طُوْلُ الامَلِ فَیُنْسِیْ الاٰخِرَۃَ وَھٰذَاالدُّنْیَا مُرْتَحِلَۃٌ ذَا ھِبَۃٌ وَھٰذِہِ الاٰخِرۃُ مُرْتَحِلَۃٌ قَادِمَۃٌ وَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِنھُمَا بَنُونَ فَاِنْ اسْتَطَعتُمْ اَن لا تکونوا مِنْ بنی الدُّنیا فَافْعَلوا فَاِنَّکُمُ الیَومَ فی دَارالعَمَلِ وَلاَ حِسَابَ وَانتُم غَداً فِی دَارِ الاٰخِرۃِ وَلا عَمَل (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی امت پر جن بلاؤں کے آنے سے ڈرتا ہوں، ان میں سے سب سے زیادہ ڈر کی چیز ہویٰ اور طولِ امل ہے (یعنی خواہشات کی پیروی اور لمبی لمبی امیدیں)۔

ہویٰ اور ہوس تو قبولِ حق سے روک دیتی ہے اور طول اَملِ آخرت کو بھلا دیتا ہے اور یہ دنیا تو لمحہ لمحہ گذرتے ہوئے چلی جارہی ہے اور آخرت بڑھتے ہوئے چلی آرہی ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں، پس اے لوگو! اگر تم سے ہوسکے تو دنیا سے لپٹنے والے اس کے بچے نہ بنو۔ پس ایسا کرسکو تو کرلو، اس لئے کہ آج تم دارالعمل میں ہو (یعنی محنت اور کمائی کی جگہ پر ہو) یہاں کوئی حساب نہیں (یعنی جزاء وسزا نہیں) اور کل تم دارِاخرت میں ہوگے وہاں (حساب ہوگا) عمل نہیں۔

سننے والے گوشِ عبرت ہی نہیں ورنہ یہاں
نبضِ ہستی کی ہراک جنبش میں ہے شورِ رحیل (اقبال سہیل)
آج ہے وقت عمل، فردا حساب روز وشب
کام کی ہوگی نہیں، اس وقت کوئی بھی سبیل (ساجدالاعظمی)

## ﴿دنیا کیا ہے؟﴾

دنیا صرف اس جہان کا نام ہے جو آسمانوں کے اندر محصور ہے، آسمانوں سے اوپر آخرت کا مقام ہے (شیخ محی الدین ابن عربی) آسمانوں سے ڈھکی ہوئی وسیع وعریض کائنات، محیر العقول، عجیب الخلقت مخلوقات، خوفناک وہوش ربا مناظر، نشانِ عبرت محلات ومقامات، بیشمار قدرت کے حسین شاہکار، باغ وبہار، جمادات ونباتات، بحروبر، چشمے اور آبشار، فلک الافلاک اور اس کی سرعتِ رفتار، اور اللہ ربُّ العزت کی لامحدود نعمتیں، جو زمین کے اوپر اور نیچے بکھری ہوئی ہیں، اسی کا نام دنیا ہے، کسی نے کہا

دنیا جسے کہتے ہیں بچوں کا کھلونا ہے
مل جائے تو مٹی ہے کھو جائے تو سونا ہے

جس دنیا کو حاصل کرنے کیلئے انسان بچوں کی طرح حیران وپریشان ہوتا ہے، اور جب دنیا کی وہ عزیز ترشئی اس کو مل جاتی ہے تو وہ خوش ہوکر اپنی قسمت پر ناز کرنے لگتا ہے، مگر تھوڑی دیر کیلئے، پھر اس کی نظروں میں اس سے بہتر کی جستجو، حاصل شدہ محبوب شئی کو اس قدر بے قیمت بنا دیتی ہے، جیسے کبھی اسکے دل میں اس کی خواہش ہی نہ تھی۔

دنیااور دنیا کی محبت ہرلمحہ زوال آشنا ہے،اس کے باوجود دنیا سے محبت انسان کی فطرت ہے۔اوراس محبت میں فاطر السمٰوٰت والارض کی بیشمار حکمتیں پنہاں ہیں۔

## ﴿دنیا سے محبت انسانی فطرت ہے﴾

کاشتکار کو کاشتکاری سے، باغبان کو باغبانی سے، ملازم کو ملازمت سے، تاجر کو تجارت سے، دوکاندار کو دوکانداری سے، کارخانیدار کو کارخانہ سے اور ہزاروں، لاکھوں قسم کے پیشوں سے جڑے ہوئے لوگوں کو اگر اپنے اپنے کاموں سے محبت نہ ہوتی،تو پھر سوچئے! دنیا کیسی ہوتی،اس کا نظام کیسے چلتا؟

کیا کھانے کو غذائیں اور اقسام وانواع کے پھل ملتے، کیا فیکٹریاں اور کارخانے چلتے؟ کیا درآمد و برآمد کیلئے جہاز اور ٹرینیں ہوتیں، مال کو اِدھر سے اُدھر منتقل کرنے کیلئے کیا مزدور اور سواریاں ملتیں، بارش، گرمی سردی سے حفاظت کیلئے کیا مکان ومحلات اور فلک بوس عمارتیں تعمیر ہوتیں۔

**غرض:** چھوٹے سے چھوٹا،اور بڑے سے بڑے کام کا ہونا،اسی محبت کا نتیجہ ہے، جو حکیم وخبیر نے انسان کی فطرت میں ودیعت کر رکھا ہے،اوراسی محبت کے نتیجہ میں،کوئی سرد موسم کی یخ بستہ ہواؤں میں پوری رات آنکھوں میں کاٹ دیتا ہے،تو کوئی موسم گرما کی ناقابل برداشت دھوپ میں بھاگ دوڑ اور مزدوری کر رہا ہے،تو کوئی اپنی مرغوب ومحبوب چیز کو حاصل کرنے کے شوق میں ہر رنج وتکلیف بخوشی گوارا کر رہا ہے، اور یہ سب کچھ اس لئے پسند خاطر ہوجاتا ہے، کہ اس سے اس کو رغبت

ومحبت ہے۔اور.....ع.....ازمحبت تلخہا شیریں شوند۔ محبت کی وجہ سے تلخ چیزیں بھی میٹھی ہوجاتی ہیں۔

پھر جب کسی انسان کے دل میں کسی بڑے مقصد کے حصول کی تڑپ اور لگن پیدا ہوجاتی ہے،تو بڑی سے بڑی ہر مشکل اور ہر مصیبت بھی اس کے لئے راحت بن جاتی ہے۔

رنج ، راحت شد، چوں مطلب شد بزرگ

جب مقصود عظیم ہوتا ہے تو رنج ومحن میں بھی یک گونہ لذت کا احساس ہونے لگتا ہے اور فرہاد کی طرح ''ہر ضرب تیشہ ساغرِ کیف وصال دوست''، کی لذت لئے ہوتا ہے۔دنیااور دنیا کی چیزوں کی طرف انسان کا طبعی میلان اور محبت بھی '' الـدُّنـیـا خُلِقَتْ لَکُمْ '' (دنیا تمہارے لئے بنائی گئی ہے) کے فلسفہ پر مبنی قدرت کی فیاضیوں کا ایک حصہ ہے،اسی فلسفہ میں دنیا کی ہمہ جہت ترقی اور تمدنِ عالم کی بقاء کا راز مضمر ہے،اوراس بات کا اظہار بھی ہے کہ دنیا کی تمام تر نعمتیں صرف اہل ایمان کیلئے ہیں، اس لئے ان نعمتوں کو حاصل کرنا اور ان سے حتی المقدور فائدہ اٹھانا بھی مؤمن کی زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔

مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ دنیا اگر چہ آپ کیلئے بنائی گئی ہے لیکن آپ کو دنیا یا متاعِ دنیا کیلئے نہیں بنایا گیا، بلکہ اِنَّـکُـمْ خُـلِقْتُمْ لِلآخِرةِ آپ کو آخرت کیلئے بنایا گیا ہے۔

دنیا کو لامحدود نعمتوں کی جلوہ گاہ بنادینے اور زمین کو انواع واقسام کے لالۂ وگل

سے سجا دینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان نعمتوں کو حاصلِ زندگی سمجھ لیا جائے۔ ہاں! ان نعمتوں کو اپنی ضرورتوں کے مطابق حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش ضرور کی جائے۔ اور دنیا میں باوقار زندگی گذارنے کے ہر جائز طریقہ کو بروئے کار لایا جائے۔ تاکہ کامیابی کی راہیں استوار ہوسکیں، اور زندگی کی خوشگواریاں ہمارا مقدر بن سکیں۔

حدیث پاک میں ہے۔ کَادَ الفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْراً ، محتاجی کفر تک پہونچادیتی ہے۔

اس لئے شریعت نے کسب مال کو انسان کیلئے فریضہ بھی بتایا اور مال کمانے کا حکم بھی دیا۔ قرآن کہتا ہے، فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِیْ الاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوْا اللّٰہَ کَثِراً لَّعَلَکُمْ تُفْلِحُوْن (پ۲۸، جمعہ، آیت۱۰)

جب نماز پوری کرلو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا رزق تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم مراد کو پہونچو۔

لہٰذا: انسان کو چاہئے کہ مالک الملک کے حکم کے مطابق روزی حاصل کرنے کی فکر میں لگ جائے، مگر چونکہ دنیا اپنے جھمیلوں اور رنگینیوں کے ساتھ آتی ہے اور سامانِ غفلت بھی ساتھ لاتی ہے اور پھر دنیا سے محبت بھی انسانی فطرت ہے، اس لئے یہ بھی ہدایت کی گئی وَاذکروا اللّٰہ کثیراً کہ دنیا کی فکر کے ساتھ خالق ارض وسماء کو ہمیشہ یاد رکھو، اسی میں زندگی کی کامرانی ہے۔

اپنے خالق و مالک کو بھول کر اگر دنیا کی تمام نعمتیں بھی حاصل ہوجائیں، تب بھی اس پر کامیابی کا لیبل چسپاں نہیں کیا جاسکتا، آپ ﷺ نے فرمایا الدُّنیا دَارُ مَنْ

**لا دارَلَهُ وَلُهَا يَجْمَعُ مَنْ لا عَقْل لَهُ** (مشکوٰۃ۵۲۱۱۔درمنثور۶،۳۴۱)

دنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر (کوئی) نہیں اور اس کو وہی جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں، سوچئے! آدمی اپنی خواہش کے مطابق خوبصورت مکان بناتا ہے، اور بڑے فخر سے کہتا ہے ''یہ میرا گھر ہے'' شبانہ روز انتھک محنت کر کے مال اور سرمایہ جمع کرتا ہے، اور پھر کہتا ہے یہ میرا مال اور میری جائیداد ہے۔

غور کر کے بتایئے! اپنا گھر کس کو کہتے ہیں؟ جس سے کوئی باہر نہ نکال سکے، اور اپنا مال کس کو کہتے ہیں؟ جس میں کسی دوسرے کو تصرف کا اختیار نہ ہو۔

مگر ہوتا کیا ہے؟ جس کو وہ اپنا گھر کہہ رہا تھا، ایک دن ایسا آتا ہے جب لوگ اس کو اس کے گھر سے نکال، باہر کر کے گورِ غریباں میں پہونچا دیتے ہیں اور جس کو وہ اپنا مال اور اپنی جائیداد کہہ رہا تھا۔ اس کا وہ مال وسرمایہ بھی دوسروں کے قبضۂ وتصرف میں چلا جاتا ہے۔ پھر کبھی جیتے جی بھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی زندہ تو ہے مگر معذور ومجبور، کچھ نہیں کرسکتا، ایسی صورت میں یا تو مال وجائیداد دوسروں کے حوالہ کر دیتا ہے یا دوسرے لوگ، مال وجائیداد پر قبضہ کر لیتے ہیں، اور بعض دفعہ تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کھانے، پینے کی چیزوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

تو آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ دنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر نہیں اور مال کو وہی جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہیں۔ کس قدر مبنی برحقیقت ہے، کہ دنیا کو گھر کہنے والا یا تو خود زندگی میں یا پھر موت کے بعد بے گھر ہو جاتا ہے، اور مال بھی یا تو زندگی میں یا موت کے بعد دوسروں کا ہو جاتا ہے۔ اور حیات مستعار کا کوئی بھروسہ نہیں، زندگی کی

ہر سانس کا معاملہ تو یہ ہے کہ شاید....ع

ہمیں نفس ، نفسِ واپسیں بود
یہی سانس آخری سانس ہو

استاذ نے ، شاگرد سے پوچھا، دنیا میں اموات کی شرح کیا ہے، شاگرد نے جواب دیا سو فیصد، استاذ نے کہا وہ کیسے؟ شاگرد نے جواب دیا۔ کہ دنیا میں جو بھی پیدا ہوتا ہے وہ ایک دن مرجاتا ہے۔ غرض یہ کہ موت ہر ایک کا مقدر ہے۔ تو پھر موت کے بعد اس کے حصہ میں کیا باقی رہا۔

اب آپ یہ بات سمجھ لیں کہ آپ کا اپنا مال کیا ہے؟ حدیث پاک میں ہے **يَقُوْلُ ابنُ اٰدم مَالِیْ مَالِیْ ، وَهَل لَکَ مِنْ مَالِکَ اِلَّا مَا اَکَلْتَ فَاَفْنَیْتَ اَوْلَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَیْتَ وَمَا سِویٰ ذَالِکَ فَذاهِبٌ اَوْ تَارِکهُ لِلنَّاس** (ابن کثیر وقرطبی بروایۃ مسلم وترمذی)

آدم کے بیٹے کہتے ہیں، میرا مال: میرا مال: اور کیا ہے تمہارا مال؟ مگر وہی جو تم نے کھا کے ختم کر دیا، یا پہن کے پرانا کر دیا، یا اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا، اور اس کے سوا جو مال ہے، وہ تمہارے ہاتھ سے چلا جائے گا، یا تم اس کو لوگوں کیلئے چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔

فی الحقیقت مالکِ ہر شئی خداست
ایں امانت چند روزہ نزد ماست

درحقیت کائنات کی ہر چیز کا مالک تو خدا ہے، اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ چندروز کیلئے بطور امانت کے ہے۔

## ﴿دنیا کی چندمحبوب چیزوں کا تذکرہ﴾

رب کائنات نے انسان کی فطرت کوخوبصورت بنایا ہے، چونکہ وہ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے، ساری کائنات اسی کے دستِ قدرت کا حسین شاہکار ہے، اس کے دل فریب مناظر ومحاسن میں اس کی بے مثل صنعت گری کی نمود فطرت انسانی کیلئے کشش کا باعث ہے، ہر اچھی چیز سے محبت انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔قرآن نے چندمحبوب چیزوں کا تذکرہ اپنے بلیغ انداز میں اس طرح فرمایا: زُيِّـنَ لِـلـنَّـاسِ حُـبُّ الشَّهَـوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ البَنِيْنَ وَ القَنَاطِيْرِ الْمقَنْطَرةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَالْخيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالانْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَالِکَ مَتَاعُ الحَيوٰةِ الدُّنيا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ المَاٰبُ (پ۳،آل عمران،آیت۱۴)

فریفتہ کیا ہے لوگوں کومرغوب چیزوں کی محبت نے، جیسے عورتیں، اور بیٹے، اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی کے، اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور مویشی اور کھیتی، یہ فائدہ اٹھانا ہے، دنیا کی زندگی میں، اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا۔

قرآنی حُسنِ بلاغت نے ان چند چیزوں کی محبت میں بالواسطہ دنیا کی ساری محبتوں کوذکر کردیا۔

**حکایات:** کہتے ہیں ایک بادشاہ تھا، اس کا ایک بیٹا تھا، اس کو شاہی نظام اور رکھ رکھاؤ سے کوئی دل چسپی نہ تھی، اس کا رہن سہن، بودوباش سب کچھ گنواروں کی طرح تھا لوگوں نے بادشاہ کو عار دلایا، اس کا اسطرح رہنا آپ کیلئے بدنامی کا سبب بن

رہا ہے، آپ اس کو بلا کر سمجھایئے، کہ وہ ذرا سلیقہ سے رہے، بادشاہ نے اسکو بلوایا اور اس سے کہا، کرتا پہن کر رہو، اس نے کہا، کرتے کے ساتھ پائجامہ بھی چاہئے بادشاہ نے کہا وہ بھی ملے گا، اس نے کہا پھر تو جوتا بھی چاہیے، بادشاہ نے کہا وہ بھی ملے گا، اس نے کہا پھر تو سواری بھی چاہئے، بادشاہ نے کہا وہ بھی ملے گی۔ اور پھر مکان بھی چاہئے بادشاہ نے کہا وہ بھی موجود ہے، پھر نوکر بھی چاہئے، کھانے پینے کا سامان بھی چاہئے، بادشاہ نے کہا سب کچھ ملے گا۔ بس تم سلیقہ سے رہو۔

جس طرح شہزادے نے ایک کرتہ کیلئے ساری چیزوں کی ضرورت محسوس کی اسی طرح ان چند مخصوص چیزوں کی محبت میں دنیا کی تمام چیزوں سے محبت کا ہوجانا بالکل بدیہی امر ہے۔

پھر ان تمام چیزوں سے مطلق محبت قابلِ مذمت بھی نہیں، ہاں: ان کی محبت کے مقتضاء پر عمل کرنا مذموم ہے۔ دنیا کی حرص ومحبت کے ہوتے ہوئے، اس کے تقاضے سے روگردانی کرنا بھی کمال تقویٰ ہے

شہوتِ دنیا مثال گلخن است
کہ از وحمامِ تقویٰ روشن است

دنیا کی طلب اور خواہش مثل انگیٹھی کے ہے، کہ اسی سے تقویٰ کا حمام روشن ہے۔

جب ان تمام چیزوں کو ہمارے لئے مزین کردیا گیا ہے، تو اس سے محبت تو ہوگی اور محبت کے نتیجہ میں انکو پانے کی خواہش اور کوشش بھی ہوگی اور ان کے ملنے پر یقیناً خوشی بھی ہوگی۔

جب کسریٰ کا پایۂ تخت مدائن فتح ہوا تو بیشمار دولت کے خزانے مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور وہ جب مسجد نبوی میں لا کر ڈھیر کر دئے گئے۔ تو اس کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے دعاء کی اور عرض کیا۔ اے اللہ! ہم یہ تو دعاء نہیں کرتے کہ ہم کو مال سے محبت نہ ہو، اور نہ یہ عرض کرتے ہیں کہ اس کے آنے کی ہم کو خوشی نہ ہو جب آپ نے خود اس کو ہمارے لئے مزین فرما دیا ہے، تو ہم کو اس سے محبت بھی ہوگی اور اس کے ملنے پر خوشی بھی ہوگی۔ بس ہم یہ دعاء کرتے ہیں کہ اس کی محبت کو اپنی رضا کا وسیلہ بنا دیں۔

مال کی محبت مطلقاً مذموم نہیں، بلکہ ایک درجہ اس کا مطلوب بھی ہے۔ مثلاً اتنی محبت، جس سے مال کی حفاظت کا اہتمام ہو سکے، اسلئے کہ مال کا ضائع کرنا حرام ہے اگر مال سے کسی درجہ میں بھی محبت نہ ہوگی، تو وہ مال کی ناقدری کرے گا، اور مال کو برباد کر دے گا، جس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا، اِنَّ اللّٰہ کَرِہَ لَکُمْ قِیْل وَقَالٍ وَ کثرۃ السُّوالِ وَاِضَاعَۃ المَالِ (الترغیب والترھیب ۷۳۔ مسند احمد بن حنبل ۴:۲۴۹)

قیل وقال، کثرت سوال، اور اضاعتِ مال اللہ کو پسند نہیں۔

اس لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مال سے طبعاً محبت بھی ہے، اور اس کے آنے پر مسرت بھی ہے۔ مگر عملاً وعقلاً دعاء یہ ہے کہ اے خدا اس کو اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنا دیں۔

## ﴿دنیا سے محبت کس حد تک مطلوب ہے﴾

دنیا سے محبت اور اس کی حرص کس حد تک ہو، اس کا معیار اور اس کا پیمانہ کیا ہو، قرآن نے اسکی حقیقت اس طرح بیان کی۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَاءُ کُمْ وَاَبْنَائُکُمْ وَاِخْوانُکُمْ وَازْوَا جکُمْ وَعَشِیْرتکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرفْتُمُوْهَا وَتَجَارةٌ تخشَوْ نَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنَ تَرضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِی سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَأتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (پ:۱۰، التوبہ آیت۲۴)

آپ کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کی نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہے، اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں، تو تم انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے۔

جب دنیا کو انسان کیلئے آراستہ کردیا گیا، اور اسکی محبت بھی انسان کی فطرت میں ودیعت کردی گئی، تو پھر نہ تو اس کی محبت سے انحراف ممکن ہے اور نہ ہی اس کی محبت سے منع فرمایا گیا ہے۔ بلکہ کہا گیا کہ دنیا تو تمہارے لئے ہی بنائی گئی ہے، تو اس کو حاصل کرنا بھی نِعَمائے الٰہیہ کی قدردانی کے ہم معنیٰ ہوگا۔ شاید اسی لئے کسب حلال پر **فریضةٌ بعد الفریضة** کی مہر لگادی گئی۔

کسب مال ہو یا حرصِ دنیا اس لئے مطلوب ہے کہ بہت سے اعمالِ صالحہ کا حصول اور بہت کچھ حقوق کی ادائیگی، اور بہت سی نیک آرزوؤں اور دلی تمناؤں کی تکمیل مال پر ہی موقوف ہے، اسی لئے تو پوری دنیا کو خطاب کرکے کہا گیا وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ کہ تم چل پھر کر اللہ کا رزق تلاش کرو۔

## ﴿کسب دنیااورحُبّ دنیامیں فرق﴾

کسب حلال تو ایک فریضہ ہے اور حبِّ دنیا کی ایک حد مقرر ہے۔ جب دنیا سے محبت، آخرت سے غفلت کا سبب بن جائے، جب دنیا کی محبت دین پر غالب آجائے۔ جب دنیا کی محبت کا اہتمام، دینی کام کی محبت سے بڑھ جائے۔ پھر اسی طرح جب دنیا سے محبت دنیا کیلئے کی جائے، یا کسب مال محض دنیا کیلئے کیا جائے تو یہ سب مذموم ہیں۔ پھر جب دنیا کی چیزوں سے محبت کا جنون آخرت سے غافل کردے اور دین کی محبت سے زیادہ ہوجائے تو یہ رب ذوالجلال کے غضب کا باعث ہے۔

غور کریں! ماں، باپ، بھائی، بہن، بیوی، بچے، خاندان اور قبیلے، مال اور جائیداد سے کس کو محبت نہیں، اوران سے محبت بھی دین کا ایک حصہ ہے، لیکن جب دنیاوی تعلقات، دین کے تقاضوں اوراللہ ورسول کی محبت پر غالب آجائیں، تو پھر یہ قانون سب کے لئے ہے۔ فَتَرَبَّصوا حتّی یَأتِیَ اللّٰہُ بِاَمرِہٖ یعنی منتظر رہو اللہ کے فیصلہ کا۔

اس آیت میں ان لوگوں کو مخاطب کیا گیا جو مکہ سے ہجرت فرض ہونے کے وقت دنیاوی تعلقات کی محبت میں ہجرت سے باز رہے، ان سے کہا گیا، پھر اللہ کے حکم کا انتظار کرو۔ آیت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے، لیکن اس کا حکم سب کو عام ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس جگہ حکم سے مراد، حکم عذاب ہے کہ جن لوگوں نے دنیوی تعلقات پر اُخروی تعلقات کو قربان کر کے ہجرت نہ کی، ان پر اللہ کا حکم عذاب عنقریب آنے والا ہے، یا تو دنیا ہی میں ان پر عذاب آئے گا، ورنہ آخرت کا عذاب تو یقینی ہے۔

صحیحین میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اوراولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

ترمذی اورابوداؤد میں حضرت ابوامامہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی سے دوستی کی تو اللہ کیلئے، اور دشمنی کی تو اللہ کیلئے، جس نے کسی کو دیا تو اللہ کیلئے اورخرچ کرنے سے رکا تو اللہ کیلئے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔

صحیحین کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ تین خصلتیں پائی جائیں، اس کو ایمان کی حلاوت حاصل ہوجاتی ہے۔

(۱) ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوجائے (۲) دوسرے یہ کہ وہ کسی اللہ کے بندے سے صرف اللہ ہی کیلئے محبت کرے۔ (۳) تیسرے یہ کہ کفروشرک اس کو آگ میں ڈالے جانے کے برابر محسوس ہو۔

یہ ہے دنیا کی چیزوں سے محبت کا پیمانہ، اور جس نے اس تقاضے پر عمل کیا، دنیا اورآخرت کی کامیابی نے اس کی قدم بوسی کی۔

## ﴿دنیا کی حقیقت کیا ہے؟﴾

رب العالمین نے دنیا کی حقیقت کو مثال کے ذریعہ اس طرح بیان فرمایا، کہ اگر انسان اس پر سنجیدگی سے غور کرلے تو دنیا کی حقیقت اس پر واضح ہوجائے، ارشاد باری ہے۔

اِعْلَمُوْٓا انَّمَا الحیوٰۃ الدُّنیا لَعِبٌ وَلھْوٌ وَزِینَۃٌ وَتَفَاخُرٌ بینکمْ وَتکاَثُرٌ فِی الاموالِ وَ الا ولاد، کَمَثلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الکفَّار نبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَراہُ مُصْفرًّا ثُمَّ یَکُون حُطَاماً ، وَفِی الاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدیدٌ وَّ مَغْفِرَۃٌ مِنَ اللّٰہِ وَرضْوَانٌ ، وَمَاالحیوٰۃ الدُّنْیَآ الَّا متاعُ الغُرُوْرِ (پ۲۷،حدید،آیت۱۸)

تم خوب جان لو: کہ دنیاوی حیات وہ محض لہو ولعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال واولاد میں ایک کا دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے (اسکی مثال ایسی ہے ) جیسے مینہ (برستا) ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکار کو اچھی معلوم ہوتی ہے، پھر وہ خشک ہوجاتی ہے، سو اسکو تو زرد دیکھتا ہے، پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے، اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور (اہل ایمان کیلئے ) خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے، اور دنیا کی زندگانی محض دھوکہ کا سامان ہے۔

قرآن کی اس آیت پر غور کریں تو یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے تک، دنیوی زندگی کا مکمل اور مرتب فلسفہ اور خاکہ کس قدر خوبصورت انداز میں پیش فرمایا گیا ہے۔ دنیا کی زندگی کا خلاصہ بالترتیب کچھ اشیاء اور کچھ حالات ہیں۔ پہلے لَعِبٌ ، پھر لہو، پھر زینت، پھر تفاخر، پھر مال واولاد کی کثرت پر فخر وناز، لَعِبٌ وہ کھیل ہے جس میں فائدہ مطلق پیش نظر نہ ہو، جیسے چھوٹے بچوں کی حرکتیں، اور لہو وہ کھیل ہے جس کا اصل مقصد تو تفریح ہے، دل بہلانا، وقت گذاری کا مشغلہ ہونا، ضمنی طور پر ورزش اور دوسرا فائدہ بھی اس سے حاصل ہوجاتا ہے، جیسے بڑے بچوں کے کھیل کود، گیند بازی، شناوری، نشانہ بازی وغیرہ، حدیث میں نشانہ بازی اور تیراکی کو اچھا کھیل کہا گیا ہے۔

زینت بدن اورلباس وغیرہ تو معروف ہی ہیں، ہرانسان پر یہ مختلف دورآتے ہیں عمر کا بالکل ابتدائی دورتو لعب میں گذرتا ہے،اس کے بعدلہوشروع ہوتا ہے،اسکے بعداس کواپنے تن بدن اورلباس کے ذریعہ زینت کی فکر ہونے لگتی ہے،اس کے بعدہم عصروں اورہم عمروں سے آگے بڑھنے اوران پرفخر وناز کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔

غورکریں تو وہ اپنے ہردور میں،اپنے اُسی کام کوسب سے زیادہ بہتر سمجھتا ہے پھر جب دوسرے دور میں قدم رکھتا ہے تو پہلے دور کی لغویت سامنے آجاتی ہے۔

بچہ جن چیزوں اورکھیلوں کوسرمایہ زندگی اورسب سے قیمتی چیز سمجھتا تھا، جب اس دور سے آگے بڑھتا ہے۔تو اس پر یہ حقیقت کھلتی ہے کہ اس وقت ہم نے جن چیزوں کوسب سے اہم سمجھا تھا وہ وقت کی بربادی کے سوا کچھ نہ تھے۔

بچپن میں لَعِبُ ، پھر لَھُو میں مشغول رہا، جوانی میں زینت اورتفاخر کا مشغلہ مقصود رہا۔زندگی نے جب بڑھاپے کی دہلیز پرقدم رکھا توتکا ثر فی الاموال والاولاد کا دورشروع ہوااوراس پرخوش ہوتا رہا،لیکن جیسے جوانی میں بچپن کی حرکتیں لغومعلوم ہونے لگیں، بڑھاپے میں پہونچ کر جوانی کی حرکتیں بیکاراورلغونظر آنے لگیں ،جب آخری منزل بڑھاپا آیا تو اس وقت مال کی بہتات،اولاد کی کثرت وقوت، جاہ ومنصب پرفخر سرمایۂ حیات اورمقصود زندگی بن گیا،مگر یہ بھی ختم ہوکر اگلا دور برزخ پھر قیامت کا شروع ہوگا،اسکے بعداعمال کی بنیاد پر جنت اورجہنم کا فیصلہ ہوگا،اس وقت مثال مذکور میں ہردور کے مشاغل کا لغو ہونا،سمجھ میں آجائے گا۔اس لئے جنت کی طلب اورجہنم سے بچنے کی فکرکوہی مقصود زندگی بنائے تاکہ حسرت وافسوس اور پچھتاوانہ ہو۔

❖❖❖

## ﴿نباتات اور کھیتی سے انسان کی مثال﴾

اس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ کھیتی اور دوسری نباتات جب ہری بھری ہوتی ہیں تو دیکھنے والوں کو بھلی لگتی ہیں، پھر وہ خشک ہونا شروع ہوتی ہیں، پہلے زرد ہوتی ہیں، پھر خشک ہوکر چورا چورا ہوجاتی ہیں، اور پھر اپنا وجود کھو بیٹھتی ہیں۔

یہی مثال انسان کی ہے، بچپن سے جوانی تک کا دور تازگی، رعنائی اور حسن و جمال کا ہوتا ہے، پھر رفتہ رفتہ بڑھاپا آتا ہے، جو آہستہ آہستہ بدن کی تازگی، فربہی اور حسن و جمال کا خاتمہ کردیتا ہے اور پھر ایک دن پیوند خاک ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد کافر کیلئے عذاب شدید اور مومن کیلئے اللہ کی طرف سے مغفرت اور رحمت کا فیصلہ ہوجاتا ہے۔ انسان اگر اپنی ابتداء سے لیکر انتہاء تک کے مراحل پر غور کرے تو وہ خود اس نتیجہ پر پہونچ جائے گا کہ دنیا کی زندگی محض سراب ہے، دنیا کا نفع کیا ہے؟ **قل مَتَاع الدُّنیَا قَلِیل** کہہ دیجئے دنیا کا نفع اٹھانا تھوڑا ہے، دنیا کی زندگی کیا ہے؟ **وَمَا هٰذِهِ الحیوٰة الدُّنیا الاَّ لَهْوٌ وَلَعب** (العنکبوت، آیت ۶۴) اور یہ دنیوی زندگی لہو و لعب کے سوا اور کچھ نہیں۔

## ﴿لہو ولعب کیا ہے؟﴾

لہو ولعب: اگرچہ مترادف نظر آتے ہیں، لیکن دونوں میں قدرے فرق ہے لَعِبُ کہتے ہیں لغو اور فعل عبث کو، اور لَهْو کہتے ہیں غفلت میں ڈالنے والی بات کو دنیاوی زندگی کا جو مقصد ہے اس سے غافل کرنے والی چیز کو لہو ولعب سے تعبیر کیا گیا

ورنہ اللہ نے کوئی چیز نکمی اور بیکار پیدا نہیں کی۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

چنانچہ ارشاد باری ہے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذا باطلاً (ال عمران، آیت ۱۹۱)۔
اے ہمارے رب آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔

معلوم ہوا کہ مخلوقات خداوندی میں کوئی چیز بیکار اور عبث نہیں، البتہ فائدوں کا تعین سب سے اہم معاملہ ہے، اور اسی میں غلطی ہوسکتی ہے، دنیا کی کوئی چیز بھی فائدے سے خالی نہیں، انسان اس کے فوائد سے اپنی ضروریات پوری کرتا ہے، لیکن ہم نے ان تمام منافع میں بعض منافع کو جو کہ واقعی منافع تھے نظر انداز کردیا، اور دنیا کے منافع کا انحصار صرف ان منافع میں کردیا جو حظِّ نفس اور لذتوں سے لبریز تھے، جب کہ وہ منافع عارضی، ناپائیدار اور چندروزہ تھے۔

اس کی مثال یوں سمجھیں: جیسے کوئی مسافر کسی متعین ٹرین سے سفر کرنے کیلئے اسٹیشن پر آئے اور انتظار کے دورانیہ میں گانا سننے لگے، اور اسکے مزے میں اس قدر کھو جائے کہ توجہ دلانے پر بھی اسکی طرف متوجہ نہ ہو، اور اسکی مطلوبہ ٹرین آئے اور چلی بھی جائے تو لوگ یہی کہیں گے کہ اس نے ایک بیکار کام کی وجہ سے ٹرین چھوڑ دی، حالانکہ اس کو گانا سننے میں بہت مزہ آرہا تھا، اور مزا بھی تو ایک فائدہ ہے، لیکن چند لمحہ کی وقتی لذت پر مقصود اصلی کو قربان کردینے کی وجہ سے لوگوں نے اس کو بیکار اور فضول کام سے تعبیر کردیا۔

بالکل اسی طرح دنیاوی زندگی کے ایسے ہی منافع کو جو مقصود اصلی اور آخرت

سے غفلت کا سبب ہوں، لہو ولعب کہا گیا۔

خالقِ کائنات نے انسان کو مقصود اصلی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا، **اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثاً وَاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لا تُرْجَعُوْن** (پ،المؤمنون،آیت۱۱۵) کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تم کو عبث اور لغو محض پیدا کیا ہے، اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ زندگی کے اصل مقصد کو پیش نظر رکھا جائے اور دنیوی زندگی پر غور وفکر کرتا رہے، کہ آخر دنیا کیا ہے؟ اور دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ ایک شاعر نے کسی عقل مند سے دنیا کا حال پوچھا تو اس نے جواب میں کہا۔

حال دنیا را پرسیدن من از فرزانۂ
گفت یا خوابے است یا بادے است یا افسانۂ
باز گفتم حالِ آنکس گو کہ دل دروے بہ بست
گفت یا غولے است، یا دیوے است یا دیوانۂ

ایک عقلمند سے میں نے دنیا کے بارے میں پوچھا، تو اس نے کہا، دنیا ایک خواب ہے یا ایک ہوا ہے یا ایک افسانہ ہے۔

پھر میں نے اس شخص کے بارے میں پوچھا، جس نے اس دنیا میں دل لگایا، تو اس نے کہا، کہ یا تو وہ ایک خیالی جنّاتی مخلوق ہے یا ایک دیو ہے، یا پاگل ہے۔

اے اہلِ نظر، ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شئی کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

لاریب اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ عقلمند نے دنیا اور طالبِ دنیا کی جو

تصویر کشی کی ہے۔خوب بہت خوب!

مگر یہی بات، اللہ والے سے سنئے! آدمی دنیا سے دل تو نہ لگائے، مگر دنیا کی طرف کامل توجہ رکھے، تاکہ اس کی حقیقت آشکارا ہو، چونکہ دنیا محاسن وزخارف سے مزین ہے، مگر اس کی تہہ داریوں میں کیا ہے؟ اسی کو سمجھنے کیلئے قرآن نے **تفکر فی الدنیا والآخرۃ**، دنیااورآخرت میں تفکر کا حکم فرمایا ہے، **کذالک یُبَیِّنُ اللّٰہ لَکُم الاٰیٰتِ لَعَلکُمْ تَتَفکَّرُوْن، فِی الدُّنیا والاٰخِرَۃِ**. (پ۲،البقرہ،۲۱۹،۲۲۰)

دنیااورآخرت کی حقیقت میں غور کرو، تاکہ دنیا کے محاسن میں مستور خرابی کا پتہ لگ جائے اورآخرت کے ظاہری مکارہ ومصائب میں پوشیدہ اندر کا حُسنِ دلفریب، دل ودماغ میں رچ بس جائے۔ اور اس کے نتیجہ میں، دنیا سے استغناء اور طلب آخرت کا جذبہ پیدا ہوجائے۔

## ﴿دنیا کی حَالت کیا ہے؟﴾

ایک بزرگ کا ارشاد ہے **حَلالُھَا حسابٌ وَحَرامُھَا عَذابٌ**، دنیا کی حالت یہ ہے کہ اس کا حلال کا حصہ تو حساب سے خالی نہیں، اورحرام پر عذاب ہوگا، گویا اس (دنیا) کا کوئی حصہ بھی تکلیف سے خالی نہیں۔ (دنیاوآخرت ۳۰۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے۔

دنیا کی تمام لذتیں، ماکولات، مشروبات وملبوسات اورنساء میں منحصر ہیں۔ (دنیاوآخرت ص۳۰۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دنیا کے حقیر ہونے کی مثال دیتے ہوئے

فرمایا۔اَشْرَفُ لِبَاسِ بَنی اٰدم لُعَابُ دُوْدَۃٍ وَاشرف شَرابِہٖ رَجیع نَحْلَۃٍ ۔انسان کا بہترین لباس (ریشم)،اس کائنات کے چھوٹے سے کیڑے کالُعاب ہے،اوراس کا نفیس لذت بخش مشروب (شہد) مکھی کا فضلہ ہے۔ (معارف القرآن ج۵،ص۲۶۶)

امام غزالیؒ نے فرمایا، دنیا آخرت کے مقابلے میں تو قابلِ نفرت ہے لیکن اس سے قطع نظر وہ خود اپنی حالت ذاتیہ پر نظر کر کے بھی قابلِ نفرت ہے، کیونکہ طالب دنیا کوئی راحت میں نہیں ہے۔(دنیاوآخرت ص:۳۰۲)

## ﴿دنیا کی دولت معیارِ فضیلت نہیں﴾

دنیاداروں کی ظاہری ٹیپ، ٹاپ دیکھ کر انسان حسرت کرنے لگتا ہے کہ کاش میرے پاس بھی اتنی دولت ہوتی ۔قرآن نے اس کا اظہار قارون کے سلسلے میں اس طرح فرمایا: فَخَرَجَ عَلیٰ قَوْمِہٖ فِیْ زِیْنَتِہٖ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الحَیٰوۃ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّہٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْم وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوتوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَا لِحاً وَلَا یُلَقَّھَا اِلا الصّٰبِرُوْنَ (پ۲۰،قصص،۷۹،۸۰)

پھر وہ نکلا اپنی قوم کے سامنے، اپنے ٹھاٹ سے، کہنے لگے جو لوگ طالب تھے دنیا کی زندگی کے، اے کاش! ہم کو ملا ہوتا، جیسا کچھ ملا ہے قارون کو، بیشک اس کی قسمت بڑی ہے، اور بولے جن کو ملی تھی سمجھ، اے خرابی تمہاری، اللہ کا دیا ثواب بہتر ہے ان کے واسطے جو یقین لائے اور کام کیا بھلے، اور یہ بات انہیں کے دل میں پڑتی ہے جو سمجھنے والے ہیں۔

جولوگ دولت کوفضیلت کا معیار سمجھتے ہیں، دراصل وہ اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔اسی وجہ سے کفار مکہ نے حضور پاک ﷺ کی رسالت کے سلسلہ میں کہا تھا، کہ مکہ اور طائف کے کسی بڑے مال دار کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا،تو اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ مال ودولت کی زیادتی پر کسی کو نبوت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ مال و دولت ہماری نظر میں اس قدر حقیر ہیں کہ اگر تمام لوگوں کے کافر بن جانے کا اندیشہ نہ ہوتا،تو ہم ان پر سونے اور چاندی کی بارش کر دیتے۔

قرآن کہتا ہے وَلَوْلا ان یَّکُوْنَ النَّاسُ اُمَّۃً وَاحِدَۃً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَکفُرُ بالرَّحْمٰنِ لِبُیُوتِھِمْ سُقُفاً مِّنْ فِضَّۃٍ وَّمَعَارج عَلَیھَا یَظْھَرُون، وَلبیوتھِمْ اَبْوَاباً وَّسُرُراً عَلَیْھَا یَتّکؤن، وَ زُخْرُفاً وَاِن کُلُّ ذَالِکَ لمَّا مَتَاع الحیٰوۃِ الدُّنیا، والاٰخِرَۃُ عِنْد رَبَّکَ للمتقین. (پ۲۵،زخرف،آیت۳۵)

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ہوجائیں ایک دین پر،تو ہم دیدیتے ان لوگوں کیلئے جو خدا کے منکر ہیں، ان کے گھروں کے واسطے چھت چاندی کی اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں،اوران کے گھروں کے واسطے دروازے اورتخت جن پر تکیہ لگا کر بیٹھیں سونے، چاندی کے،اور یہ سب کچھ نہیں،مگر دنیا کی زندگی کا سامان ہے کہتے ہیں کہ ''خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے'' اگر منکرین خدا کے پاس سونے، چاندی کی سیڑھیاں اور چھتیں ہوتیں، دروازے اورتخت ہوتے، مال ودولت کی بہتات ہوتی،تو ہر شخص اسی راستے پر چل پڑتا، آخرت کا تصور بھی اس کے ذہن میں نہ آتا۔

جس طرح قارون کی شان وشوکت، اس کی بود وباش، اسکی بے پناہ دولت، اس کے ٹھاٹ، باٹ کو دیکھ کر لوگوں نے کہا، کاش اس قدر مال ہم کو بھی مل جاتا، یہ تو بڑے نصیب والا ہے۔

اللہ اس قدر مال تو سب کو دیدیتا، اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں، اور نہ ہی دنیا اور متاع دنیا کی اس کے نزدیک کوئی قیمت ہے، کہ اس کے دینے میں تأمّل ہوتا۔ چنانچہ ترمذی شریف کی ایک روایت ہے۔ **لَوْ کانتِ الدُّنیا تَعْدِ لُ عِنْد اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَا سَقیٰ کافِراً مِنھا شُرْبَۃَ مَاءٍ.** (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پَرْ کے برابر بھی درجہ رکھتی، تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔

دوسرے یہ کہ وہ اگر رزق کے دروازے سب پر کھول دیتا تو زمین فساد سے بھر جاتی۔ **وَلَو بَسَطَ اللّٰہُ الرزقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الارض** اگر اللہ اپنے بندوں پر رزق کشادہ کردیتا، تو وہ زمین میں بغاوت کرجاتے، پہلی بات تو یہ کہ کوئی کسی کا محتاج نہ ہوتا، ہر شخص دوسرے سے بے نیاز ہوتا۔

دوسرے یہ کہ آپس میں اُنس ومحبت کا علاقہ مفقود ہوتا، دنیا کی حرص وہوس دوسروں کے مال وجائیداد پر قبضہ کیلئے اُکساتی، جس کے نتیجے میں فتنہ وفساد رونما ہوتے اور دنیا مصیبت کا گھر بن جاتی، اور تمدن عالم فنا ہوکر رہ جاتا۔

❖❖❖

## ﴿باغی قوموں کا تذکرہ اوران کا انجام﴾

چندقوموں کا تذکرہ جن کواللہ رب العزت نے بَسْطَةً فی الجسم والمال کی نعمت سے نوازا۔رزق کی کشادگی کے ساتھ شوکت وسطوت بھی ان کوعطا کی جس کی وجہ سے تمرد وتکبر،ظلم وتعدّی اور بغاوت وسرکشی،ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی۔ان میں سے کچھ کا ذکرقرآن نے سورہ فجر میں اس طرح فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَاد ، اِرَمَ ذَاتِ العِمَاد، اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِیْ البِلادِ ، وَثَمُوْدَ الذِّیْنَ جَابُوْا لصَّخْرَ بِالْوَادِ ، وَفِرْعَوْنَ ذِیْ الاَوْتَادِ ،الَّذِیْنَ طَغَوْا فِیْ البِلادِ ، فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الفَسَاد ، فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَاب. (پ،۳۰سورہ فجرآیت۵تا۱۳)

قوم عاد جوڈیل ، ڈول ، قدوقامت میں ستون وعمود کی طرح بے پناہ قوت وطاقت کے مالک تھی ،جن کے مثل دنیا بھر کے شہروں میں کسی کو پیدانہیں کیا گیا،اسی طرح سے قوم ثمود، وادی القریٰ میں (جوحجاز وشام کے درمیان میں واقع ہے) پہاڑوں کوتراش کر کے مکانات بنایا کرتے تھے۔اس سے ان کی قوت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اسی طرح فرعون کی سفّا کی اورظلم وبربریت جواپنی دولت وسلطنت کے نشے میں بدمست ہوکر جس کوسزا دیتا اس کے چاروں ہاتھ، پاؤں کو چار میخوں سے باندھ کرسزا دیتا تھا۔

یہ سب کچھ پرسنالٹی،خوش حالی اور طاقت کی زیادتی کا ہی تو نتیجہ تھا،انہوں

نے شہروں میں سر اٹھایا، اوران میں بہت فساد بر پا کیا۔تو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا، اور پھر انہیں سامان عبرت بنا دیا۔

## ﴿قارون کا انجام﴾

قارون، جو بقول حضرت ابن عباس موسی علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، اور توریت بھی اس کو بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ یاد تھی، مگر دنیا کی دولت ومنصب کا بیجا حریص تھا، بنی اسرائیل کی قیادت وسیادت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھی۔موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام ان کے وزیر اور شریک نبوت تھے، حسد نے اس کو موسیٰؑ کے خلاف سازش پر اُبھارا، مال ودولت نے اس میں کبر ونخوت پیدا کی، بنی اسرائیل کے ساتھ حقارت وذلت آمیز طریقے سے پیش آتا، بقول سعید بن مسیّب، قارون سرمایہ دار آدمی تھا، فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کی نگرانی پر مامور تھا۔ امارت اور عہدے کے نشے میں اس نے بنی اسرائیل کو ستایا. (قرطبی)

دولت ومنصب کے غرور میں ظلم وزیادتی، نبی وقت کے حکم سے سرتابی اور مخالفت کی گرم بازاری کی وجہ سے عذاب الٰہی میں گرفتار ہوا۔

**فَخَسَفنَا بِهٖ وِبدا رِهٖ الاَرضَ فَمَا كانَ لَهٗ مِنْ فِئةٍ يَّنْصرونَهٗ مِنْ دونِ اللّٰهِ ق وَمَا كانَ مِنَ المنتَصِرِيْن، وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْمَكَانَهٗ بالامْسِ يَقُوْلُونَ وَيْكَانَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدر ج لولَا ان مَّنَّ اللّٰه عَلَيْنَا لخَسَفَ بِنَا ط وَيْكَانَّهٗ لا يُفْلِحُ الكٰفِرُوْن .** (پ۲۰،قصص،آیت۸۱،۸۲)

پھر دھنسا دیا ہم نے اس کواوراس کے گھر کوزمین میں، پھر نہ ہوئی کوئی جماعت جواس کی مدد کرتی اللہ کے سوا، اور نہ وہ خود مدد لا سکا۔ اور صبح کے وقت کہنے لگے، جو کل شام آرزو کرتے تھے، اس کے سے درجہ کی۔ ارے خرابی! یہ تو اللہ کھول دیتا ہے روزی، جس کو چاہے اپنے بندوں میں اور تنگ کر دیتا ہے، اگر احسان نہ کرتا ہم پر اللہ: تو ہم کو بھی دھنسا دیتا۔ اے خرابی! یہ تو چھٹکارا نہیں پاتے کافر۔

آخرت کو بھول کر دنیا کے پیچھے بھاگنے والے، غور تو کریں، کہ دنیا میں ترقی کی چوٹیوں کو سر کرنے والوں، مال و دولت کے خزانوں سے گھر بھرنے والوں اور طاقت وقوت کے جنون میں اترانے والوں کا انجام کیا ہوا۔ کیا ان کی دولت وسلطنت کام آئی؟ کیا دل وجان سے محبت کرنے والے لوگ ان کو ذلت کی موت سے بچا سکے۔

## ﴿انسان کیا ہے؟﴾

ایک شخص اتراتا ہوا چل رہا تھا، یہ دیکھ کر ایک بزرگ نے اسکو نصیحت کی، میاں اکڑ کر نہیں چلتے، تواضع اختیار کرنا چاہئے۔ کہنے لگا، نہیں جانتے ہم کون ہیں؟ فرمایا جانتا ہوں، اَوَّلُکَ نُطْفَةٌ قَذِرَةٌ وَّاٰخِرُکَ جِیْفَةٌ مَذِرَةٌ وَاَنْتَ بَیْنَ ذَالِکَ تَحْمِلُ العَذِرة.

اول تو تیرا یہ ہے تو ایک ناپاک نطفہ ہے، اور انجام تیرا یہ ہے کہ ایک دن مُردار ہو جائے گا، اور درمیانی حالت تیری یہ ہے کہ ڈھیروں گندگی اٹھائے پھر رہا ہے۔

غور کریں! ناپاک خون اور گندگی ہی انسانی زندگی کا سرمایہ ہے، انہیں کے وجود

سے انسان کا وجود ہے، خالق و مالک نے ان پر کھال کا خوبصورت غلاف چڑھادیا ہے جس کی وجہ سے اس میں کشش اور شانِ محبوبیت پیدا ہوگئی، لیکن اگر کبھی کہیں سے کھال زخمی ہوکر پھٹ جاتی ہے، تو پھر آدمی کو اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں ہوتا۔

اللہ کی یہ بے مثل صنعت گری، انسان کو شکر پر ابھارتی ہے کہ اس نے اس قدر گندگی کے باوجود حسین وجمیل اور پاک وصاف بنادیا انسان ظاہر کو دیکھتا ہے، اگر باطن پر نظر کرتا تو کبھی یہ نہیں کہتا کہ ''تم جانتے نہیں میں کون ہوں''۔ انسان اپنی زندگی کو دیکھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کی انتہاء موت ہے پھر بھی غفلت کا شکار ہے۔

## ﴿کیا موت وحیات زمانے کا کھیل ہے؟﴾

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی زندگی میں مرنا اور جینا تو لگا ہی رہتا ہے۔ وقت گذرتا رہتا ہے۔ شب وروز کی گردش، بچوں کو جوان کرتی ہے، پھر اُسے بوڑھا بناتی ہے، اور پھر خود کار طریقہ پر زمانہ اس کو موت کی آغوش میں پہونچا دیتا ہے، دنیا دار لوگ اسی ظن وتخمین کا شکار ہیں، نہ ان کے سامنے آخرت ہے، نہ ہی ان کو اس کا علم ہے کہ موت وحیات کا مالک اللہ ہے، اور موت کے بعد اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ ان کا گمان تو بس یہ ہے کہ دنیا کی زندگی بس یہی زندگی ہے، اس کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ اِنْ هُـوَ الَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْن ، اسی خیالی دنیا کو حقیقی سمجھ کر انہوں نے خواہشات کو اپنا معبود بنالیا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

اَفَـرَأَيْـتَ مَـنِ اتَّخَذَ اِلٰهَه هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰه عَلٰى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَة ؕ فَمَنْ يَهْدِيْهِ مِنْ بَعْد اللّٰهِ ؕ اَفَلا تَذَكَّرُوْن ،

وَقَالُوْا مَاهِیَ الَّا حَیٰوتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُهْلِکُنَا الَّا الدَّهْرُ ج وَمَا لَهُمْ بِذَالِکَ مِنْ عِلْم ج ان هُمْ الَّا یَظُنُّون. (پ۲۵،الجاثیہ،آیت۲۳،۲۴)

بھلا تو دیکھ! جس نے ٹھہرالیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو اور راہ سے بچلا دیا اس کو اللہ نے علم کے باوجود، اور مہر لگادی اس کے کان پر اور دل پر، سو کیا تم غور نہیں کرتے، اور کہتے ہیں کچھ نہیں، بس یہی ہے جینا دنیا کا، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم جو مرتے ہیں، سو زمانے سے، اور ان کو کچھ خبر نہیں اس کی محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

قرآن نے پہلے انسان کے اسی خیالی مفروضہ کو بیان کیا۔ پھر اس کے وجود کی ابتدائی کیفیت کو آشکارا کرتے ہوئے، غور وفکر کی اس طرح دعوت دی۔

وَیَقُول الانْسَانُ ءَ اِذا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخرَجُ حیّاً، اَولا یذکرُ الانسانُ اَنَّا خَلَقْنَاه مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَکُ شیئاً. (پ۱۶،مریم،آیت۶۶،۶۷)

اور کہتا ہے آدمی، کیا جب میں مرجاؤں گا تو پھر نکلوں گا زندہ ہوکر، کیا یاد نہیں رکھتا آدمی کہ ہم نے اس کو بنایا پہلے سے اور وہ کچھ چیز نہ تھا۔

ہم نہ تھے کل کی بات ہے فانی
کل نہ ہوں گے وہ دن بھی دور نہیں

انسان کو چاہئے کہ وہ غور کرے، اپنی ذات میں، نظام کائنات میں، اس کے وجود وعدم میں، دن ورات کے آنے جانے میں اور اس کے مستحکم اور غیر متبدل نظام میں، تو بلاشبہ اسکو یہ یقین حاصل ہوجائے گا، کہ کائنات کے سارے نظام کی باگ، ڈور خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے دستِ قدرت میں ہے، وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ

اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمَاتِ الاَرْضِ وَلَا رَطَبٍ وَلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ (پ۷،انعام آیت۵۹). اورنہیں جھڑتا کوئی پتہ مگروہ جانتا ہے،اورنہیں گرتا کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اورنہ کوئی ہری چیز اورنہ کوئی سوکھی چیز،مگروہ سب کتاب مبین میں ہے۔ ،اَلَا لَهُ الخَلْقُ وَالاَمْرُ ، تبارک اللّٰه اَحْسَن الخَالِقِیْن (اعراف،آیت۵۴)۔

**سنو!** اسی کا کام پیدا کرنا اورحکم فرمانا ہے، بڑی برکت والا ہے،اللہ جورب ہے، سارے جہان کا۔

نظامِ کائنات، وجوداشیاء،تصرفات وتغیرات،موت وحیات،سب کچھ اسی کے قبضۂ وتصرف میں ہیں۔کب کیا حالات رونما ہوں گے،کسی کونہیں معلوم،اسلئے دنیا کی فراخی اورکشادگی پرفخر وناز نہ کرے اورنہ ہی دنیا کی نعمتوں اورنیرنگیوں میں اس قدر کھو جائے کہ مالک حقیقی کو بھول جائے اورآخرت کا تصور بھی دل ودماغ سے محوہوجائے ، حالانکہ فانی دنیا کی تمام ترنعمتیں اورزینتیں جوحاصل ہیں وہ ایک آزمائش ہیں اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلیٰ الارض زِیْنَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً (پ۱۵کہف،آیت۶)

ہم نے بنایا جو کچھ زمین پر ہے،اس کی رونق،تاکہ جانچیں لوگوں کو،کہ کون ان میں اچھا کام کرتا ہے۔

انسان جب ارضی دنیا کی زینت ورونق، مال ودولت کی کثرت اورناپائیدار دنیا کی منفعت کو حاصل زندگی خیال کرلیتا ہے، تو دنیا سے محبت اور اس سے اشتغال وانہماک، دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے،اس کے نتیجہ میں ہر بُرا عمل اس کا مقدر بن جاتا ہے۔شاعر کہتا ہے:

اے پسر از آخرت غافل مباش ☆ بامتاعِ ایں جہاں خوش دل مباش
در بلیّات جہاں صبّار باش ☆ گاہ نعمت شاکرو جبّار باش

صاحبزادے فکر آخرت سے غفلت میں نہ رہ، اس جہان کے سامانِ زینت سے دل بستگی نہ کر، دنیا کے سرد وگرم پر راضی برضا رہ، اور ہمیشہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہ۔

## ﴿دنیا کی محبت ہر بُرائی کی جڑ ہے﴾

حضور پاک ﷺ کا ارشادگرامی ہے حُبُّ الدُّنیَا رَاسُ کلِّ خَطِیئَۃٍ (کنزالعمال: ۶۱۱۴ مشکوٰۃ شریف: ۲۵۱۳)۔ دنیا سے محبت تو بلاشبہ انسانی فطرت میں داخل ہے اور یہ مذموم بھی نہیں، اس کی حکمت بیان ہوچکی، ہاں اس کے تقاضوں پر عمل کرنا البتہ مذموم ہے، یہ اس لئے کہ دنیا سے محبت کا تقاضا بالعموم دینی کاموں کے اہتمام سے دور کردیتا ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا، دنیا کی محبت ہر بُرائی کی جڑ ہے۔

اب رہا سوال یہ کہ حُبّ دنیا کو تمام بُرائی کی اصل کیوں کہا گیا، دیکھئے! ایک شخص نماز نہیں پڑھتا تو اس کو حبّ دنیا سے کیا تعلق؟ ایک شخص کو دنیا سے بھی محبت ہو اور نماز بھی پڑھتا ہو، روزہ بھی رکھتا ہو، تو پھر حبّ دنیا کو تمام خطاؤں کی اصل کہنے کا کیا مطلب؟

لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی، کہ جس کے دل میں دنیا کی محبت ہوگی، اس کے دل میں آخرت کا اہتمام نہ ہوگا، نہ وہ برائیوں سے

بچے گا، جولوگ جرائم میں ملوث ہوتے ہیں، ان کے پیش نظر آخرت نہیں ہوتی، اگر آخرت کا تصور ذہن میں ہوگا تو برائی کا صدور ہی نہ ہوگا۔

مثال کے طور پر جس شخص کو مال سے محبت ہوگی، اس کے نزدیک مال ہی سب سے اہم ہوگا، اس کے علاوہ چیزوں سے بھی اس کو محبت ہے، مگر وہ ساری محبتیں مال پر قربان ہیں، اس بات کو سمجھانے کے لئے مولانا روم نے مثنوی میں ایک حکایت لکھا۔

## ﴿حکایت﴾

ایک شخص سفر میں چلا جارہا تھا، راستہ میں دیکھا کہ ایک کتا پڑا سسک رہا ہے، اور ایک آدمی اس کے پاس بیٹھا رورہا ہے، مسافر نے اس شخص سے رونے کا سبب پوچھا اس نے کہا یہ کتا میرا بہت بڑا رفیق تھا، آج یہ مررہا ہے، میں اس کے غم میں رورہا ہوں، پوچھا: اس کو کیا بیماری ہے کہا صرف فاقہ، یہ سن کر مسافر کو اس کی اور کتے کی حالت پر رحم آیا، قریب ہی ایک بورا بھرا ہوا تھا، مسافر نے کہا، میاں، اس میں کیا چیز ہے؟ اس نے کہا اس میں روٹیاں بھری رکھی ہیں۔ مسافر نے کہا، ظالم! کتے کے مرنے پر بیٹھا رورہا ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ اس بوری میں سے ایک روٹی نکال کر اس کو دیدے، کہنے لگا: جناب: مجھے اس قدر محبت نہیں ہے کہ اس کے لئے روٹیاں بھی خرچ کرنے لگوں، روٹیوں کے دام لگے ہیں، اور آنسو مفت کے ہیں۔

معلوم ہوا کہ دنیا سے محبت کے درجات مختلف ہیں، کتے سے بھی محبت ہے وہ

اس کا رفیق بھی ہے، اس کو مرتے دیکھ کر سسک بھی رہا ہے، مگر روٹی کی محبت اس پر غالب ہے۔

اسی طرح ایمان کے درجات بھی جدا جدا ہیں ۔ (۱) ایک درجہ تو صرف تصدیق ہے جب فکرِ آخرت اور ایمان اس درجہ میں ہو تو ایمان اور معاصی ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں، یہ نفس تصدیق جہنم کے عذاب دائمی سے بچنے کا سبب ہو سکتی ہے مگر پوری نجات کا سبب نہیں بن سکتی۔

دوسرا درجہ ایمان کا، وہ کامل تصدیق ہے، جس پر کامل اثر مرتب ہو، یہ درجہ ایمان کا معاصی کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا، جس شخص کو یہ مرتبہ حاصل ہو، اس سے گناہِ کبیرہ سرزد نہیں ہوسکتا، کیونکہ ایمانِ کامل ہر ہر قدم پر اس کو نافرمانی سے باز رکھے گا۔

اسی طرح جب حُبّ دنیا کامل درجہ کی ہوگی تو دین سے بےفکری بھی اسی درجہ کی ہوگی۔ اگر دنیا سے محبت کم درجہ کی ہوگی، تو دین سے بےفکری بھی کم درجہ کی ہوگی۔ مگر ہوگی ضرور۔ تو معلوم ہوا کہ دنیا سے محبت ہی ہر بیماری اور ہر گناہ کی جڑ ہے، دنیا سے محبت تو طبعی امر ہے، مطلق دنیا کی زندگی پر راضی ہونا تو معصیت و مذموم نہیں، کیونکہ دنیا کی زندگی سے کون ایسا ہے جو راضی نہیں؟ البتہ دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو جانا اور اسی میں جی لگا کر بیٹھ جانا یہ مذموم ہے، کیونکہ جب دنیا دل کی قرارگاہ بن جائے گی تو آخرت سے بےفکری ہو جائے گی اور جب آخرت سے بےفکری ہوگی، تو کسی بھی گناہ کے ارتکاب سے کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔

❖❖❖

## ﴿دنیا سے محبت آخرت سے وحشت﴾

بادشاہ وقت سلیمان بن عبدالملک نے ابوحازم سے پوچھا: اے ابوحازم! یہ کیا بات ہے کہ ہم موت سے گھبراتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی آخرت کو ویران اور دنیا کو آباد کرلیا ہے، اسلئے آبادی سے ویرانہ میں جانا پسند نہیں۔ سلیمان نے جب دریافت کیا کہ ہمارے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ابوحازم نے فرمایا، مجھے اس سوال سے معاف رکھئے تو بہتر ہے، سلیمان نے کہا نہیں آپ کوئی ضرور نصیحت کا کلمہ کہیں۔

ابوحازم نے فرمایا: اے امیر المومنین! آپ کے آباء واجداد نے بزور شمشیر لوگوں پر تسلط کیا، اور زبردستی ان کی مرضی کے خلاف ان پر حکومت قائم کی، اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا، اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے، کاش! آپ کو معلوم ہوتا کہ اب وہ مرنے کے بعد کیا کہتے ہیں، اوران کو کیا کہا جاتا ہے۔

حاشیہ نشینوں میں سے ایک شخص نے، بادشاہ کے مزاج کے خلاف، ابوحازم کی اس صاف گوئی کو سن کر کہا کہ ابوحازم، تم نے یہ بہت بُری بات کہی۔

ابوحازم نے فرمایا، تم غلط کہتے ہو، بُری بات نہیں کہی، بلکہ وہ بات کہی، جس کا ہم کو حکم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء سے اس کا عہد لیا ہے کہ حق بات لوگوں کو بتلائیں گے چھپائیں گے نہیں وَاِذْاَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ. (پ۴، آل عمران ۱۸۷) یہی وہ بات ہے، جس کے لئے یہ طویل

حکایت امام قرطبی نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں درج کی ہے۔ (تفصیل کیلئے معارف القرآن، ج۱،ص۸،۲۰۷ دیکھئے)۔

مگرافسوس! آج بالعموم علماء کی جماعت اپنی اس ذمہ داری اور عہد کو بھول گئی، تملّق اپنا شعار بنالیا، مصلحت کی چادر اوڑھ لی، حق بات نہ کہنے کی جیسے قسم کھالی، حُبّ جاہ اور منصب کو قابلِ قدر سمجھ لیا، اسی کی وجہ سے علمی درسگاہوں مذہبی اداروں اور ملی تنظیموں کے درمیان جھگڑے اور ہنگامے شروع ہوگئے۔ واا سفاہ! دولت وشہرت اور نام ونمود کیلئے جھوٹ اور فریب کا سہارا لیا جانے لگا، نام نامی، اسم گرامی کے ساتھ بہ قلم خود بے شمار عہدے اخبار کی زینت بننے لگے، حتی کہ مکروہات وبدعات بھی عارضی شہرت کیلئے کی جانے لگیں اور یہ سب کچھ حبّ جاہ اور حرص مال کے نتیجے میں ہونے لگا۔

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں، یوں تو دنیا کے بہت سے شعبے ہیں، مگر دو شعبے سب سے بڑے ہیں، مال اور جاہ۔ مال اور جاہ کو حاصل کرنے کیلئے اکثر لوگ معصیت سے نہیں بچتے، آخرت کو برباد کر لیتے ہیں، اور اگر یہ حضرت مولوی ہیں تو وہ معصیت کو طاعت اور دنیا کو دین بنانے کی کوشش کریں گے۔

افتخار اور ناموری کیلئے تو اپنے مال کا خرچ کرنا بھی حرام ہے، اور دوسروں کے مال سے نام کرنا تو اور اشد ہے۔ چنانچہ یہ کاروبار آج خوب عروج پر ہے، شہرت کی بہاریں اسی کے دم سے قائم ہیں۔ کیونکہ یہ بھی ایک دنیا ہے، اور دنیا کی زندگی ہر شخص کو محبوب ہے۔ دنیا سے محبت، انسان کی فطرت ہے، اور اس میں خالق کائنات کی بڑی حکمت ہے، اسلئے کہ دنیا ہی آخرت کی کھیتی ہے، ''الدُّنیَا مزرعة الاٰخرة'' یہ حدیث بہت مشہور ہے۔ لیکن ملا علی قاری نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے، اور

علامہ سخاوی سے منقول ہے کہ میں اس پر مطلع نہیں ہوا، البتہ ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ اس کا معنی صحیح ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمان مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الاٰخِرَةِ نزِدْلَه فِي حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نوتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِي الاٰخِرةِ مِنْ نَصِيْب. (پ۲۵،شوریٰ،آیت۲۰) سے ماخوذ ہے۔

جوکوئی چاہتا ہوآخرت کی کھیتی، زیادہ کریں ہم اس کے واسطے اس کی کھیتی، اور جوکوئی چاہتا ہو دنیا کی کھیتی، اسکو دیویں ہم کچھ اس میں سے، اوراس کے لئے نہیں ہے آخرت میں کچھ حصہ۔

## ﴿آخرت کی کھیتی﴾

آخرت کی کھیتی کیا ہے؟ ''اعمال صالحہ''۔اس کا پھل کیا ہے؟ ''ثواب''۔اور اس میں ترقی اورزیادتی کیا ہے؟ ''ثواب مضاعف''۔جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا، بلکہ یہ بھی کہا گیا وَاللّٰه يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ.

اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو، اوراس کی جدوجہد، اس کے عمل کا مقصد صرف متاعِ دنیا ہو، آخرت کیلئے کوئی کوشش نہ ہوتو جو کچھ بھی اس کے لئے بدلہ ہے، وہ اس دنیا میں ہی ملے گا، آخرت میں اس کے لئے کچھ حصہ نہیں، کیونکہ اس کے لئے ایمان شرط ہے۔اور جن میں ایمان نہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

بشرطِ ایمان، دنیا ہی آخرت کی کھیتی ہے، اس لئے دنیا سے محبت بقدرضرورت بھی ضروری ہے۔مگر یہ ذہن میں رہے کہ دنیا کی محبت آخرت کی محبت پر غالب نہ ہو اوراس کے ہرعمل میں آخرت کی محبت کا عنصر شامل اورکامل ہو، ارشاد خداوندی ہے

وَابْتَغِ فِيْمَا اٰتٰکَ اللّٰهُ الدَّارَ الاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَکَ مِنَ الدُّنيا وَاحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰه اِلَيْکَ وَ لَا تبغ الفَسَادَ فِی الاَرْضِ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْن. (پ۲۰،اَلْقَصَص،ایت۷۷)۔

اور جو کچھ تجھ کو اللہ نے دے رکھا ہے، اس میں آخرت کی بھی جستجو کیا کر، اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لیجانیکے لئے) فراموش مت کر، اور جس طرح خدا نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کیا کر، اور (خدا کی نافرمانی اور حقوقِ واجبہ ضائع کر کے) دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو، بیشک اللہ تعالیٰ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا۔

یہ دنیا ہی آخرت کی جستجو کا مقام ہے، آخرت کے تمام تر درجات کا حصول اسی دنیا پر موقوف ہے۔ کیونکہ دنیا ہی دارالعمل ہے، اس لئے اوّلاً غفلت میں پڑ کر قیمتی وقت کو ضائع نہ کیا جائے۔

وقت اس قدر بیش قیمت ہے کہ جب عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کیلئے آجائیں گے، اگر اس وقت کوئی تھوڑی سی مہلت کیلئے پوری سلطنت بھی دینے کو تیار ہو جائے، تو بھی ایک منٹ کی مہلت نہ ملے گی۔

اِذا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَلا يَسْتَقْدِمُوْن. (سورہ یونس۴۹) جب ان کا وہ وقت آپہونچے تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں۔

ثانیاً: اس فانی اور ناپائیدار دنیا کی لذتوں کو زندگی کا حاصل نہ سمجھے، بلکہ دنیا سے آخرت کمانے میں لگ جائے۔ درحقیقت دنیا اور دنیا کی زندگی کا اصل مقصد یہی ہے۔

# ﴿عالم آخرت﴾

عالم آخرت کیا ہے؟ موت کے بعد کی دنیا عالم آخرت ہے، عالم برزخ، عالمِ نشر، عالمِ حشر، پھر جنت یا جہنم کی آخری دائمی زندگی۔

اُخروی زندگی کی کامیابی وکامرانی، ایمان اورعمل صالح پر موقوف ہے، اور یہی دنیا کی حیاتِ مستعار کا خلاصہ ہے۔

**وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ج وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ.** (پ۲۰،القصص،آیت۶۰)۔

اور جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا وہ محض (چندروزہ) دنیا کی زندگی کے برتنے کیلئے ہے اور یہیں کی (زیب و) زینت ہے (کہ خاتمہ عمر کے ساتھ اسکا بھی خاتمہ ہوجائیگا) اور جو (اجروثواب) اللہ کے ہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر اور زیادہ (اور ہمیشہ) باقی رہنے والا ہے، کیا تم لوگ (اس فرق کو) نہیں سمجھتے۔

قرآن نے ایمان اورعمل صالح کا تذکرہ اوراس پر مرتب ہونے والی اُخروی دائمی نعمتوں کا ذکر مختلف انداز سے جگہ جگہ فرمایا۔ کہیں پر جنت کی بہاروں اورنعمتوں کا ذکر، تاکہ اچھے عمل کا شوق پیدا ہوجائے کہیں پر جہنم کے دلدوز، جگرسوز، روح فرسا مناظر کا تذکرہ تاکہ جہنم کا خوف پیدا ہوجائے اورانسان اپنے آپ کو معاصی کے ارتکاب سے بچالے، مگر انسان دنیا کی لذت میں اس قدر منہمک ہے کہ انہیں لذتوں کو سب کچھ سمجھ رہا ہے، یہی نہیں بلکہ اس کا یہ بھی خیال ہے کہ اس کے سوا نہ کوئی اور دنیا

ہے، نہ اور کوئی لذتیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کیڑا پتھر میں رہ کر یہ سمجھتا ہے کہ آسمان وزمین جو کچھ ہے، سب اسی پتھر کے اندر ہے۔

چوں آں کِرَ مے کہ درسنگِ نہاں است

زمین وآسماں دروے ہماں است

''پتھر کے اندر جو کیڑا ہے وہی اس کے لئے زمین وآسمان ہے انسان جس ماحول اور جس دائرے میں زندگی گذارتا ہے، کبھی کبھی اس قدر خوش گمانی میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس سے بہتر زندگی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

## ﴿ایک بدوی کا قصہ﴾

حضرت تھانویؒ نے مثنوی سے ایک بدوی کا قصہ لکھا ہے'' کہ اس کے یہاں فاقہ اور تنگ دستی تھی، اس کی بیوی نے کہا کہ تو بغداد کے خلیفہ کے پاس کیوں نہیں جاتا، جس کی سخاوت کا دنیا میں شوروغل ہے، کیا عجب ہے کہ اس کی ایک نظر سے ہماری تنگ دستی مٹ جائے، مرد نے کہا تو نے اچھا مشورہ دیا، مگر بادشاہوں کے دربار کے لائق کوئی تحفہ بھی تو ہونا چاہئے، بیوی نے کہا آج کل کئی برس قحط کے سبب اطراف میں کہیں پانی نہیں مل رہا ہے، مگر ہمارے تالاب میں کچھ پانی ہے وہ عجب چیز ہے، اس سے بڑھ کر بادشاہ کیلئے کیا تحفہ ہوگا، بدوی نے کہا، واقعی سچ ہے، اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں، بادشاہ کو ایسا پانی نصیب نہ ہوا ہوگا۔

چنانچہ ایک گھڑے میں تالاب سے پانی بھر کر چلا اور بغداد کا رخ کیا، اور راستہ

بھر رَبِّ سَلِّمْ کا ورد کرتا رہا کہ خدا کرے یہ گھڑا صحیح سالم پہونچ جائے، خدا خدا کر کے گھڑا بغداد تک پہونچا، اور خلیفہ کے محل تک پہونچ کر اس نے نقیبوں سے کہا کہ میں خلیفہ کے لئے ایک نایاب تحفہ لایا ہوں اور اس سے ملنا چاہتا ہوں، نقیبوں نے فوراً خلیفہ کو اطلاع دی، وہاں سے حکم ہوا کہ بدوی کو دربار میں حاضر کیا جائے، یہ دربار میں گھڑا سر پر رکھے ہوئے پہونچا، خلیفہ نے پوچھا یَا وَجْهَ العَرَبِ مَا عِنْدَکَ، اے معزز عربی: تیرے پاس کیا تحفہ ہے؟ آپ نے یہ سنتے ہی اسکو تخت پر جا دھرا اور کہا هٰذا مَاءُ الجنَّةِ یہ جنت کا پانی ہے۔

خلیفہ نے جو گھڑے کا منہ کھولا، تو تمام دربار سڑ گیا، کیونکہ کئی دن سے گھڑا بند تھا، اس میں گرمی کی وجہ سے تعفن پیدا ہو گیا تھا، مگر اللہ رے حوصلہ اور کرم، کہ خلیفہ کے چہرے سے ذرا بھی ناگواری ظاہر نہ ہوئی، پھر درباریوں کی کیا مجال تھی جو کوئی ناک منہ چڑھاتا، خلیفہ نے بدوی کا بہت شکریہ ادا کیا، اور کہا واقعی تم میرے لئے عجیب تحفہ لائے ہو کہ اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں ہوسکتا، اس کے بعد اسکو مہمان خانہ میں بھیج دیا، اور چند روز مہمان رکھ کر خِلْعَتْ عطا کیا اور حکم دیا کہ اس کے گھڑے کو اشرفیوں سے بھر کر واپس کر دیا جائے اور واپسی میں اس کو دجلہ کے پاس سے نکالا جائے، تاکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ خلیفہ کو اس تحفہ کی ضرورت نہ تھی، خود اس کے محل کے نیچے سے ایسا صاف، شفاف شیریں چشمہ بہہ رہا ہے۔

روبر و سلطان کاروبار بیں
حُسنِ تجریٔ تحتها الانهار بیں

بادشاہ کے پاس جاؤاور کاروبار دیکھو، عمدہ باغ اوراس کے نیچے نہریں جاری دیکھو، جس وقت وہ بدوی اشرفیوں سے بھرا گھڑا لے کر دجلہ کے پاس سے گذرا ہے تو اسکی حالت یہ تھی کہ زمین میں گڑا جاتا تھا، کہ اللہ اکبر! خلیفہ نے جو کچھ میرے ہدیہ کی قدر کی یہ محض اس کا کرم تھا، اور اسکے صلہ میں جو خلعت وانعام اس نے مجھے دیا ہے یہ فَاُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہ سَیِّئٰاتِھِمْ حَسَنَات (الفرقان۔۷) کی ایک مثال ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گذشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا۔ (دنیاوآخرت ۳۶،۴۳۵)۔

دیکھا آپ نے بدوی کی خوش فہمی اور اسکے خیالات کو، لیکن جب اس نے دریائے دجلہ دیکھا تو ندامت سے سر جھکالیا، ایسا ہی ہمارا حال ہے، کہ ہم جس دنیا میں رہتے، بستے ہیں اسی کوسب کچھ سمجھتے ہیں، چونکہ آخرت کی حقیقت سے ناآشنا ہیں، جب وہاں کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو ندامت کی وجہ سے دنیا کی نعمتوں کو نعمت کہتے ہوئے بھی شرم آئے گی۔

## ﴿واقفیت نہ ہوتو قدر نہیں ہوتی﴾

ایک نوجوان تھا، اس کا کاروبار بہت اچھا تھا اس نے ایک کوٹھی بنانے کا ارادہ کیا، اسی دوران اس کے پاس ایک بوڑھا آیا، اور کہنے لگا، میں بہت ہی بے سہارا ہوں، میرے پاس کوئی ذریعہ آمدنی نہیں، نہ گھر ہے نہ در ہے۔آپ مجھے سر چھپانے کی جگہ دیدیں، میں چوکیدار بن کر آپ کے گھر کی حفاظت کروں گا، نوجوان نے بوڑھے کو چوکیدار کی حیثیت سے رکھ لیا۔

وقت گذرتا رہا، ایک دن بڑے میاں سے کوئی ایسی بھول ہوگئی کہ نوجوان آپے سے باہر ہوگیا، کچھ نوجوان کی طبیعت بھی تیز تھی، غصہ پر قابو نہ پاسکا، بوڑھے کا سامان اٹھا کر باہر پھینک دیا، اور بولا دفع ہوجاؤ میں تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔

بوڑھے کے دل پر ایک چوٹ لگی، نوجوان کے برتاؤ اور اپنی بے بسی پر اُسے رونا آگیا، آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، چلتے ہوئے فریادی لہجہ میں اس نے اتنا کہا، ویسے میں پہلے ایسا نہیں تھا، جس حالت میں اللہ نے مجھے اب پہونچادیا، جب نوجوان نے یہ بات سنی تو اس نے بوڑھے سے پوچھا کہ تمہاری حالت پہلے کیا تھی؟ اس نے کہا کہ جب ملک تقسیم ہوا تو میں اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے یہاں آیا، شومئ قسمت کہ خاندان سے بچھڑ گیا، اور میں اکیلا در بدر کی ٹھوکریں کھاتا رہا یہانتک کہ بوڑھا ہوگیا۔

نوجوان نے اس کا نام پوچھا، جب بوڑھے نے اپنا نام بتایا تو نوجوان کو اس وقت معلوم ہوا کہ یہ تو میرا ماموں ہے، جس کی یاد میں میری ماں سارا دن روتی رہتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ میرا جوان بھائی مجھ سے بچھڑ گیا، اب پتہ نہیں وہ کہاں ہوگا، کیسے ہوگا، یہی سوچ، سوچ کر وہ روتی رہتی یہاں تک کہ وہ اللہ کو پیاری ہوگئی، جب نوجوان پر حقیقت آشکارا ہوگئی تو اس نے کہا ماموں یہ تو آپ کا اپنا گھر ہے، آئیں اور یہیں رہیں، ناواقفیت کی وجہ سے جو غلطی مجھ سے ہوگئی ہے اُسے معاف فرمادیں۔ دیکھئے! نوجوان چند لمحے پہلے اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا تھا، اب معافی مانگ رہا ہے کیونکہ پہلے وہ نہیں جانتا تھا۔ اب جان چکا ہے، تو قدر کررہا ہے۔ معلوم ہوا کہ آدمی جب کسی چیز

سے واقف نہیں ہوتا تو ناقدری کرتا ہے اور جب جان لیتا ہے تو قدر کرتا ہے۔

اسی طرح جب انسان اپنے رب کو نہیں پہچانتا تو وہ اپنے رب کی بھی قدر نہیں کرتا خود اللہ رب العزت نے فرمایا وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسی قدر کرنی چاہئے تھی۔ یہ اس لئے کہ وہ خالقِ کائنات کو معبود حقیقی سمجھنے سے قاصر تھے۔

## ﴿جب واقف ہو جاتا ہے تو قدر کرتا ہے﴾

ہارون رشید کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ بھیس بدل کر شکار کھیلنے کیلئے نکلا اتفاق سے وہ اپنے قافلے سے بچھڑ گیا، تھکا ہوا تھا اور اُسے پیاس بھی لگی ہوئی تھی اُسے ایک جھونپڑی نظر آئی وہ وہاں گیا، اور کہنے لگا، مجھے پینے کیلئے پانی چاہئے، گھر میں ایک نوجوان لڑکی تھی، اس نے چہرے مہرے سے اندازہ لگالیا کہ یہ وقت کا بادشاہ ہے، لڑکی نے درخت سے انار توڑا، جوس نکالا اور پھر اسکو کپڑے سے چھان کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا، بادشاہ سب کچھ غور سے دیکھتا رہا، اس نے لڑکی سے پوچھا کہ تم نے یہ جوس چھان کر کیوں دیا، وہ کہنے لگی، امیر المومنین! میں نے ایسا اس لئے کیا تاکہ کوئی تنکا وغیرہ آپ کے منہ میں نہ چلا جائے۔ بادشاہ یہ جواب سن کر بہت حیران ہوا کہ اس نے بغیر بتائے یہ سمجھ لیا کہ میں بادشاہ ہوں، وہ اس بات پر اتنا خوش ہوا کہ اسنے گھر آ کر اس لڑکی کیلئے نکاح کا پیغام بھیجا اور اس کو اپنی ملکہ بنالیا۔

لڑکی نے بادشاہ کو پہچان لیا تو اس کی قدر کی اور اس قدر دانی کے نتیجہ میں اسکو وہ

عزت ملی جس کا وہ تصور بھی نہ کرسکتی تھی، اسی طرح جب ہمیں اللہ رب العزت کی پہچان نصیب ہوجائے گی، تو دل میں اس کی عظمت آجائے گی پھر اس کے حکموں کے مطابق زندگی گذارنا آسان ہوجائے گا، اے کاش یہ سعادت ہم سب کا مقدر بن جائے۔

## ﴿حضرت ابوبکر کو صدیقیت کا مقام﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو اس وقت پہچانا، جب لوگ نہ آپ کو پہچانتے تھے، اور نہ پہچاننے کی کوشش کررہے تھے، بلکہ ہٹ دھرمی میں آپ کی تکذیب کررہے تھے، اس وقت اللہ نے ابوبکر کے سینے کو معرفت کیلئے کھول دیا۔

سچ ہے کہ جب معرفت آتی ہے تو دل میں قدر اور محبت آتی ہے، اس معرفت کے نتیجے میں ابوبکر صدیق نے سب سے پہلے ایمان لاکر آپ کے رسول اللہ ہونے کی تصدیق کی اس قدر شناسی پر آپ کو مقام صدیقیت ملا۔

معرفت، شئی کی شناخت کا نام ہے، اور جب پہچان ہوتی ہے تو کہیں یہ تَرَىٰ اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الحَق (المائدہ، آیت ۸۳)۔

(تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں، اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان لیا حق بات کو) کا منظر ہوتا ہے۔ کہیں فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ کا لفظ دل کی ترجمانی کرتا ہے۔ اور کبھی عظمت حق کی بارگاہ میں محبت یہ کہتی ہے۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اور پھر اسی تسلیم ورضا پر اللہ کی طرف سے فوز وفلاح اور جنت کے فیصلے ہوتے

ہیں، دنیا میں عظمت ورفعت کی بلندیاں قدمبوسی کرتی ہیں، اورآخرت میں وہ مقام ومرتبہ عطا ہوتا ہے، جس کا دنیا کی زندگی میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

## ﴿دنیا سے آخرت کا سفر﴾

حیات وموت کے بعد، انسان کی آخری منزل کیا ہے؟ اور دنیا کی حیات مستعار کا خلاصہ کیا ہے؟ بس یہی کہ ایک دن سب کچھ چھوڑ کر آخرت کیلئے رخت سفر باندھ لینا ہے۔ جس کی آخری منزل جنت ہے یا جہنم

جنت میں پہونچ جانا بڑی کامیابی ہے، اور جہنم میں ڈال دیا جانا بے انتہاء پریشانی، فاطر السمٰوٰت والارض، اپنے بندوں پر بے حد رحیم وکریم ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے میرے احکام پر عمل پیرا ہوکر جنت کی لازوال اور لافانی نعمتوں کے حق دار بن جائیں اور جہنم کے خوفناک اور لرزہ خیز عذاب سے بچ جائیں۔

اس لئے رب العزت نے قرآن پاک میں بار بار جنت کا مختلف انداز سے ذکر فرمایا، اور جنت کے انتہائی حسین، پاکیزہ، خوبصورت اور دل ودماغ کو موہ لینے والے مناظر کی اس طرح عکس بندی فرمائی، کہ انسان کے دل میں جنت کا شوق انگڑائیاں لینے لگے اور وہ جنت کے حصول کی فکر میں شب وروز کو اعمال صالحہ سے آباد کرلے اور مناجات سحر گاہی سے خود کو شادکام کرلے۔

پھر جنت کے ساتھ جہنم کی ہولناکی کو اس طرح بیان کیا، کہ انسان، خوف کی کیفیت سے دوچار ہوکر اپنے آپ کو ہر اس مجرمانہ عمل سے بچالے، جو اسکو جہنم میں

لے جانے والے ہوں۔

بلاشبہ شوق اورخوف دوایسی مؤثر قوتیں ہیں کہ جب یہ سرگرم اورمتحرک ہوتی ہیں،توکسی بھی کام کوکرنے یااس سے باز رہنے میں اہم کردارادا کرتی ہیں،اسی لئے کتاب کے آخر میں،آخرت کے انجام کی طرف متوجہ کرنے کیلئے تشویق اورتخویف کے پیرایہ میں جنت اورجہنم کے مناظرکو بالاختصاررقم کیا گیا ہے،کیا پتہ یہ کج مج نقوش کسی کیلئے جنت کی تشویق اورجہنم سے تخویف کا سبب بن جائیں، جنت کی طلب اورجہنم سے نجات،اس کی آخری خواہش ہوجائے۔

اورایسا ہوتا بھی آیا ہے،کہ انسان کی زندگی،کبھی وقت کی چیرہ دستی،حالات کی بے رحمی،آفات ومصائب کی ہولناکی،یا کسی دل خراش واقعہ یا حادثہ کے سبب،یا بزرگوں کے ناصحانہ کلمات،یااللہ والوں کی توجہات سے اس طرح اثرپذیرہوجاتی ہے کہ اس کی عملی زندگی کا سانچہ،اس کی آزادفکر کا خاکہ اوراسکے جینے کا زاویہ بدل جاتا ہے،اس واقعہ کودیکھئے: کہ جنت پرمشتمل چندآیتوں کے سوزنے کس طرح ایک عیاش اوردین سے بیزارشخص کو جنت کا طلبگار بنادیا۔

## ﴿جنت کی فکرنے سب سے بے نیاز کردیا﴾

محمد بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ بنی اُمیہ میں موسیٰ بن محمد سلیمان ہاشمی سب سے زیادہ عیاش اور بےفکرشخص تھا،رات،دن،کھانے پینے،پہننے اورخوبصورت لونڈیوں کے ساتھ مشغول ہونے،اورآرام طلبی،تن پروری کے سوا کوئی دین ودنیا کا کام نہیں کرتا

تھاحسنِ صورت بھی خالق نے اس درجہ عطافرمایا تھا، کہ دیکھنے والا بے اختیار سُبحَانَ اللّٰہ کہہ اٹھتا تھا، چہرہ ماہ کامل کی طرح روشن، ہرطرح کی دنیاوی نعمت سے آسودہ، سال بھر کی آمدنی تین لاکھ تین ہزار دینار، جوآج کے لحاظ سے اربوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے، ان سب کو اپنے عیش وعشرت میں اُڑادیتا تھا، اس نے ایک بہت بلند وبالا، بالاخانہ اپنے رہنے کیلئے بنارکھا تھا، اس کے دونوں طرف دریچے تھے، ایک طرف کے دریچے شارع عام کی طرف کھلتے تھے، جس سے شام کے وقت آنے جانے والوں کا نظارہ کرتا، اور دوسری طرف کے دریچے چمنستان میں تھے، اس طرف بیٹھ کر گل ولالہ سے دل بہلاتا، اس بالاخانہ میں، ایک ہاتھی دانت کا قبہ تھا جو چاندی کی میخوں اور سونے سے ملمع کیا ہوا تھا، اس میں ایک نہایت قیمتی تخت تھا، بیش قیمت، فاخرانہ لباس میں ملبوس اور موتیوں کا جڑاؤ عمامہ باندھ کر اس پر جلوہ افروز ہوتا، چاروں طرف بھائی، اعزاء، مصاحبین اور مقربین ہوتے، پیچھے خادم اور غلام کھڑے رہتے، قبہ سے باہر گانے والی عورتیں ہوتیں، قبہ اور ان کے درمیان پردہ حائل ہوتا۔ جب چاہتا، انہیں دیکھتا، اور جب راگ کو دل چاہتا، پردہ ہلادیتا، اور جب بند کرنا چاہتا، تو پردے کی طرف اشارہ کردیتا، اور جب یارانِ مجلس رات کو اپنے اپنے گھر چلے جاتے، تو وہ جس کیساتھ چاہتا خلوت کرتا، اس طرح وہ اپنی شام کو رنگین اور رات کو پُر کیف بناتا، صبح شطرنج وغیرہ کھیلنے میں گذر جاتی، قصے، کہانیاں اور دل لگی کی باتیں، محفل کی زینت ہوتیں، موت اور غم کی کسی بات کا اس کے دربار میں ذکر نہ ہوتا، ہر روز نئی نئی پوشاک اور قسم قسم کی

خوشبوئیں استعمال کرتا،اس حال میں اس کی زندگی کے ستائیس برس گذر گئے۔

ایک رات وہ حسب معمول لہو ولعب میں مشغول تھا، رات کا کچھ حصہ گذر چکا تھا کہ اس نے ایک دردبھری آواز اپنے مطربوں کی آواز جیسی سنی، جس کو سن کر اسکے دل پر ایک چوٹ لگی، اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوگیا، حکم دیا کہ گانا بند کرو، غلاموں کو آواز دی، کہ اس آواز لگانیوالے کو یہاں لے آؤ، جب کہ وہ خود شراب کے نشہ میں چور تھا، غلام اس کی تلاش میں نکلے، دیکھا کہ ایک جوان ہے، نہایت لاغر، اس کی گردن بالکل سوکھ گئی ہے، رنگ زرد اور ہونٹ خشک ہیں، پراگندہ بال، پیٹ اور پیٹھ دونوں آپس میں مل کر ایک ہوگئے ہیں، دو پھٹی چادریں اوڑھے ننگے پاؤں مسجد میں کھڑا اپنے پروردگار سے مناجات کررہا ہے، غلام اُسے مسجد سے نکال کر لے آئے اور اسکے سامنے کھڑا کردیا، اس نے دیکھ کر پوچھا! یہ کون ہے؟ غلام نے عرض کیا ہے، حضور یہ وہی آواز لگانے والا ہے ،جس کی آواز آپ نے سنی، پوچھا! یہ کہاں تھا؟ کہا: مسجد میں کھڑا ہوا نماز میں قرآن پڑھ رہا تھا، اس سے پوچھا، تم کیا پڑھ رہے تھے؟ کہا: میں قرآن پڑھ رہا تھا کہا: ذرا ہم کو بھی سناؤ اس نے تعوّذ وتسمیہ کے بعد پڑھا۔ **اِنَّ الْاَبْـرَارَ لَـفِـیْ نَـعِیْم، عَلـیٰ الارَائِکَ یَـنْـظُـرُوْنَ، تَـعْـرِفُ فِـیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْم ،یُسْقَوْنَ مِنْ رَحِیْقٍ مَخْتُوْم، خِتَـامُـهٗ مِسْک، وَفِیْ ذَالِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَا فِسُوْن، وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْم ، عَیْنَاً یَّشْرَبُ بِهٖ الْمقَرَّبُوْن** (المطففین، پ۳۰، آیت۲۲)۔

بیشک نیک لوگ آرام میں ہوں گے، مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے تو پہچانے گا ان کے چہروں پر تازگی نعمت کی، ان کو پلائی جائے گی خالص شراب سربمہر،

اس کی مہر مشک کی ہوگی، اوراس شراب میں رغبت کرنے والے کو چاہئے کہ رغبت کریں، اوراس میں تسنیم ملی ہوئی ہوگی۔ وہ ایک چشمہ ہے، جس سے مقرب بندے پئیں گے۔

آیت اورترجمہ پڑھ کرسنا لینے کے بعد، اس نے ہاشمی سے کہا:

ارے دھوکہ میں پڑے ہوئے، وہاں کی نعمتوں کا کیا بیان ہے، وہ کہاں اور تیرا قبہ کہاں: وہاں تخت ہیں، ان پر نرم وگداز بچھونے ہوں گے، ان کے استر، استبرق کے ہوں گے، سبز قالینوں اور قیمتی بستروں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، وہاں دونہریں بہہ رہی ہیں، اس میں ہر میوہ کی دو قسم ہوگی، نہ وہاں کے میوے کبھی ختم ہوں گے، نہ کسی جنتی کو، ان سے کوئی روکنے والا ہوگا، بہشت بریں کے پسندیدہ عیش میں رہیں گے، ہمیشہ سایہ اور چشموں میں رہیں گے، پھر جنت کے پھل دائمی ہوں گے، اور یہ سب کچھ متقیوں کیلئے ہوگا۔

اب! کافروں کی سنئے۔ ان کے لئے آگ ہے، اور آگ بھی ایسی کہ جس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، ان سے عذاب کبھی ہلکا نہ کیا جائے گا، اس میں ناامید پڑے رہیں گے، ان کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا، اور کہا جائے گا، یہ عذاب چکھو۔

جب اس ہاشمی نے یہ سنا، تو بے اختیار رہوا ٹھا، اور اس نوجوان سے لپٹ کر رونے لگا، اور اپنے سب لوگوں سے کہا، میرے پاس سے چلے جاؤ، پھر اس نوجوان کو لے کر گھر کے صحن میں آیا، اور ایک بورے پر بیٹھ گیا، اور اپنی جوانی کے رائیگاں جانے پر افسوس اور نفس کو ملامت کرتا رہا۔ اور وہ نوجوان اس کو نصیحت کرتا رہا یہاں تک صبح ہوگئی۔

ہاشمی نے اللہ سے عہد کیا، اے پروردگار! اب کبھی تیری نافرمانی نہیں کرونگا،

سب کے سامنے اس نے اللہ سے توبہ کی، پھر اس کے بعد ہر وقت عبادت الٰہی میں رہنے لگا، تمام مال ومتاع صدقہ کرڈالے، مغصوبہ جائیدادیں، ان کے مالکوں کو واپس کردیں، باقی سبھی جائیدادیں، لونڈی، غلام بیچ ڈالے، جس کو آزاد کرنا چاہا، آزاد کردیا، موٹے کپڑے پہن لئے، جو کی روٹی کھانے لگا۔

پھر وہ پیادہ پا، ننگے پاؤں، موٹا کپڑا پہنے حج کو گیا، سوائے ایک پیالہ اور توشہ دان کے کوئی چیز ساتھ نہ لی، اسی حالت میں چلتے چلتے مکہ پہونچا، حج کیا اور وہیں اقامت کی، پھر اسی پاکیزہ سرزمین میں ہمیشہ کیلئے پیوند خاک ہوگیا (روض الریاحین من حکایات الصالحین، امام یافعی یمنی)

جنت کی نعمتوں کا مختصر سا تذکرہ، کس طرح ایک عیش پرست، دولت مند شخص کی زندگی پر اثر انداز ہوا، یہ آپ کے سامنے ہے، اسی بات کو سامنے رکھ کر، جنت کی نعمتوں، اس کے خوبصورت مناظر، جہنم کی ہولناکیوں اور اس کے دل گداز عذاب ومکارہ کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ ہوسکتا ہے کسی کو فائدہ پہونچ جائے، وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ۔

○○○

# باب سوم

# جنت اور جہنم

# ﴿جنت اوراس کے دلکش مناظر﴾

جنت کتنی حسین وجمیل ہے،اس کی نعمتیں،کس قدر بے پایاں اور بے مثل ہیں، وسعت میں ایک بڑی سلطنت ہے،ارشاد باری ہے، **اِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيْماً وَمُلْكاً كَبِيْراً.** (پ۲۷، سورہ دھر)

اگر تو اس جگہ کو دیکھے گا،تو تجھ کو بڑی نعمت اور سلطنت دکھائی دے۔اس جنت کے بارے آپ نے ایک مرتبہ صحابہ سے فرمایا حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا، **الاهَل مشمر للجنة فان الجنة لا خطرلها هی ورب الكعبة ، نور يتلا لأُوريحانة تهتزّ وقصر مشيد ونهر مطردوثمرة نضيجة وزوجة حسناء جميلة وحُلل كثيرةٌ ومقام ابداً فی دارِ سليمة وفاكهة وخضرة وحبرة ونعمة فی محلة عالية بهيّة. قالوا نعم يارسو ل الله ! نحن المشمرون لها، قال : وقولوا ان شاء الله تعالیٰ ، فقال القوم ان شاء اللّٰه.**

سنو! کیا کوئی جنت کی تیاری کرنے والا ہے؟ کیونکہ جنت فنا ہونے والی نہیں، رب کعبہ کی قسم، یہ ایسا نور ہے جو چمک رہا ہے،اور ایسا پھول ہے جو جھوم رہا ہے،اور ایسا محل ہے جو بلند وبالا ہے،اور ایسی نہر ہے جو جاری رہنے والی ہے،اور ایسا پھل ہے جو پکا ہوا ہے،اور ایسی بیوی ہے جو بہت حسین وجمیل ہے،لباس ہیں جو بہت ہیں، اور سلامتی کے گھر میں ہمیشہ کیلئے رہنے کی جگہ ہے،میوے ہیں،سبزہ زار ہیں،خوشی ہے،نعمت ہے،بیش قیمت عالیشان مقامات ہیں،صحابہ نے کہا ہاں: یارسول اللہ ہم

اسکے لئے تیار ہیں،فرمایا: انشاءاللہ کہہ لو،تو صحابہ نے انشاءاللہ کہا۔(ابن ماجہ،۴۳۳۲۔در منثور(۳۶/۱)اتحاف السادہ(۵۴۸/۱۰)

## ﴿جنت کہاں واقع ہے؟﴾

**عند سدرة المنتهیٰ، عند ها جنَّتُ الماویٰ** یہ جنت **سدرة المنتهیٰ** کے پاس آرام سے رہنے کی جگہ ہے، سدرۃ المنتہیٰ، ساتویں آسمان پر عرش رحمٰن کے نیچے ہے، مسلم کی روایت میں ہے کہ چھٹے آسمان پر اس کی جڑ ہے۔ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ چھٹے آسمان پر اس کی جڑ ہے، اور شاخیں ساتویں آسمان پر پھیلی ہوئی ہیں (قرطبی) یہ عام فرشتوں کی رسائی کی آخری حد ہے، اسلئے اس کو منتہیٰ کہا گیا۔

جنت ساتویں آسمان کے اوپر، عرش رحمٰن کے نیچے ہے، گویا ساتواں آسمان جنت کی زمین اور عرش رحمٰن اس کی چھت ہے۔

جنت کتنی عظیم الشان اور کتنی بڑی سلطنت ہے، اسکے بارے میں فرمایا گیا، **عَرْضُهَا السَّمٰوٰت والارض اُعِدَّتْ للمُتّقین**، اس جنت کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان وزمین، تیار کی گئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کیلئے۔

**جنت کا راستہ:** جس راستہ پر چل کر انسان جنت تک پہونچے گا وہ ''صراط مستقیم'' ہے صراط مستقیم کیا ہے؟ ارشاد باری ہے **انَّ اللّٰـه هُـو رَبِّـی وَرَبُّکُمْ فَـاعْبُـدُوه هَـذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْم** (پ۲۵، زخرف، آیت۶۴) بیشک اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، تو تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ اسی صراط مستقیم پر چلنے

اوراس پر قائم رہنے کی ہر مسلمان نماز میں دعائیں کرتا ہے، اِھْدِنَا الصِّرَاطَ المستقیم، یعنی دین اسلام پر ہمیں قائم رکھ اوراسی کے بارے میں دوسری جگہ فرمایا گیا وَاَنَّ ھٰذا صراطِیْ مُسْتَقِیماً فاتبعوہ (سورہ انعام پ۷، آیت۱۵۳) اور بیشک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، اسی پر چلو، اسی کے بارے میں حکم ہوا ہے، قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِی اَدْعُوْ اِلیٰ اللّٰہ عَلیٰ بَصِیْرۃ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (سورہ یوسف، پ۱۳، آیت۱۰۵)

اے نبی! کہہ دیجئے کہ یہ دین اسلام میرا راستہ، میرا مسلک، میری سنت ہے، میں اللہ کی طرف پورے اعتماد ویقین اور بصیرت کے ساتھ بلا رہا ہوں، اور وہ بھی جو میرے پیروکار ہیں، کیونکہ اسی راستہ پر چل کر ملک کبیر اور اسکے دروازے تک رسائی ممکن ہو سکے گی۔

اس بڑے ملک کی نعمتیں اور بہاریں، محلات اور نہریں، بازار اور اسکی رونقیں باغات اور اسکی شاخیں، غلمان اور حوریں، دروازے اور دیواریں، اوراس میں پائی جانے والی تمام چیزیں، کیسی ہوں گی، نہ تو کسی نے دیکھا کہ بتائے، نہ کسی نے سنا کہ سنائے، نہ کسی کے دل میں اسکا خیال گذرا کہ اس کا اظہار کرے۔

البتہ جو خالق کائنات نے خود بتایا اور محبوب کبریا نے اس کے بارے میں جو سنایا وہ بلا شبہ برحق ہے، اوراس پر ہمارا مکمل ایمان بھی ہے، کہ جنت بالکل ویسی ہی بے مثل ہے، جس طرح اس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

○○○

## ﴿دین اسلام اور جنت﴾

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے اور فرمایا: **اِنِّیْ رَأیت فی المنام کان جبرئیل عند رأسی ومیکائیل عند رِجلی، یقول احدھما لصاحبہ اضرب لہٗ مثلاً فقال اسمع سمعت اُذنک واعقِل عقل قلبک انما مثلک ومثل امّتِک کمثُل مَلِکٍ اتخذ داراً ثم بنی فیھا بیتاً ثم جعل مائدۃً ثم بعث رسولا یدعو الناس الیٰ طعامہٖ فمنھم من اجاب الرسول ومنھم من ترکہ، فاللہ ھو الملک، والدار، الاسلام، والبیت، الجنۃ وانت یا محمد رسول فمن اجابک دخل الاسلام ومن دخل الاسلام دخل الجنۃ ومن دخل الجنۃ اکل منھا** (سنن ترمذی فی الامثال، ج۶/۲۸، تفسیر طبری ۱۱/۷۳ (درمنثور ۳/۳۰۴)

ترجمہ: میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا جبرئیل میرے سرہانے ہیں اور میکائیل میرے پاؤں کے پاس، ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا، تم ان کی یعنی محمد ﷺ کی مثال بیان کرو تو اس نے (آپ ﷺ سے مخاطب ہوکر) کہا۔ اپنے کانوں کی پوری توجہ سے سنو، اور اپنے دل کی توجہ سے غور کرو، آپ کی مثال اور آپ کی امت کی مثال اس بادشاہ جیسی ہے، جس نے ایک محل بنوایا، اس میں اس نے ایک کمرہ بنوایا، پھر دسترخوان بچھایا، پھر ایک قاصد کو روانہ کیا کہ وہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے، پس ان میں کچھ لوگوں نے قبول کیا، اور کچھ نے انکار کیا، پس بادشاہ تو اللہ ہے، اور محل اسلام ہے، اور گھر جنت ہے، اور اے محمد! آپ رسول (قاصد) ہیں، پس جس نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا، وہ اسلام میں داخل ہوا، اور جو اسلام میں داخل ہوا، وہ جنت میں داخل ہوا،

اور جو جنت میں میں داخل ہوا، اس نے اس سے کھایا، جو کچھ اس میں موجود ہے۔

## ﴿جنت کے دروازے کی چابی﴾

حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **مفاتیح الجنَّة شهادة ان لا اِلٰهَ الاَّ اللّٰه** [1] جنت کی کنجی لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے۔

حضرت وہب بن منبہ نے سعید بن رُمان سے پوچھا، کیا لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں ہے، انہوں نے فرمایا، کیوں نہیں، لیکن ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں، کلمہ کے دندانے (عقائد اور اعمال صالحہ ہیں) جو شخص جنت کے دروازے پر چابی (کلمہ) کے دندانے (اعمال صالحہ) کے ساتھ آیا تو اسکے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا، اور جو شخص چابی کو دندانوں کے ساتھ نہ لایا، اسکے لئے دروازہ نہیں کھلے گا۔ [2]

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں، **مفتاح الصَّلوٰة الوضوء وَمَفْتَاح الجنَّة الصّلوٰة** [3] نماز کی کنجی وضوء ہے اور جنت کی چابی نماز ہے۔ ان کے علاوہ جہاد کرنا، مساکین اور فقراء سے محبت کرنا بھی جنت کی کنجی ہے (اتحاف السادۃ المتقین (۲۸۳/۹)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **من مات یؤمنُ باللّٰهِ والیَوْمِ الآخِر قیل له اُدْخُلِ الجَنَّة مِنْ ایّ ابواب الجنَّة**

---

[1] مسند احمد (۲۴۲/۵) (کنز العمال ۱۸۲۵) البدایہ والنہایۃ (۱۰۱/۵) [2] صفۃ الجنۃ ابونعیم (۳۹/۲) حلیہ (۶۶/۴) کشف الخفاء (۲۱۵/۲) [3] (مسند احمد ۳۴۰/۳) البدور السافرہ للسیوطی (۱۷۵۴) [3] مجمع الزوائد (۴۹۳۲/۱)۔ مسند احمد (۶/۱)

**الثمانية شئت.** [۱] جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین رکھتا تھا، اُس سے کہا جائیگا کہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے، جنت میں داخل ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، **مَا مِنْ عَبْدٍ يُصَلّى الصَّلوٰت الخمسَ وَيَصوم رَمَضَان ويُخرِجُ الزكاةَ ويجْتَنِبُ الكبائر السبع اِلَّافُتِحَتْ لَهُ ابواب الجنَّة الثمانيه يَوم القيٰمة** [۲] جو آدمی پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے، رمضان کے روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ نکالتا ہے، سات بڑے گناہوں سے بچتا ہے۔ تو اسکے لئے قیامت کے دن جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جائیں گے، سات بڑے گناہ یہ ہیں: شرک باللہ، ناحق کسی کا قتل، پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت، جہاد کے وقت میدان سے فرار ہو جانا، سود کھانا، یتیم کا مال کھا جانا، دارالکفر سے ہجرت کے بعد عورت کی طرف (دارالکفر میں) لوٹ جانا۔

## جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں

حضرت عتبہ بن عبد فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا **للجنة ثمانية ابواب ولجهَنّم سبعة ابواب.** (سنن بیہقی، ۱۲۴/۹، مسند احمد، ۱۸۵/۴، ابن سعد (۴۳۰/۷)۔

---

[۱] مجمع الزوائد (۴۹۳۲/۱۔ مسند احمد ۶/۱)

(۲) تفسیر ابن کثیر ۲۳۶/۲، تاریخ کبیر بخاری ۳۱۶/۴، بدر السافرہ ۱۷۴۰

جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ **جنات عَدن مفتحة لهم الابواب** (سورہ ص) کی تفسیر میں فرماتے ہیں، کہ ان کے ظاہر کا حصہ اندر سے اور اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہوگا، جب ان کو کہا جائے کہ کھل جاؤ، بند ہو جاؤ، کچھ بولو، تو وہ ان باتوں کو سمجھتے ہوں گے، اور جنتیوں سے گفتگو کرتے ہوں گے۔ (تفسیر حسن بصری ۳۹۰/۴، تفسیر قرطبی ۲۱۹/۱۵)۔

## ﴿جنت کی چوکھٹ﴾

شفاعت کی طویل حدیث میں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے محمد: اپنی امت میں سے جن پر حساب نہیں انہیں داہنی طرف کے دروازے سے جنت میں لے جاؤ، لیکن اور دروازوں میں بھی یہ دوسروں کے ساتھ شریک ہیں۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ جنت کی چوکھٹ اس قدر زیادہ وسعت والی ہے جتنا فاصلہ مکہ اور ہجر میں ہے، یا فرمایا ہجر اور مکہ میں ہے، ایک روایت میں ہے، مکہ اور بصرہ میں ہے (صحیحین)۔

حضرت عتبہ بن غزوان نے اپنے خطبہ میں بیان فرمایا کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کی وسعت چالیس سال کی راہ ہے۔ ایک ایسا دن بھی آنے والا ہے، جب کہ جنت میں جانے والوں کی بھیڑ بھاڑ سے یہ وسیع دروازے کھچا کھچ بھرے ہوئے ہوں گے۔

مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جنت کی چوکھٹ چالیس سال کی راہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ پ ۲۴ ص: ۲۲)

## ﴿جنت کے دروازوں کی چوڑائی﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **بَـــابُ اُمَّتِـیُ الذِیُ یَدُ خلون منه الجنَّة عرضه مَسِیرة الراکب المجود ثلاثاً ثم انَّهُمُ لیضغطونَ عَلَیه حتّی تکاد مَنَاکبهم تزول** [1]

میری امت کا وہ دروازہ، جس سے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کی چوڑائی تیز ترین سوار کے تین رات دن کے مسلسل سفر کے برابر ہے، پھر ان لوگوں کا دروازہ پر ایسا ہجوم ہوگا کہ قریب ہوگا کہ ان کے کندھے اتر جائیں۔

حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لَیَدخُلَنَّ الجنَّة مِن اُمَّتِی سَبُعُوُن الفاً او سبع مائة الف شکَّ فی احدی العددین، متماسکین اخذ بعضهم بید بعض لایدخل اوّلهُم حتی یَدُخُل آخرهم، وجوهُهُم عَلیٰ صورة القمر لیلة البدر** [2]

میری امت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ، ان دونوں عددوں میں سے ایک میں راوی کو شک ہے، ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے، ان میں پہلا شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا، جب تک کہ ان میں آخری شخص داخل نہ ہوگا۔ ان کے چہرے چودھویں کے چاند جیسے ہوں گے۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **للجَنَّةِ ثِمَانیة اَبُـواب، بین کل مصراعین مِنُ ابوابها مسیرة اَربعین سَنَة** (بدور السافرہ ۱۷۶۵، مجمع الزوائد ۱۹۸/۱۰، کنز العمال ۱۰۱۹۶)

---

(۱) ترمذی ۲۵۴۸، کنز العمال ۳۹۳۱۱، البدور السافرہ ۱۷۵۹

(۲) بخاری شریف (۴۱۶/۱۱) مسلم شریف الایمان (۳۷۳) مسند احمد (۱۸۱/۵)

جنت کے آٹھ دروازے ہیں، اس کے ہر دروازے کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال (تک سفر کرنے) کا فاصلہ ہے۔

## ﴿جنت کی دیوار اور اسکا صحن﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت کی چار دیواری ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی سے بنائی گئی ہے۔ اسکے درجات یاقوت اور لؤ لؤ کے ہیں (مصنف عبدالرزاق ۱۱/۴۱۶)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرما تے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اِنَّ اللّٰہ عزّ وجل احاط حائطَ الجنَّة لبنةٌ مِن ذَھَبٍ ولبنةٌ مِنْ فضَّةٍ ثم شَقَّقَ فیھا الانھٰر وغرس الاشجارَ فَلَمَّا نَظَرتِ الملٰئکة اِلیٰ حُسنِھا وَزھرتھا قَالَتْ طوبیٰ لک منازل الملوک.** (رواہ الطبرانی، وبزار مرفوعاً والموقوف اصح، درمنثور ۱/۳۷ (ترغیب و ترہیب ۴/۵۱۳)

اللہ تعالیٰ نے جنت کی دیوار کو ایک اینٹ سونے سے اور ایک چاندی سے کھینچی، پھر اس میں نہریں نکالیں اور درخت لگائے، جب فرشتوں نے جنت کے حسن کو دیکھا تو کہا (اے جنت) تجھے بادشاہوں کی منازل مبارک ہوں۔

## ﴿جنت کی تعمیرات کیسی ہونگی﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرض کیا گیا، یارسول اللہ! جنت کی تعمیر کس طرح کی ہوگی، تو آپ نے ارشاد فرمایا **لبنة من فضةٍ ولبنة من ذھب ملا طھا**

**مسک اذ فروحصُبَاؤ ھا اللؤلؤ والیا قوت وترابھا الزعفران** (حاوی الارواح ۱۸۶، ابن أبی شیبہ ۹۵/۱۳)

ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی ہے، اسکا گارا خوشبو اڑانے والی کستوری کا ہے۔ اسکے کنکر چمکدار موتی اور یاقوت کے ہیں، اور اسکی مٹی زعفران کی ہے۔

## ﴿جنت کی عیش بھری زندگی﴾

جنت اللہ کے مومن، مخلص، متقی بندوں کیلئے ہے، **اولٰئک لَھُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْم، فواکه وھم مکرمون، فی جنت النعیم، علی سُرُرٍ متقٰبلین** (سورہ صافات ۴۰/۴۳) اللہ کے مخلص بندوں کیلئے مقررہ روزی ہے قسم قسم کے میوہ جات ہیں، اور وہ مخدوم وذی عزت، ذی احترام ہیں، یہ نعمتوں سے مالا مال جنتوں میں ہیں، وہاں تختون پر اس طرح بیٹھے ہیں کہ کسی کی دوسرے کی طرف پیٹھ نہیں، ایک مرفوع غریب حدیث میں بھی ہے، کہ اس آیت کی تلاوت کر کے آپ نے فرمایا ہر ایک کی نگاہیں، دوسرے کے چہرے پر پڑیں گی، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، شراب کے دور، ان پر چل رہے ہوں گے۔ جس کے ختم ہوجانے اور کم ہوجانے کا مطلق اندیشہ نہیں، ظاہر وباطن میں آراستہ ہے، خوبیاں ہیں برائیاں نہیں، دیکھنے میں خوش رنگ، پینے میں لذیذ، فوائد میں اعلیٰ، سرور وکیف میں عمدہ نہ بدبودار، نہ بدرنگ، نہ قابل نفرت، بلکہ خوشبودار، خوش رنگ، خوش ذائقہ، اور فائدہ مند، نہ اس سے دردسر ہو، اور نہ اس کے پینے سے بہکیں، ان کے پاس نیچی نگاہوں والی، شرمیلی نظروں والی، بڑی بڑی

آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ایسی جیسے چھپائے ہوئے موتی، ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ کے سوال پر حضور ﷺ نے فرمایا ''حورعین'' سے مراد، بہت بڑی آنکھوں والی، سیاہ پلکوں والی حوریں، پھر پوچھا ''بیض مکنون'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: انڈے کے اندر کی سفید جھلی۔ (یعنی انڈے کے اوپر چھلکے کے نیچے اچھوت چھلکے جیسے ان کے بدن ہیں۔) (سورہ صافات، تفسیر ابن کثیر سے ماخوذ)

## ﴿متقین کیلئے جنت میں دو باغ﴾

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَان ،اس شخص کیلئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے، دو دو جنتیں ہیں، صحیح بخاری میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا دو جنتیں چاندی کی ہوں گی اور ان کا کل سامان بھی چاندی کا ہی ہوگا، اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی، ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے کا ہوگا۔ ان جنتیوں اور دیدارِ باری میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی، سوائے اس کبریائی کے پردے کے جو اللہ عزوجل کے چہرے پر ہوگا۔ یہ جنت عدن میں ہوں گے۔ (ابن کثیر)

## ﴿جنت کے ان باغوں کے اوصاف﴾

ذَوَاتَـا اَفْنَـان : افنان شاخوں اور ڈالیوں کو کہتے ہیں یہ اپنی کثرت سے ایک دوسرے سے ملی جلی ہوئی ہوں گی، یہ سایہ دار ہوں گی، جن کا سایہ دیواروں پر بھی چڑھا ہوگا، یہ شاخیں سیدھی اور پھیلی ہوئی ہوں گی، رنگ برنگ کی ہوں گی، کشادہ اور گھنے

سایہ والی ہوں گی (بقول ابن کثیر یہ سب اقوال صحیح ہیں)۔

**فیھما عینٰنِ نَضّاختَان**، ان میں نہریں بہہ رہی ہیں، تاکہ ان درختوں اور شاخوں کو سیراب کرتی رہیں، اور بکثرت اور عمدہ پھل لائیں، ایک کا نام تسنیم ہے، دوسری کا سلسبیل، یہ دونوں پوری روانی کے ساتھ بہہ رہی ہیں، ایک ستھرے پانی کی، دوسری لذت والی بے نشے کے شراب کی۔

**فیھما من کل فاکھۃ زوجٰن**: ان میں ہر قسم کے میوے بھی جوڑے جوڑے ہوں گے، اور پھل بھی وہ جن سے تم صورت شناس ہو، لیکن لذت شناس نہیں ہو، کیونکہ وہاں کی نعمتیں نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں، نہ کسی کے دماغ میں آسکتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، دنیا میں جتنے بھی کڑوے، میٹھے پھل ہیں وہ سب جنت میں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حنظل یعنی اندرائن بھی۔ ہاں دنیا کی ان چیزوں اور درختوں کے نام تو ملتے جلتے ہیں، حقیقت اور لذت بالکل ہی جداگانہ ہے۔ یہاں تو صرف نام ہیں، اصلیت تو جنت میں ہے، اسکا فرق تو وہاں جانے کے بعد ہی معلوم ہوسکتا ہے۔

یہ جنتی لوگ ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے، جب بستر دبیز اور خالص زرّیں ریشم کا ہوگا، تو پھر اوپر کا ابرا کیسا کچھ ہوگا۔

مالک بن دینار اور سفیان ثوری فرماتے ہیں، ابرا تو محض نورانی ہوگا، سراسر اظہار رحمت ونور ہوگا، پھر اس پر بہترین گل کاریاں ہیں، جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں

جانتا۔ وجَنَا الجَنَّتَيْنِ دَانٍ: ان دونوں جنتوں کے پھل جنتیوں کے بالکل قریب ہوں گے، جب چاہیں، جس حال میں چاہیں وہیں سے لے لیں گے۔ بیٹھنے اور کھڑے ہونے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کیونکہ شاخیں خود بخود جھوم جھوم کر جھکتی رہیں گی، فرمایا گیا قُطُوفُهَا دَانِيَة، اس کے پھل بے حد قریب ہوں گے، لینے والے کو کوئی تکلیف یا تکلف کی ضرورت نہ ہوگی۔ شاخیں خود جھک جھک کر میوے دے رہی ہوں گی۔

**جنت کی حوریں:** ان نازک، ریشمی بچھونوں، اور جنت کی باغ و بہار میں شرمیلی نیچی نگاہ والی حوریں ہوں گی کہ اپنے خاوندوں کے سوا کسی پر نظر نہ ڈالیں گی۔ اور ان کے خاوند بھی ان پر سو جان سے مائل ہوں گے۔ یہ حوریں اپنے خاوندوں سے کہیں گی، خدا کی قسم ساری جنت میں میرے لئے تم سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ خدا خوب جانتا ہے کہ میرے دل میں جنت کی کسی چیز کی خواہش اور محبت اتنی نہیں جتنی آپ کی ہے۔

یہ حوریں کنواری، اچھوتی اور نوجوان ہوں گی، کہ ان جنتیوں سے پہلے ان کو کسی انس وجن نے ہاتھ نہیں لگایا۔

حسن وخوبی، پاکیزگی وصفائی میں وہ حوریں یاقوت ومرجان کی طرح ہوں گی، حضور ﷺ نے فرمایا، اہل جنت کی بیویوں میں سے ہر ایک ایسی ہے، کہ ان کی پنڈلی کی سفیدی ستر ستر حلوں کے پہننے کے بعد بھی نظر آتی ہے، یہاں تک کہ اندر کا گودا بھی۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتَ وَالْمَرْجَانَ، اور فرمایا دیکھو یاقوت ایک پتھر ہے، لیکن قدرت نے اس میں صفائی اور چمک ایسی رکھی ہے کہ اس کے بیچ میں تاگہ پرودو، تو

باہر سے نظر آتا ہے(ابن ابی حاتم) مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر اہل جنت کی بیویاں اس صفت کی ہوں گی کہ ستر ستر حلے پہن لینے کے بعد بھی ان کی پنڈلیوں کی جھلک نمودار رہے گی بلکہ اندر کا گودا بھی بوجہ صفائی کے دکھائی دیگا۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ راہ خدا میں ایک دفعہ صبح کا نکلنا یا ایک شام کا نکلنا ساری دنیا سے اور جو اس میں ہے سب سے بہتر ہے، جنت میں جو جگہ تمہیں ملے گی، اس میں سے ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر کی جگہ ساری دنیا اور اسکی ساری چیزوں سے افضل ہے، اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا میں جھانک لے تو زمین وآسمان کو جگمگا دے اور خوشبو سے تمام عالم مہک اٹھے، اور اس کے سر کی صرف اوڑھنی بھی دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جس نے نیکی کی، آخرت میں اسکا بدلہ سلوک واحسان کے سوا کچھ نہیں، قرآن میں ہے **هَلْ جَزَاءُ الاِحْسَانِ الَّا الاِحْسَان**، نیکوکاری کا بدلہ ہی بہت بڑا انعام واحسان ہے، دوسری جگہ ہے **للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادة**، نیکی کرنے والے کیلئے نیکی ہے اور زیادتی، یعنی جنت اور دیدار باری۔ دو جنتوں کا ذکر ہوا، ان دو جنتوں کے سوا دو جنتیں اور ہیں، جو فضیلت میں پہلی دو جنتوں کے مقابلہ کم مرتبہ کی ہیں۔

یہ دونوں جنتیں گہری سبز سیاہی مائل ہیں، ان میں دو جوش مارنے والے چشمے ہیں ان دونوں میں میوے اور کھجور اور انار ہیں، ان میں نیک سیرت خوبصورت عورتیں ہیں، گوری رنگت کی عورتیں جو خیموں میں محفوظ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں، ہر مسلمان کیلئے خَیْـرَہ ہے، یعنی نیک اور بہترین نورانی حور، اور ہر خَیْرَہ کیلئے خیمہ ہے۔ اور ہر خیمہ کے چار دروازے ہیں، جن میں ہر روز تحفۂ کرامت، ہدیہ اور انعام آتا رہتا ہے۔ وہاں نہ کوئی فساد ہے، نہ سختی، نہ بدبو ہے نہ گندگی، حوروں کی صحبت ہے، جو اچھوتے، صاف سفید چمکیلے موتیوں جیسی ہیں۔

**جنت کا ایک خیمہ:** بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک خیمہ ہے دُرِّ مجوّف کا۔ جس کا عرض ساٹھ میل کا ہے۔ اسکے ہر ہر کونے میں جنتی کی بیویاں ہیں، جو دوسرے کونے والیوں کو نظر نہیں آتیں، مؤمن ان سب کے پاس آتا جاتا رہے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ چوڑائی تیس میل ہوگی۔

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ خیمہ ایک ہی لؤلؤ کا ہے، جس میں ستر دروازے موتی کے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک موتی کا بنا ہوگا، چار فرسخ چوڑا، جس کے چار ہزار دروازے ہوں گے، اور چوکھٹیں سب سونے کی ہوں گی۔

ایک مرفوع حدیث میں ہے ادنیٰ درجہ کے جنتی کیلئے اسّی ہزار خادم ہوں گے اور بہتّر بیویاں ہوں گی، اور لؤلؤ و زبرجد کا محل ہوگا، جو جابیہ سے صنعاء تک پہونچے گا۔

یہ جنتی سبز رنگ کے اعلیٰ قیمتی فرشوں، غالیچوں اور تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے، تخت ہوں گے، اور تختوں پر پاکیزہ عمدہ فرش ہوں گے، اور بہترین منقش تکیے لگے ہوئے ہوں گے، یہ تخت اور یہ فرش اور یہ تکیے جنتی باغیچوں اور ان کی کیاریوں پر ہوں گے، یہ اعلیٰ درجہ کے دھاری دار اور نقشین ریشم کے ہوں گے۔ اور

یہی ان کے فرش ہوں گے، کوئی سرخ رنگ ہوگا، کوئی زرد رنگ اور کوئی سبز رنگ، جنتیوں کے کپڑے بھی ایسے ہی اعلیٰ اور بالا ہوں گے۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے انہیں تشبیہ دی جاسکے، یہ بسترے مخملی ہوں گے، جو بہت نرم اور خالص ہوں گے، کئی کئی رنگ کے ملے جلے ان میں نقش بنے ہوں گے (عبقری ہوں گے) حضرت ابوعبیدہ فرماتے عَبْقَر ایک جگہ کا نام ہے، جہاں منقش بہترین کپڑے بنے جاتے ہیں، خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو عرب عبقری کہتے ہیں۔

حضور پاک ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب کی نسبت فرمایا، میں نے کسی عبقری کو نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی کے بڑے بڑے ڈول کھینچتا ہو۔ (یہ تفاصیل سورہ رحمٰن کی آیتوں کی تفسیر میں ابن کثیر سے ماخوذ ہیں)۔

## ﴿مقربین اور اصحاب الیمین کی جنت﴾

مقربین آرام دہ جنتوں میں ہونگے یہ لوگ سونے کے تاروں سے بُنے ہوئے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، ان کے پاس ایسے لڑکے ہوں گے۔ جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، آمدورفت کرتے رہیں گے، آبخورے (جن میں ٹونٹی اور پکڑنے کی چیز نہ ہو) اور اباریق، آفتابے (جو ٹونٹی دار ہوں اور اس میں پکڑنے کی چیز ہو) یہ سب شراب کی جاری نہر سے چھلکتے ہوئے ہونگے، جن کی شراب نہ ختم ہو، نہ کم ہو، کیونکہ اس کے چشمے بہہ رہے ہیں۔

یہ گل اندام ساقی اپنے نازک ہاتھوں میں ہر وقت چھلکتے جام لئے ادھر اُدھر

گشت کررہے ہوں گے۔ اس شراب سے نہ انہیں دردسر ہوگا، نہ ان کی عقل زائل ہوگی۔ طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کے پرندوں کے گوشت انہیں ملیں گے، جس میوے کو جی چاہے گا اور جس طرح کے گوشت کی رغبت ہوگی، موجود ہوجائے گا۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جنت میں کسی پرندے کو اُڑتا ہوا دیکھ کر تمہارے دل میں اس کا گوشت کھانے کی خواہش پیدا ہوگی، تو وہ اسی وقت بھنا بھنایا تمہارے سامنے آکر گرے گا، بعض روایت میں ہے کہ وہ نہ آگ سے مس ہوگا، نہ دھوئیں سے خود بخود پک کر سامنے آجائے گا۔ (مظہری، بحوالہ بزار وبیہقی)۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ جنت کے جس پرندے کو تو چاہے گا، وہ بُھنا، بھنایا، تیرے سامنے آجائے گا۔

طبرانی میں ہے، کہ جنتی جس میوے کو درخت سے توڑے گا، وہیں اس جیسا پھل لگ جائیگا۔ مسند احمد میں ہے کہ جنتی پرندے، بُختی اونٹ کے برابر ہیں، جو جنت میں چرتے چگتے رہتے ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ: یہ پرندے تو نہایت مزے کے ہوں گے، آپ نے فرمایا، ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ ناز ونعمت والے ہوں گے، تین مرتبہ یہی جملہ ارشاد فرمایا، پھر فرمایا، مجھے خدا سے امید ہے کہ اے ابوبکر! تم ان میں سے ہو جو ان پرندوں کا گوشت کھائیں گے۔

**وَحُوْرٌ عِيْن كامثال اللؤلؤ المكنون:**

اور مقربین کیلئے، گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، جو اچھوتے موتیوں کی طرح ہیں، یہ ان کے نیک اعمال کا صلہ اور بدلہ ہے، یہ لوگ جنت

میں ،لغو، بیہودہ، خلاف طبع کوئی کلمہ بھی نہ سنیں گے۔حقارت، برائی اور گناہ کا ایک لفظ بھی کان میں نہ پڑے گا،**لا یسمعون فیھا لغواً و لا تاثیما** ،صرف سلام ہی سلام کی آوازیں ہوگی ان کا تحفہ آپس میں ایک دوسرے کوسلام کرنا ہوگا، **تحیّتھم فیھا سلام.**

یہ نعمتیں تو ان کیلئے تھیں جومقربین بارگاہ حق ہیں، اب ان لوگوں کی نعمتوں کا حال سنئے ،جنہیں اصحاب الیمین یعنی اَبرار کہتے ہیں،جن کا مرتبہ سابقین یعنی مقربین سے کم ہے۔ یہ ان جنتوں میں ہیں جہاں بیری کے درخت ہیں،لیکن کانٹوں دارنہیں اوران کے پھل بکثرت اور بہترین ہیں، دنیامیں بیری کے درخت زیادہ کانٹوں والے اورکم پھل والے ہوتے ہیں،لیکن جنت کے یہ درخت زیادہ پھلوں والے اور بالکل بے خار ہوں گے، پھلوں کے بوجھ سے درخت کے تنے جھکے جاتے ہوں گے۔

حافظ ابوبکر احمد بن نجّار سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آکر کہا یا رسول اللہ! قرآن میں ایک ایسے درخت کا بھی ذکر ہے جوایذا دیتا ہے۔آپ ﷺ نے پوچھا وہ کونسا ہے؟ اس نے کہا بیری کا درخت ،آپ نے فرمایا تو پھر تو نے اس کے ساتھ ہی لفظ مخضود نہیں پڑھا؟اس کے کانٹے اللہ نے دور کردئے ہیں،اوران کے بدلے پھل پیدا کردئے ہیں، ہر ہر بیری میں بہتّر قسم کے ذائقے ہوں گے۔جن کا رنگ ومزا مختلف ہوگا۔

## ﴿ فی سدرٍ مخضود وَطلحٍ منضود: ﴾

بغیر کانٹوں والی بیریوں کے درخت اور تہ بہ تہ کیلے،ان دونوں کا ذکر اسلئے ہوا کہ اہل عرب ان درختوں کی گہری اور میٹھی چھاؤں کو پسند کرتے تھے، بیری کا درخت

بظاہر دنیوی درخت جیسا ہوگا، لیکن بجائے کانٹوں کے ان میں شیریں پھل ہوں گے۔

## ﴿درخت سدرہ (بیری) کی لمبائی﴾

حضرت اسماء بنت ابوبکر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، کہ آپ نے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا، **یسیر الراکب فِی ظلِّ الفنن منها مائة سنة ، او یَسْتَظِلّ مائة سنة فیها فراش الذهب کان ثمر ها قلال** (بدورالسافرہ ۱۸۴۸، صفۃ الجنۃ ابونعیم (۲۸۴/۳)

ترجمہ: بہترین سوار اس کی شاخوں کے سائے تلے سوسال تک چلے گا، یا سو سال تک سایہ میں بیٹھے گا، اسکا فرش سونے کا ہے، اس کا پھل مٹکوں کی طرح ہے۔

## ﴿جنت کے درخت کی لمبائی﴾

وَظِلٍّ مَمْدُوْدٍ اور (جنتی) لمبے لمبے سایوں میں ہوں گے، صحیحین میں ہے کہ بعض درختوں کا سایہ اتنا دراز ہوگا کہ گھوڑے سوار آدمی اس کو سوسال میں بھی طے نہ کر سکے گا۔ حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **اِنّ فی الجنّة شجرةٌ مستقلةٌ علی ساقٍ واحدٍ عرض ساقها ثنتانِ وسبعون سنة** (کنز العمال، ۳۹۲۷۰، اتحاف السادۃ، ۵۳۴/۱۰)

جنت میں ایک مستقل درخت ہے، اس کے ایک تنے کی چوڑائی ۷۲ سال کے (سفر کے) برابر ہے، بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت کے ایک درخت کے سائے میں تیز سوار سوسال تک چلتا رہے، لیکن سایہ ختم نہ

ہوگا، اور یہ بھی ہے کہ یہ شجرۃ الخلد ہے۔

## ﴿شجرۃ الخلد﴾

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **اِنّ فی الجنّة شجرة یسیر الرّاکبُ فی ظلِها سبعیْنَ أو مائة سنة هِیَ شجرة الخلد.** جنت میں ایک درخت ہے تیز ترین سوار اس کے سایہ میں ستر سال یا سو سال تک سفر کر سکتا ہے، اس کا نام شجرۃ الخلد ہے ہمیشہ رہنے والی جنت کا درخت (دارمی، ۳۳۸/۲، ابن ماجہ ۴۳۳۵)۔

حضرت ابو ہریرہ نے جب یہ روایت بیان کی اور حضرت کعبؓ کے کانوں تک پہونچی تو آپ نے فرمایا، اس خدا کی قسم جس نے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن حضرت محمد ﷺ پر اُتارا، اگر کوئی شخص نوجوان اونٹنی پر سوار ہو کر اس وقت تک چلتا رہے جب تک وہ بڑھیا ہو کر گر نہ جائے تو بھی اس کی انتہا کو نہیں پہونچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے، اور خود آپ اس میں اپنے پاس کی روح پھونکی ہے۔ اس کی شاخیں جنت کی دیواروں سے باہر نکلی ہوئی ہیں، جنت کی تمام نہریں اسی درخت کی جڑ سے نکلتی ہیں۔

## ﴿ختم قرآن پر جنت کے درخت کا تحفہ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **عند ختم القرآن دعوةٌ مستجابةٌ وشجرة فی الجنة** (کشف الخفاء، ۹۵/۲)۔

ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور جنت میں ایک عظیم الشان درخت عطا کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ قرأ القرآن ظاهراً وباطناً اعطاه اللّٰه شجرة فی الجنة ، لوانّ غراباً افرَغَ مِنْ اغصانها ثمّ طار لادرکه الهرم قبل ان یقطع ورقها (مجمع الزوائد ۷/۱۶۵، کنز العمال، ۲۴۱۵)۔

جس شخص نے قرآن کو دیکھ کر یا، یاد سے تلاوت کیا تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کو ایک ایسا درخت عطا فرمائیں گے کہ اگر کوئی کوّا، ٹہنیوں کو چھوڑ کر اُڑے تو اسکے پتے کا فاصلہ طے کرنے سے پہلے اس پر بڑھاپا طاری ہو جائے گا۔

وماءٍ مَسْکوب ، پانی ہوگا بہتا ہوا مگر نہروں کے گڑھے اور کھدی ہوئی زمین نہ ہوگی۔

## ﴿جنت کی نہریں﴾

فیها انهارٌ من مَّاءٍ غیرا سنٍ وانهارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ یتغیرّ طعْمُه ، وانهارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ للشارِبین وَ انهارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفّیٰ ، وَلَهُمْ فیها مِنْ کُلِّ الثَّمَرات وَمَغفِرةٌ مِنْ رَبهِم ، کمَنَ هُوَ خَالِدٌ فی النَّار وسُقُوا مَاءً حَمِیْماً فقَطّع اَمْعَاءَ هُمْ. (سورہ محمد پ۲۶، آیت ۱۵)۔

جنت میں پانی کی بہت سی نہریں ہیں، جس میں ذرا تغیر نہ ہوگا، (نہ بو میں، نہ رنگ میں نہ مزے میں) بہت صاف موتی کی طرح ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، جنتی نہریں مشک کے پہاڑوں سے نکلتی ہیں، اس میں پانی کے علاوہ

دودھ کی نہریں بھی ہیں، جس کا مزہ کبھی نہیں بدلے گا، بہت سفید، بہت میٹھا اور نہایت صاف وشفاف ہوگا۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ جانوروں کے تھن سے نکلا ہوا نہیں، بلکہ قدرتی ہے۔

اور اس میں شراب کی نہریں بھی ہیں، جو پینے والوں کا دل خوش کردیں، دماغ کھول دیں اس شراب میں نہ بدبو، نہ تلخی، نہ بدمنظر، بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی، پینے میں بہت لذیذ، خوشبو میں بہت عمدہ، جس کو پی کر سرور آئے، فتور نہ آئے۔ دماغ کو کشادہ کرے، نشہ نہ چڑھے۔

حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں سے کشید کی ہوئی نہیں ہے، بلکہ خدا کے حکم سے تیار ہوئی ہے، خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہے۔

جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں، جو بہت صاف، چمکدار، خوشبودار اور ذائقہ دار ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ یہ شہد بھی مکھیوں کے پیٹ سے نہیں نکلی ہے۔

ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جنت میں دودھ، پانی، شہد اور شراب کے سمندر ہیں جن سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوتے ہیں۔ ابن مردویہ کی حدیث میں ہے **عن ابی موسیٰ اشعری قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انّ انهار الجنة تشخب من جنة عدن فی جوبةٍ ثم تصدع بعد انهاراً** (البدور السافرہ ۱۹/۲ بحوالہ ابن مردویہ والضیاء، حاوی الارواح ص ۲۴۱)

یہ نہریں جنت عدن سے نکلتی ہیں، پھر ایک حوض میں آتی ہیں، وہاں سے بذریعہ اور نہروں کے تمام جنتوں میں جاتی ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو، وہ سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ جنت ہے۔ اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے

طبرانی میں ہے، حضرت لقیط بن عامر جب ایک وفد میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جنت میں کیا کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا صاف شہد کی نہریں، اور بغیر نشے کے، سر درد نہ کرنے والی شراب کی نہریں، اور نہ بگڑنے والی دودھ کی نہریں، اور خراب نہ ہونے والی شفاف پانی کی نہریں، اور طرح طرح کے میوہ جات، عجیب وغریب، بے مثل اور بالکل تازہ، اور پاک وصاف بیویاں جو صالحین کو ملیں گی اور خود بھی صالحات ہوں گی، دنیا کی لذتوں کی طرح ان سے لذتیں اٹھائیں گے، ہاں وہاں بال بچے نہ ہوں گے۔

**عَنْ انسٍ قال قال رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم لعلکم تظنون ان انھار الجنة اخدود فی الارض لا واللہ انھا لسائحةٌ علی وجہ الارض حافتاہ خیام اللؤ لؤ وطینھا المسک الاذ فرقلت یا رسول اللہ ما الاذفر؟قال الذی لا خلط معہ** (حلیہ ابونعیم ۶/۲۰۵، صفۃ الجنۃ ابن ابی دنیا، ۶۸ بدور السافرہ ۹۱۴۱، درمنثور ۱/۳۸)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، یہ خیال کرنا کہ جنت کی نہریں دنیا کی نہروں کی طرح کھدی ہوئی زمین میں اور گڑھوں میں بہتی ہیں۔ نہیں، نہیں قسم خدا کی وہ صاف زمین پر یکساں جاری ہیں، ان کے کنارے کنارے لؤلؤ اور

موتیوں کے خیمے ہیں، ان کی مٹی مشک خالص ہے۔

## ﴿چار سمندر جس سے نہریں نکلتی ہیں﴾

**انّ فی الجنة بحر الماء وبَحْرُ العَسْل وَبَحْرُ اللبن و بحر الخمر ثمّ تشقّقَ الانهَارُ بعد** (بدور السافرہ ۱۹۱۹، ترمذی ۲۵۷۱، صفۃ الجنۃ ابونعیم ۲۰۷)

جنت میں ایک سمندر پانی کا ہے، ایک سمندر شہد کا، ایک سمندر دودھ کا اور ایک سمندر شراب کا ہے، پھر انہیں سے بعد میں نہریں پھوٹتی ہیں۔

## ﴿ہر محل میں چار نہریں﴾

ابن عبدالحکمؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **فی کل قصرٍ من قصور الجنة اربعة انهارٍ نهر من ماء معین ونهر من خمر معین ونهر من لبن معین ونهر من عسل معین ولا یشرب منها حتی یمزج بالعیون التی سماها الله تعالیٰ التسنیم، والزنجبیل ، والسَّلسبیل والکافور وهی التی یشرب بهاالمقربون منها صرفاً** . (وصف الفردوس، ص ۲۶).

جنت کے محلات میں سے ہر محل میں چار نہریں چلتی ہوں گی، ایک نہر پانی کی، ایک نہر شراب کی اور ایک نہر دودھ کی اور ایک نہر شہد کی چلتی ہوگی، اور ان سے اس وقت تک نہیں پیا جائے گا۔ جب تک ان میں ان چشموں کو نہ ملایا جائے۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) ذکر فرمایا، یعنی تسنیم اور زنجبیل اور سلسبیل اور کافور۔ اور یہ وہ چشمے ہیں، جن کو خالص طور پر (بغیر ملاوٹ) صرف مقربین بارگاہ خداوندی ہی نوش کریں گے۔

## ﴿مزید چند نہروں کا تذکرہ﴾

**نہر کوثر:** حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا، **الکوثر نهر فی الجنة حافتاه من ذهب ومجراه علی الدُّر والیاقوت تربته اطیب من المسک وماء ه احلیٰ من العسل ، وابیض من الثلج** (ترمذی ۳۳۶۱)

کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ اسکے دونوں کنارے سونے کے ہیں، اسکے چلنے کا راستہ گوہر اور یاقوت ہے۔ اسکی مٹی کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔ (تفسیر بغوی ۳۰۲/۷)

**نہر ریان:** حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **فی الجنة نَهْرٌ یقال له الریان علیه مدینة من مرجان لها سبعون الف باب من ذهب وفضةٍ لحامل القرآن** (البدور السافرہ ۱۹۲۵، بحوالہ ابن عساکر، کنز العمال ۵۵۰/۱)

جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام ریان ہے اس پر ایک شہر، مرجان سے تعمیر کیا گیا ہے، جس کے ستر ہزار سونے، چاندی کے دروازے ہیں، اور یہ حافظ قرآن کیلئے ہے۔

**نہر بیدخ:** جنت میں ایک نہر ہے، اس پر یاقوت کے قبے ہیں، جن کے نیچے لڑکیاں اُگتی ہیں اور قرآن پڑھتی ہیں۔ (البدور السافرہ ۱۹۲۲، صفۃ الجنۃ ابونعیم ۳۲۴)۔

جب کوئی لڑکی کسی جنتی مرد کو پسند آئے گی تو وہ اسکی کلائی چھولے گا تو وہ لڑکی اس کے پیچھے چل پڑے گی، اور دوسری لڑکی اُگ آئے گی۔

**نہر ہَر وَل:** جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام ہرول ہے۔اس کے دونوں کناروں پر درخت اُگے ہوئے ہیں، جب جنتی سماع کی خواہش کریں گے تو کہیں گے ہمارے ساتھ ہرول کی طرف چلو، تاکہ ہم درختوں سے (خوبصورت اور دلکش آوازیں) سنیں ۔ چنانچہ وہ ایسی (خوبصورت) آوازوں میں بولیں گے، اگر اللہ عزوجل نے جنتیوں کے مرنے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو یہ ان آوازوں کے شوق اور طرب میں مرجاتے۔پس جب ان خوبصورت آوازوں کو (درختوں پر لگی ہوئی) لڑکیاں سنیں گی تو وہ عربی زبان میں پڑھیں گی ،تو اللہ کے ولی ان کے قریب جائیں گے اور ہر ایک ان لڑکیوں میں سے جس کو پسند کرے گا توڑ لے گا، پھر اللہ تعالیٰ ان لڑکیوں کی جگہ ویسی ہی اور لڑکیاں لگا دیں گے۔(صفۃ الجنۃ ابونعیم ۶۳/۳)

**نہر بارق:** **عن ابن عباس قال رسول اللہ ﷺ الشھداء علیٰ بارق نھر علیٰ باب الجنة فی قبة خضراء یخرج الیھم رزقھم بکرة وعشیا** (تفسیر طبری ۳۴/۲،اتحاف السادۃ ۳۸۸/۱۰،درمنثور ۹۶/۲،طبرانی ۴۰۵/۱۰)

شہداء حضرات جنت کے دروازہ پر سبز قبہ میں ایک نہر بارق ہے، اس میں رہتے ہیں ان کی طرف جنت سے صبح وشام رزق پہونچتا ہے۔ان کے علاوہ جنت میں اور بھی نہریں ہیں اور قسم قسم کے بکثرت پھل ہیں۔

**وَفَاکھة کثیرة لا مَقْطُوعة وَلامَمْنوعَة.** اور پھر یہ پھل ہمیشہ رہنے والے ہیں کبھی ختم نہ ہوں گے اور نہ کبھی ان سے روکا جائے گا۔خدا کی قدرت سے یہ ہمیشہ موجود رہیں گے۔ جب چاہیں مل جائے گا۔کبھی کوئی رکاوٹ نہ ہوگی، کسی کانٹے

اور کسی شاخ کی بھی آڑ نہ ہوگی، نہ دوری ہوگی، نہ حاصل کرنے میں کوئی زحمت ہوگی، ادھر پھل توڑا ادھر اس کے قائم ومقام دوسرا پھل لگ گیا۔

**وَفُرُش مرفوعة:** اس میں بلند وبالا نرم ونازک، آرام وراحت دینے والے فرش ہوں گے۔ جس پر جنتیوں کی بیویاں ہوں گی۔ کیوں کہ عورت کے بغیر رنگ ونور اور لذت وسرور کا وجود ہی بے معنی ہے۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

اس لئے اس خوبصورت اور پُرتعیش جنت میں عورت بھی، ناز ونعمت، سیرت وصورت، حسن ومحبت اور ہم عمر بلا خیز جوانی کی ایسی صفات سے آراستہ ہوں گی جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا، قرآن نے ان کے بارے میں کہا۔ **انَّا اَنْشأ نٰهُنّ انْشآءً فَجَعَلْنٰهُن ابكاراً، عُرُباً اتراباً لا صحٰب اليمين.** ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر نئی تخلیق میں پیدا کیا ہے۔ جن میں حوریں ہیں اور وہ عورتیں بھی، جو دنیا میں بوڑھی اور بدشکل تھیں، ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں اور محبوبہ ہیں (یعنی شوہر کی عاشق اور من پسند حرکات وشمائل، ناز وادا، حسن وجمال سب چیزیں ان کی دلکش) ہم عمر ہیں (یا تو سب حوریں، آپس میں ہم عمر ہوں گی، یا اپنے شوہروں کے ساتھ عمر میں مساوی ہوں گی، جنت میں مرد وعورت سب ہم عمر کردئے جائیں گے)

## ﴿بڑھیا جوان ہوکر جنت میں جائے گی﴾

حضرت حسن بصریؒ بیان فرماتے ہیں **اَتَتْ عَجُوزٌ الی النبی ﷺ فقالَتْ یا**

**رسولَ اللّٰہ ادع اللہ تَعَالیٰ ان یَدُخلنی الجنة فقال یا ام فلانٍ ان الجنة لا تدخلها عجوزٌ فقال فوَلَّت تبکی فقال اخبروها انها لا تدخلها وهی عَجوزٌ ان اللہ تعالیٰ یقول انّا انشأ نهُنَّ انشاءً فجعَلنهُنَّ اَبْکاراً** (شمائل ترمذی، البدورالسافرۃ ۲۰۲۲، البعث والنشور ۳۸۲، ھادی الارواح ص۲۹۲).

ایک بڑھیا رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمادیں کہ وہ مجھے جنت میں داخل فرمادے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اے فلاں کی ماں، جنت میں تو کوئی بڑھیا داخل نہیں ہوگی، حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ (یہ جواب سن کر) بڑھیا منہ پھیر کر جاتے ہوئے رونے لگی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اسکو بتادو کہ اس میں کوئی عورت بڑھیا ہونے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ہم ان کو دوسری طرح تخلیق کریں گے، اوران کو کنواریاں بنادیں گے۔

## ﴿جنتی جنت کی بہاروں میں﴾

سورہ غاشیہ میں ہے کہ بہت سے چہرے اس روز بارونق اوراپنے نیک کاموں کی بدولت خوش ہوں گے، بہشت بریں میں ہوں گے، جن میں کوئی لغویات نہیں سنیں گے۔ اس میں ایک بہتا ہوا چشمہ ہے اس میں اونچے اونچے تخت بچھے ہیں، اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں، اور برابر لگے ہوئے گدے اور تکیے ہیں اور سب طرف قالین بچھے ہوئے ہیں۔ (پ۳۰، آیت ۸،۱٦)

ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہوں گے، موتیوں کا ہار پہنے ہوں گے،

لباس انکا ریشمی ہوگا۔(قرآن)

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت کے سروں پر تاج موتیوں سے مرصع ہوں گے، ان کے ادنیٰ موتی کی روشنی ایسی ہوگی کہ مشرق سے مغرب تک پورے عالم کو روشن کردے گی ، (رواہ الترمذی والحاکم صححہ، والبیہقی ،ازمظہری).

امام قرطبی نے فرمایا کہ ہر جنتی کے ہاتھ میں کنگن پہنائے جائیں گے، ایک سونے کا، ایک چاندی کا، ایک موتیوں کا۔ (معارف القرآن ج ۷/۳۴۹)

**جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی:** اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کا تمہارا جی چاہے۔موجود ہے۔اوراس میں جو مانگو، بلکہ بلا مانگے جوتمہارا دل چاہے،موجودہوجائے گا **وَلَكم فيها ما تشتهي انفسكم ولكم فيها ماَ تدّعون** (پ۲۴،حم سجدہ،آیت ۳۱).

اور یہ سب مہمانی کے بطور ہوگا، بخشنے والے مہربان کی طرف سے، حاصل یہ کہ تمہاری ہر خواہش پوری کی جائیگی، خواہ تم مانگو یا نہ مانگو۔

## ﴿جنت کے جام شراب اور چشمے﴾

سورہ دھر میں ہے: جو نیک ہیں وہ ایسے جام شراب سے پئیں گے، جس میں کافور کی آمیزش ہوگی، یعنی ایسے چشمے سے (پئیں گے) جس سے خدا کے خاص بندے پئیں گے، جس کو وہ (جہاں چاہیں گے بہا کر لیجائیں گے)۔

دُرّ منثور میں ابن شوذب سے مروی ہے کہ جنتیوں کے ہاتھ میں سونے کی چھڑیاں ہوں گی ، وہ چھڑیوں سے جس طرف اشارہ کردیں گے، نہریں اسی طرف چلنے لگیں گی اور یہ کافور دنیا کا کافور نہیں ہے بلکہ جنت کا کافور ہے، جو سپیدی اور تفریح وتقویتِ دل ودماغ میں اس کا مشارک ہے، پس وہاں اس جام میں کافور ملایا جائے گا، وہ جام شراب ایسے چشمے سے بھرا جائے گا جس سے مقرب بندے پئیں گے، وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں، خدا کی محبت میں غریب اور یتیم اور قیدی کو محض رضائے الٰہی کیلئے کھانا کھلاتے ہیں، نہ وہ تم سے بدلہ چاہیں گے اور نہ شکریہ۔

ہم اپنے رب سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں، سواللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا۔ اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا، اور ان کی پختگی (استقامت فی الدین) کے بدلے ان کو جنت اور ریشمی لباس دے گا، اس حالت میں کہ وہ وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ وہاں نہ تو سورج کی تیز شعاعوں سے انہیں کوئی تکلیف پہونچے گی، نہ جاڑے کی بہت سرد ہوائیں انہیں ناگوار گذریں گی، بلکہ بہار کا سا موسم ہر وقت اور ہمیشہ رہے گا۔ سردی اور گرمی کے جھمیلوں سے دور ہوں گے، جنتی درختوں کی شاخیں جھوم جھوم کر ان پر سایہ کئے ہوئے ہوں گی، اور میوے ان سے بالکل قریب ہوں گے۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اسکی مٹی خالص مشک کی ہے، اس کے درختوں کے تنے، سونے چاندی کے ہیں، ڈالیاں لؤلو، زبرجد اور

یاقوت کی ہیں، ان کے درمیان پتے اور پھل ہیں، جن کو توڑنے میں کوئی دقت اور مشکل نہیں، چاہے بیٹھے بیٹھے توڑ لو، چاہے کھڑے کھڑے، بلکہ اگر چاہو لیٹے لیٹے۔

ایک طرف خوش خرام، خوبصورت، خوش دل، با ادب، سلیقہ شعار، فرمانبردار خادم، قسم قسم کے کھانے، چاندی کے برتنوں میں لئے کھڑے ہیں، دوسری جانب شراب طہور سے چھلکتے ہوئے بلوریں جام لئے ساقیانِ مہوش اشارے کے منتظر ہیں، یہ گلاس صفائی میں شیشے جیسے اور سفیدی میں چاندی جیسے ہوں گے، دراصل ہوں گے چاندی جیسے، لیکن شیشے کی طرح شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے گی۔

پھر یہ جام نپے تلے ہوئے ہوں گے، ساقی کے ہاتھ میں زیب دیں گے، ان کی ہتھیلیوں پر بھلے معلوم ہوں گے اور پینے والوں کی حسب خواہش شراب طہور اس میں سما جائے گی جو نہ بچے گی اور نہ گھٹے گی۔ ان نایاب گلدستوں میں جو پاک، خوش ذائقہ اور سرور والی بے نشے کی شراب انہیں ملے گی وہ جنت کی نہر سلسبیل کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی۔

سلسبیل بقول حضرت عکرمہؒ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے، کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ مسلسل روانگی کے ساتھ بہہ رہا ہے، اس کا پانی بہت ہلکا، نہایت شیریں، خوش ذائقہ اور خوشبودار ہے، جو آسانی سے پیا جائے۔

ان نعمتوں کے ساتھ خوبصورت، حسین نوخیز کم عمر لڑکے، ان کی خدمت کیلئے کمر بستہ ہوں گے۔ یہ غلمانِ جنتی، جس عمر میں ہوں گے، اسی عمر میں رہیں گے۔ یہ نہیں کہ عمر بڑھ کر صورت بگڑ جائے، یہ نفیس پوشاک اور بیش قیمت جڑاؤ زیور پہنے ہوئے کثیر

تعداد میں ادھر اُدھر مختلف کاموں پر بٹے ہوئے ہوں گے، جنہیں وہ دوڑ، بھاگ کر مستعدی سے انجام دے رہے ہوں گے۔ ایسا معلوم ہوگا، گویا سفید آبدار موتی اِدھر اُدھر جنت میں بکھرے پڑے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہر ایک جنتی کے ایک ہزار خادم ہوں گے، جو مختلف کام کاج میں لگے ہوئے ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے نبی! تم جنت کی جس جگہ نظر ڈالو: تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی سلطنت نظر آئے گی تم دیکھو گے کہ راحت وسرور اور نعمت ونور سے چپہ چپہ معمور ہے۔

چنانچہ، صحیح حدیث میں ہے کہ ''سب سے آخر میں جو جہنم سے نکالا جائے گا، اور جنت میں بھیجا جائے گا۔ اس سے باری تعالیٰ فرمائے گا، جا! میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے، بلکہ اس سے بھی دس حصے زیادہ، اور حضرت ابن عمر کی روایت میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کی ملکیت وملک دو ہزار سال کی مسافت کا ہوگا، ہر قریب وبعید کی چیز پر اسکی بیک نظر یکساں نگاہیں ہوں گی۔ یہ حال تو ہے ادنیٰ جنتی کا، پھر سمجھ لو، اعلیٰ جنتی کا درجہ کیا ہوگا، اس کی نعمتیں کیسی ہوں گی، (پ۲۹، سورہ دھر کی تفسیر، تفسیر ابن کثیر سے ماخوذ)۔

## ﴿جنت کے بالا خانے﴾

**لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ، وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيعَادَ** (سورۂ زمر، پ۲۳، آیت ۲۰)

گفتگو کا آغاز یہاں سے ہے **اَفَمَنْ حَقَّ عَلیه کلمة العذاب اَفَانت تنقذ من فی النار** (آیت۱۹) اللہ رب العزت کہہ رہا ہے، بھلا جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہے جس کی بدبختی لکھی جا چکی ہے، تو کیا تو اُسے جو دوزخ میں ہے، چھڑا سکتا ہے، تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ انہیں عذابِ الٰہی سے بچا سکو۔

عذاب سے تو وہ محفوظ ہوں گے۔ جو نیک بخت، نیک اعمال، اور نیک عقیدہ ہوں گے، وہی لوگ قیامت کے دن جنت کے محلات میں مزے کریں گے۔ ان بالا خانوں میں جو کئی کئی منزلوں کے ہیں، تمام سامانِ آرائش وآسائش سے آراستہ ہیں، وسیع اور بلند، خوبصورت اور دیدہ زیب ہیں، حضور ﷺ فرماتے ہیں، جنت میں ایسے محل ہیں، جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے صاف دکھائی دیتا ہے۔

ایک اعرابی نے پوچھا، یارسول! یہ کن لوگوں کیلئے ہیں، فرمایا، ان کیلئے، جو نرم کلامی کریں، کھانا کھلائیں، اور راتوں کو جب لوگ میٹھی نیند میں ہوں تو یہ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑائیں، نمازیں پڑھیں (ترمذی).

مسند احمد میں فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے، انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کیلئے بنایا ہے، جو کھانا کھلائیں، کلام کو نرم رکھیں، پے در پے بکثرت نفلی روزے رکھیں، اور پچھلی راتوں کو تہجد پڑھیں۔

مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے، جنتی، جنت کے بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے، جیسے تم آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو، اور روایت میں ہے کہ مشرقی اور

مغربی کناروں کے ستارے جس طرح تمہیں دکھائی دیتے ہیں، اسی طرح جنت کے وہ محلات تمہیں نظر آئیں گے۔ حدیث میں ہے کہ ان محلات کی یہ تعریفیں سن کر لوگوں نے کہا حضور یہ تو نبیوں کیلئے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا، ہاں! اور ان لوگوں کیلئے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کو سچا جانا۔ (ترمذی)

مسند احمد میں ہے کہ رسول ﷺ سے صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! جب تک ہم آپ کی خدمت میں رہتے ہیں، اور آپ کے چہرۂ انور کو دیکھتے رہتے ہیں، اس وقت تو ہمارے دل نرم رہتے ہیں، اور ہم آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے ہیں، لیکن جب آپ کی مجلس سے اٹھ کر دنیوی کاروبار میں مصروف ہوجاتے ہیں اور بال بچوں میں مشغول ہوجاتے ہیں، تو اس وقت ہماری وہ حالت نہیں رہتی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اگر) تم ہر وقت اسی حالت پر رہتے، جو حالت تمہاری میرے سامنے ہوتی ہے، تو فرشتے اپنے ہاتھوں سے تم سے مصافحہ کرتے اور تمہارے گھروں میں آکر تم سے ملاقاتیں کرتے۔

سنو! اگر تم گناہ ہی نہ کرتے، تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں، تاکہ خدا تعالیٰ ان کو بخشے۔

ہم نے کہا حضور ﷺ! جنت کی بناء کس چیز کی ہے؟ فرمایا کہ ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی، اس کا چونا، خالص مشک ہے، اسکی کنکریاں لؤلؤ اور یاقوت ہیں، اس کی مٹی زعفران ہے اس میں جو داخل ہوگیا وہ مالا مال ہوگیا، جس کے بعد بے مال ہونے کا خطرہ نہیں، وہ ہمیشہ اس میں ہی رہے گا۔ وہاں سے نکالے جانے کا امکان ہی نہیں، نہ موت کا کھٹکا ہے، ان کے کپڑے گلتے، سڑتے نہیں، ان کی جوانی ہمیشگی والی ہے۔

سنو! تین شخصوں کی دعاء مردود نہیں ہوتی، عادل بادشاہ، روزے دار، اور

مظلوم۔ان کی دعائیں اَبر پر اٹھائی جاتی ہیں۔اوران کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اوراللہ رب العزت فرماتا ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تمہاری ضرور مدد کرونگا،اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہو(ترمذی،ابن ماجہ)

ان محلات کے درمیان چشمے بہہ رہے ہیں،اور وہ بھی ایسے کہ جہاں چاہیں، پانی پہونچائیں، جب اور جتنا چاہیں بہاؤ رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اپنے مؤمن بندوں سے، یقیناً ذاتِ خداوندی وعدہ خلافی سے پاک ہے۔

سورہ عنکبوت میں بھی اسکا تذکرہ ہے:**والذین آمنوا وعملوا الصّٰلِحٰتِ لنبّوئنَّھُمْ من الجنة غُرَفاً تجری من تحتھا الانھٰرُ، خٰلدین فیھا ؕ نعم اجر العٰمِلین** (پ۲۱،آیت۵۸)

جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے،انہیں ہم ان کو جنت کے ان بلند بالا خانوں میں جگہ دیں گے،جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، کیا ہی اچھا اجر ہے کام کرنے والوں کا۔

سورہ فرقان میں ارشاد باری ہے:**اولٰئک یُجزَوْنَ الغُرفَة بِمَا صَبَروا وَیُلَقَّوْنَ فیھا تحیَّةً وسَلٰماً** (پ۱۹،آیت۷۵)

یہی وہ لوگ ہیں،جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند،بالا خانے دئے جائیں گے، جہاں ان کو دعاء وسلام پہونچایا جائے گا۔

ایماندار، اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جنت عدن کی بلند وبالا منزلوں میں پہونچائے گا جن کے نیچے قسم قسم کی نہریں بہہ رہی ہیں، یہ نہریں،جنتی

جہاں چاہیں گے بہنے لگیں گی ، یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے ۔ نہ وہاں سے نکالے جائیں گے نہ ہٹائے جائیں گے، نہ وہ نعمتیں ختم ہوں گی، مومنوں کے نیک اعمال پر جنّتی بالا خانے انہیں مبارک ہوں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر، باطن سے نظر آتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے لئے بنایا ہے، جو کھانا کھلائیں، خوش کلام، نرم گو ہوں، روزے، نماز کے پابند ہوں اور راتوں کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ نماز پڑھتے ہوں، اور اپنے ہر احوال میں خواہ دینی ہوں یا دنیوی اپنے رب پر کامل بھروسہ رکھتے ہوں (تفسیر ابن کثیر، پ۲۱، ج۴)

حضرت سھل بن سعد روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **الغرفة من یاقوتَةٍ حَمْراء وزبر جَدةٍ خضراء وذرَّةٍ بیضاء لَیْسَ فیهَا فَصْمٌ وَلا وَصْمٌ** (بدور السافرہ ۱۷۸۷، کنز العمال ۳۲۶۴۹) یہ بالا خانہ سرخ یاقوت اور سبز زبرجد اور سفید چمکدار موتی کا ہوگا، ان میں کٹاؤ ہوگا، نہ جڑاؤ ہوگا۔ (بلکہ یہ سب ایک ہی موتی معلوم ہوں گے)

## ﴿جنت کے بازار کی عجیب وغریب نرالی شان﴾

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اِن فی الجنّة لسَوْ قاً مَا فیها بیع ولاَ شراءٌ الا الصور مِن الرّجال والنساء فاذا اشتهیٰ الرجُلُ الصورةَ دَخَل فیها واِن فیها لمجتمعات للحور العین**

**یَرُفع باصوات لم یسمع الخلائق مثلها ، یقلن.**

**نحن الخالدات فلا نبید ☆ ونحن الناعِمَات فلا نباس**

**ونحن الرّٰضیات فلا نسخط ☆ وطوبیٰ لمن کان لنا وکنا له**

(مشکوٰۃ ۵۶۴۶،ترمذی ۶۸۶/۴،۶۹۶،سیر اعلام النبلاء ۳۹۶/۱۱)

ترجمہ: جنت میں ایک بازار ہے،جس میں کوئی خرید وفروخت نہ ہوگی۔ بلکہ مردوں اورعورتوں کی شکلیں ہوں گی ، جب کوئی مرد کسی شکل کو پسند کرے گا تو وہ اس میں داخل ہوجائے گا،(اوراس مرد کی ویسی ہی شکل ہوجائے گی )اور وہیں پر حورعین کی محفلیں ہوں گی ، جوایسی اونچی اورخوبصورت آوازوں میں نغمہ سرائی کریں گی کہ ویسی آوازمخلوق نے سنی ہی نہ ہوگی وہ کہیں گی۔

ہم ہمیشہ زندہ رہیں گی ،کبھی فنا نہ ہوں گی ،ہم نعمتوں میں پلنے والی ہیں،کبھی خستہ حال نہ ہوں گی ،ہم راضی رہنے والی ہیں،کبھی ناراض نہ ہوں گی ،خوشخبری اور مبارک ہواسکو جوہمارا خاوند ہےاورہم اس کی بیویاں ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا، جنت میں ایک بازار ہے،جس میں کستوری کے ٹیلے ہیں، جو برف سے زیادہ سفید ہیں، جب جنتی حضرات اس میں داخل ہوں گےتو اللہ تعالیٰ ان پرایک ہوا چلائیں گے،اس ہوا کا نام " مثیـــــرہ " ہوگا، جوان پرمشک پاشی کرے گا، پھر جب یہ حضرات اپنی بیویوں کے پاس جائیں گےاوران سے پاکیزہ خوشبواورچمکتی ہوئی رنگینیاں آشکارا ہورہی ہوں گی۔(تو وہ کہیں گی ) کہ تم اس قدرحسن وجمال کے ساتھ تو ہم سے روانہ

نہیں ہوئے تھے؟ تو وہ کہیں گے اور تم بھی تو اللہ کی قسم ہمارے سامنے پاکیزگی اور حسن وجمال میں بڑھ گئی ہو۔ پھر رحمٰن جل شانہ کی طرف سے ایک فرشتہ منادی کرے گا کہ آپ لوگ، اللہ کے بندے اور دوست ہو، اسی طرح تمہارے لئے ہر وقت نعمت اور شان وشوکت میں تجدید کی جاتی رہے گی۔ (وصف الفردوس ۶۱)

## ﴿اللہ ہمیں اور آپ کو جنت کے بازار میں ملادے﴾

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ ان کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو جنت کے بازار میں ملادے، تو حضرت سعید بن المسیب نے عرض کیا! اے ابو ہریرہ! کیا جنت میں بازار بھی ہوگا؟ فرمایا ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ جنت میں ایک بازار ہوگا، جس کو فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا، اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی، جن کو آنکھوں نے نہیں دیکھا، اور نہ ہی کانوں نے ان کو سنا، اور نہ ہی دلوں میں ان کا خیال گذرا۔ چنانچہ یہ جنتی اس بازار سے جس چیز کا دل چاہے گا لے لیں گے، اس بازار میں لوگ ایک دوسرے سے ملاقاتیں کریں گے، حتی کہ ان لوگوں میں سے ہر ایک شخص اس شخص سے بھی ملاقات کر سکے گا، جو اس سے اوپر کے درجہ میں ہوگا، جب یہ اس کے لباس کو دیکھے گا تو اس کو گھبراہٹ ہوگی، اس کا تعجب ابھی ختم نہ ہوا ہوگا کہ اس کو بھی ویسا ہی لباس پہنا دیا جائے گا، یا اس سے بھی زیادہ خوبصورت، اس لئے کہ وہاں کسی شخص کیلئے مناسب نہ ہوگا کہ وہ جنت میں غمگین ہو۔

## ﴿بازار جس میں خرید وفروخت نہ ہوگی﴾

عبداللہ بن حکم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جنت میں ایک بازار ہے جس میں کوئی خرید وفروخت نہ ہوگی، اس میں پوشاکیں ہوں گی، موٹا ریشم ہوگا، باریک ریشم ہوگا، سادہ ریشم ہوگا، بچھونے ہوں گے، عمدہ فرش ہوں گے، جواہر ہوں گے، یاقوت ہوں گے، لٹکے ہوئے تاج ہوں گے، جنتی حضرات ان میں سے جس چیز کا دل چاہے گا لے لیں گے، پھر بھی اس بازار میں کمی واقع نہ ہوگی، اس بازار میں صورتیں ہوں گی، جیسا کہ مردوں کی خوبصورت صورتیں ہوسکتی ہیں، ان میں سے ہر صورت کے سینہ پر یہ لکھا ہوگا، جو شخص یہ تمنا کرے کہ اس کا حسن میری صورت جیسا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی صورت کو میرے حسن کے مطابق بنادیں گے، جو شخص تمنا کرے گا کہ اس کے چہرے کا حسن میری صورت کے مطابق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی صورت کو میرے حسن کے مطابق کردیں گے، اور جو شخص تمنا کرے گا کہ اس کے چہرے کا حسن اس صورت کے مثل ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی صورت کے مطابق کردیں گے۔

(وصف الفردوس ۱۷۷)

## جنت میں دنیا کی عورتیں

حضرت حبان بن جبلہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی عورتیں جب جنت میں داخل ہوں گی تو ان کو نیک اعمال کی وجہ سے حوروں پر فضیلت عطا فرمائی جائے گی، (صفۃ الجنۃ ابن ابی الدنیا ۲۷۹، تذکرۃ القرطبی ۲/۴۷۷)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے، آپ نے فرمایاانّ الاٰدمیات افضل مِنَ الحور العین سبعین الف ضعف ،دنیاوی عورتیں حورعین سے ستر ہزار گنا افضل ہوں گی۔

## ﴿دنیا کی بیوی جنت میں بھی بیوی رہے گی﴾

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی، کہ جو شخص کسی عورت سے شادی کرتا ہے، جنت میں بھی وہ عورت، اس کی بیوی ہوگی (ابن وہب، البدورالسافرہ ۲۰۶۱)

حضرت حذیفہ نے اپنی بیوی سے فرمایا تھا کہ اگر تمہیں یہ بات پسند آئے کہ تو جنت میں میری بیوی رہے، اور اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو جنت میں ملادیں تو تم میرے بعد اور نکاح نہ کرنا، کیونکہ (جنت میں) عورت اپنے دنیا کے آخری خاوند کی بیوی بنے گی (تذکرۃ القرطبی ۱/۴۸۲)

حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ عورت جس کے دنیا میں دو خاوند ہوتے ہیں، یہ عورت بھی فوت ہوجاتی ہے، اور وہ بھی فوت ہوجاتے ہیں، پھر یہ سب جنت میں داخل ہوں، تو یہ عورت کس خاوند کی بیوی بنے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایالا حَسَنِھا خُلقاً کان عند ھا فی الدنیا ، جو دنیا میں ان دونوں میں اچھے اخلاق سے پیش آتا تھا، ذھب حُسن الخلق بخیر الدنیا والاٰخِرۃِ. حسن اخلاق دنیا اور آخرت، دونوں کی خوبیاں لے گیا۔

## ﴿دین میں اخلاق کی اہمیت﴾

**عن عَبداللّٰہِ بن عمر وقال قال رَسُول اللّٰہ اِنّ مِنْ خیارکُمْ اَحْسَنُکُمْ اخلاقا** (بخاری ومسلم) حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

**عَنْ ابیْ ھریرۃ قال قال رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلَّمْ اَکْمَلُ المؤمنین اِیْمَاناً اَحْسَنُھُم خُلُقاً** (ابوداؤد ودارمی)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایمان والوں میں سب سے کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں، جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔

**عَنْ ابی الدرداء عن النبی صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم قَال اِنّ اثقل شئی یُوضع فِی میزان المؤمن یَوم القییمۃِ خُلُقٌ حَسَنٌ** (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابو درداء سے روایت ہے، کہ آپ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن مومن کی میزان عمل میں سب سے زیادہ وزنی اور بھاری چیز جو رکھی جائے گی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے، **عَنْ رجلٍ مِنْ مُزینَۃَ قالَ قالوا یا رسُوْل اللّٰہ مَاخَیْرُ مَا اُعْطِیَ الانْسَانُ ؟ قال الخُلُقُ الحسَنُ** (بیہقی فی شعب الایمان)

قبیلہ مزینہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے، اس میں سب سے بہتر کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اچھے اخلاق۔ ان احادیث کی روشنی میں اندازہ لگایئے کہ حسن اخلاق کی

کس قدر اہمیت ہے حسنِ اخلاق وہ نسخۂ اکسیر ہے، جس سے دنیا کی زندگی راحت وسکون پاتی ہے، آدمی کیلئے عزت واحترام اور محبتوں کے دروازے کھلتے ہیں، اور قدر و منزلت اس کی قدمبوسی کرتی ہے۔

اور آخرت میں خوش اخلاقی کا نتیجہ رحیم وکریم آقا کی رضا اور وہ جنت ہے، جو اس نے اپنے بندوں کیلئے تیار کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: **قال رَسُول اللّٰہ ﷺ قال اللہ تعالیٰ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصالحین مَا لا عین رأت ولا اُذنٌ سمعت ولا خطر عَلیٰ قلب بشر، واقرؤا ان شئتم فَلَا تَعْلَمُ مَا اُخْفِیَ لَھُمْ مِن قرّۃِ اَعْیُنٍ** (بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ چیزیں تیار کی ہیں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سُنا، نہ کسی انسان کے دل میں کبھی اس کا خیال گذرا، اگر تم چاہو، تو قرآن کی یہ آیت پڑھو، **فَلا تعْلَمُ نفسٌ ما اُخْفِیَ لَھُمْ مِنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ**، کوئی آدمی بھی اُن نعمتوں کو نہیں جانتا، جو بندوں کے لئے چھپا کر رکھی گئی ہیں، جن میں اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ہے۔

پھر ظاہر ہے کہ جنت کا جغرافیہ کون بیان کرسکتا ہے، اسکی نعمتوں کا شمار کون کرسکتا ہے، اس کے محاسن اور اسکے عجائبات کا احاطہ کس کے بس میں ہے اس لئے یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ قرآن واحادیث میں جو جنت اور جہنم کا ذکر بار بار کیا گیا ہے، اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس کو پڑھ کر لوگوں میں جنت کا شوق اُبھرے، تاکہ وہ

اچھے اعمال اختیار کریں، اور جہنم کا خوف پیدا ہو، تا کہ اُن بُرائیوں سے بچ سکیں جو دوزخ میں لے جانے والی ہیں، دنیا کی زندگی کا آخری انجام، چونکہ جنت اور جہنم ہے ،اسی تناظر میں جنت اور جہنم کی ایک مختصر سی جھلک پیش کی گئی ہے۔

آخر میں اس حدیث پر جنت کے تذکرہ کو ختم کیا جارہا ہے کہ جب جنتی، جنت میں پہونچ جائیں گے تو پھر اہل جنت کو آواز دے کر یہ کہا جائے گا۔

## ﴿جنت میں پہونچنے کے بعد ایک اعلان﴾

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یُنادی مُنادٍ انَّ لَکُمْ اَنْ تَصِحُّوا فلا تَسْقِمُوا اَبَداً وَاَنَّ لکُمْ اَنْ تَحْیَوْافَلاَ تمُوتوا اَبداً وَاَنَّ لکُمْ اَنْ تَشِبُّوا فَلا تَھر مُوا اَبَداً وَاَنّ لَکُمْ اَنْ تَنعِمُوا فَلا تَبْأَ سُوْا اَبَداً، فَذَالِک قَولہ عَزّوَجَلّ وَنُوْدُوْا اَنْ تِلکُمُ الجنَّة اورِثتُموھَا بِمَا کُنْتُم تَعْمَلون. (سورہ اعراف، آیت ۴۳) البعث والنشور ۴۸۸، ترمذی ۳۲۴۶، البدور السافرہ حدیث ۲۱۵۹، مسند احمد ۳/۹۵)

(جنت میں داخل ہونے کے بعد جنتیوں کو) ایک منادی ندا کرے گا کہ تمہارے لئے خوش خبری ہے کہ تم صحت مند رہو گے، کبھی بیمار نہ ہو گے، اور تمہارے لئے یہ بھی خوش خبری ہے کہ تم زندہ رہو گے کبھی نہیں مرو گے، اور تمہارے لئے یہ بھی خوش خبری ہے کہ تم جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، اور تمہارے لئے یہ بھی خوشخبری ہے کہ تم ناز اور نعمتوں میں رہو گے، کبھی دکھ نہ دیکھو گے۔

اللہ تعالیٰ کا اس کے متعلق ارشاد ہے، کہ ان جنت والوں کو پکار کر کہا جائے گا کہ یہ جنت (ہے جو) تم کو دی گئی ہے، اس عمل کے بدلہ میں جو تم کرتے تھے۔

اے خدا! دنیا میں آنے کے بعد، بغیر مانگے اور بغیر کچھ کئے شیر مادر کے چشمے عنایت کرنے والے! تیری بارگاہِ عالی میں، نہایت عاجزی کے ساتھ ہم عرض گذار ہیں! کہ دنیا سے جب سفر ہو، تو ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو، اور تیرے نیک بندوں کے ساتھ حشر ہو اور جنت کی وہ تمام نعمتیں میسر ہوں جو تو نے اپنے مخلص بندوں کیلئے تیار کی ہیں۔

اے کریم! آرزو ہے کہ ہماری للچائی ہوئی طبیعت کے ارمان پورے ہوں اور جنت الفردوس اور اس کی بہاریں عطا ہوں، خواہ ہمارے اعمال اس کے لائق نہ ہوں، لیکن یہ تو ایمان ہے کہ تیری رحمت بہت وسیع ہے اور تیرا نواز نا اعمال پر موقوف نہیں، اور یہ بھی یقین ہے کہ تیری رحمت تیرے غضب پر غالب ہے۔ کیونکہ تو نے خود فرما دیا ہے رحمتی وَسِعَتْ علیٰ غضبِی کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے، اس لئے تیری بارگاہ میں درخواست کرتے ہیں، کہ ہماری چھوٹی، بڑی تمام خطاؤں سے درگذر فرما اور جہنم کے عذاب سے حفاظت کے فیصلے فرما۔ آمین یارب العالمین۔

# جہنم اور اس کے دردناک مناظر

جنت اور جہنم کا تذکرہ، قرآن میں مختلف انداز سے بار بار کیا گیا ہے۔ تاکہ دونوں کا تصور دل ودماغ میں بس جائے، جنت کی لازوال نعمتوں، خوش رنگ، خوش ذائقہ پھلوں، باغات اور اسکی گھنی شاخوں، مست اور بے خود کرنے والی فضاؤں، بے

مثل نگار آلود محلوں، نازک اندام عورتوں، لؤلؤ ومرجان کی طرح حوروغلماں کی ٹولیوں، دودھ، شراب اور شہد کی بہتی نہروں، اور بہت کچھ تصور سے ماوراء، جس کی ادنی سی جھلک پیش کی گئی۔

بہشت آنرا کہ آزارے نباشد

کسے را با کسے کارے نباشد

جنت تو ایسی ہے جہاں کوئی تکلیف نہیں، کسی کو کسی سے کوئی کام نہیں ؎ع

نہ غرض، کسی سے نہ واسطہ ☆ مجھے کام اپنے ہی کام سے

جو دل چاہے وہ موجود، تو پھر کسی کی ضرورت کیا، لیکن جہنم! اسکے بالکل برعکس ہے جہاں آرام وراحت کا کوئی تصور نہیں، بس عذاب ہی عذاب ہے، جس کو دیکھ کر ظالمین پکار اٹھیں گے **هَلْ اِلیٰ مَرَدٍّ مِنْ سبیل** (پ۲۵، شوریٰ، ۴۴)۔ کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی (صورت) ہوسکتی ہے۔ یہ فکر اس وقت ہوگی، جب آگ کے روبرو ہوں گے، ذلت سے نظریں جھکائے پوشیدہ نگاہ سے دیکھتے ہوں گے مگر اس وقت کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی، اس لئے ضرورت ہے کہ آج اس آگ سے بچنے کی فکر کر لی جائے، تاکہ کل افسوس نہ کرنا پڑے، جہنم جب سامنے ہوگی تو یہ ظالم حسرت کے ساتھ کیا کہیں گے، قرآن ناطق سے سنئے **وَلَوْ تَریٰ اِذْوُقِفُوْا عَلیٰ النَارِ فَقالوا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بایٰاتِ رِبِّنَاوَنَکونَ مِنَ المُؤمِنِیْن** (پ۷، انعام، ۲۷)۔ اور اگر تو دیکھے، جس وقت کھڑے کئے جائیں گے وہ دوزخ پر، کہیں گے اے کاش! ہم پھر بھیج دئے جائیں، اور ہم نہ جھٹلائیں اپنے رب کی آیتوں کو اور ہو جائیں ہم ایمان

والوں میں ۔اللہ علیم وخبیر ہے اس کو معلوم ہے یہ جھوٹے ہیں، دنیا میں جا کر یہی کہیں گے، اِن ھِیَ اِلاّ حَیَاتنا الدُّنیا وَمَا نَحنُ بِمَبعُوثِین، زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی ،اور ہم کو پھر زندہ نہیں ہونا ہے، اور پھر جب یہ اللہ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے تو اللہ ان سے کہے گا، اَلَیسَ ھٰذا بالحقِّ قَالوا بلیٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقوا العَذابَ بِمَا کُنتُمْ تَکفُرُون (پ۷،انعام،۳۰)

کیا یہ سچ نہیں ہے؟ کہیں گے، کیوں نہیں، قسم ہے، اپنے رب کی ،فرمائے گا چکھو عذاب، بدلے میں کفر کے۔

یہ ایک حقیقت ہے، کوئی قصہ، کہانی اور خواب وخیال نہیں ،جہنم کے عذاب کو روبرو دیکھ کر اس وقت اس سے بچنے کی فکر بے سود ہوگی۔اسلئے رحیم وکریم آقا نے جہنم کی مصیبتوں اور جنت کی نعمتوں کو بار بار بیان فرمایا، تا کہ جنت کا شوق پیدا ہو جائے اور جہنم کا خوف دل میں آجائے۔کیونکہ زندگی شوق اور خوف کی پٹری پر دوڑتی اور ٹھہرتی ہے۔

شوق ، رَخشِ عمل کو مہمیز کرتا ہے، چونکہ اس کے پیچھے خواہشات کی تکمیل اور کامرانی کا یقین ہوتا ہے، اور خوف اس کو گناہ کے کام سے اس لئے روکتا ہے کہ اس کا بھیانک انجام پیش نظر ہوتا ہے۔

خالق کائنات نے جب جنت کا ذکر کیا تو فرمایا اُعِدَّت للمتقین. یہ پرہیز گاروں کیلئے ہے، اور جب جہنم کا ذکر کیا تو فرمایا اُعِدَّتْ لِلکٰفِرِیْن یہ کافروں کیلئے ہے۔جزاءً بِمَا کانوا یَعْمَلُوْن. یہ بدلہ ہوگا دنیا کے کاموں کا یہ کوئی ظلم نہیں بلکہ اس کا تو پہلے ہی سے اعلان کیا جا چکا ہے، فَاَمَّا الَّذِیْنَ شقوا ففی النَّارِ لَھُمْ فِیْھَا

زَفِيْرٌ وَشَهِيْق (پ۱۲، ہود، ۱۰۶).

تو جولوگ بد بخت ہوئے وہ جہنم میں ہوں گے، ان کیلئے چیخنا اور دھاڑنا ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جب تک آسمان وزمین قائم ہیں، مگر جو چاہے آپ کا رب، یقیناً تیرا رب کر گذرتا ہے، جو کچھ چاہے۔ وَاَمَّاالَّذِيْنَ سُعِدُ واففی الجنَّةاور جو لوگ نیک بخت ہوئے وہ جنت میں ہوں گے، جہاں ہمیشہ رہیں گے، جب تک آسمان وزمین باقی رہے۔ مگر جو چاہے تیرا پروردگار، بخششیں ہے بے انتہا۔

ایک طرف جنت، اور بے انتہاء بخششیں ہیں، دوسری طرف چیخ وپکار، اور جہنم کے خوفناک مناظر ہیں۔

## ﴿جہنم کس قدر خوفناک ہے﴾

اندازہ لگایئے اس بات سے کہ جہنم کتنی بھیانک ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل سے پوچھا، مَالِیَ لا اَریٰ میکائیل عَلَیْهِ السَّلام یَضْحَکُ فَقَالَ جِبْرِیْل مَا ضَحِکَ میکائل مُنذُ خُلِقَتِ النَّارُ. (مسند احمد)

کیا بات ہے میں نے میکائیل علیہ السلام کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا، جب سے جہنم پیدا کی گئی، میکائیل کبھی نہیں ہنسے۔

ابوعمران الجونی نے مرسلاً حضور ﷺ سے روایت کیا، (ایک مرتبہ) حضرت جبرئیل رسول ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا۔

اے جبریل تجھے کس چیز نے رُلایا ہے؟ عرض کیا، اے محمد! کیا آپ نہیں روتے؟ جب سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا فرمایا ہے، میری آنکھیں اس خوف سے خشک نہیں ہوئیں، کہ مبادا میں اسکی نافرمانی کر بیٹھوں، اور وہ مجھے اس میں ڈال دے۔

(کتاب الزہد امام احمد)

حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل غمگین حالت میں سر جھکائے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا، اے جبریل: کیا بات ہے، میں تمہیں غمگین دیکھتا ہوں؟ عرض کیا، میں نے جہنم کی ہوا کا ایک تیز جھونکا دیکھا ہے، اس کے بعد سے میری طرف میری رونق نہیں لوٹی. (طبرانی)۔

## ﴿جبریل بھی روئے اور حضور ﷺ بھی روئے﴾

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضرت جبریل علیہ السلام (آپ کے پاس) ایسے وقت میں آئے جس میں پہلے نہیں آتے تھے، تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا؟ اے جبریل کیا بات ہے، میں تمہیں اُڑے ہوئے رنگ میں دیکھ رہا ہوں۔ عرض کیا، میں آپ کے پاس اس وقت تک نہیں آیا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے آگ کے بھڑکانے والے پائپوں کو (جہنم کو بھڑکانے کا) حکم نہیں فرمایا۔

فرمایا: اے جبریل مجھے جہنم کا حال بتاؤ، تو انہوں نے بہت طویل حال بیان کیا اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا، اے جبریل بس کافی ہے۔ میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے مت کرو، ورنہ میں مر جاؤں گا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، پھر حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا

کہ وہ رو رہے تھے، تو آپ نے فرمایا، اے جبریل تم روتے ہو؟ حالانکہ تم اللہ کے نزدیک ایک مرتبہ پر ہو جس پر اب تم ہو، تو انہوں نے عرض کیا، میرے لئے کیا ہے، میں کیوں نہ روؤں، میں تو آپ سے زیادہ رونے کا حق دار ہوں، شاید میں اللہ کے علم میں، اس حال پر نہ ہوؤں جس پر اب ہوں، میں نہیں جانتا، شاید میں بھی اس میں مبتلا کیا جاؤں جس میں ابلیس کو مبتلا کیا گیا، جب کہ وہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا، اور میں نہیں جانتا، شاید میں اس میں مبتلا کیا جاؤں، جس میں ہاروت و ماروت مبتلا کئے گئے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، **فبکیٰ رَسُوْل اللہ صَلَی اللّٰہ عَلَیْہ وسلم وبکیٰ جبریل علیہ السلام فما زالا یبکیان حتی نودیا: یا مُحَمَّد وَیَا جبریل ، ان اللہ عزوجل قَدْ اٰمنکُما اَنْ تَعْصِیاہ، فارتفع جبریل وَخرج رَسُوْل اللہ صَلی اللہ علیہ وسلم .** (طبرانی)

پس رسول اللہ ﷺ بھی رو پڑے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی رو پڑے۔ اور بہت دیر تک روتے رہے، حتی کہ انہیں پکارا گیا، اے محمد، اے جبریل، اللہ نے تم دونوں کو معصوم بنایا ہے، (اس سے) کہ تم نافرمانی کرو، پھر حضرت جبریل علیہ السلام چلے گئے، اور حضور پاک ﷺ (بھی وہاں سے) چلے آئے۔

سوچئے! جہنم کتنی خوفناک ہے کہ اس کے احوال بیان کرتے کرتے جبرئیل علیہ السلام رونے لگے اور حضور پاک ﷺ اس کو سن کر رونے لگے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کو معراج کرائی گئی اس وقت

حضرت جبریل بھی آپ کے ساتھ تھے حضور ﷺ نے کچھ گرنے کی آواز سنی تو فرمایا۔

یاجبریل! مَا هٰذِهِ الهَدَةُ ؟ قَالَ حَجَرٌ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ مِنْ شفير جَهنَّمَ فَهُوَ يَهْوِىْ مُنذُ سَبْعِين عَاماً فَبَلَغَ قَعْرهَا الاٰن. (ابن ابی الدنیا،طبرانی)

اے جبریل یہ گرنے کی آواز کس چیز کی ہے؟ تو حضرت جبریل نے بتایا، یہ ایک پتھر ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے کنارے سے چھوڑا تھا، جو اس میں ستر سال تک گرتا رہا وہ اب جا کر اس کی تہہ کو پہونچا ہے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے رسول اللہ ﷺ کبھی نہیں ہنسے، صرف تبسُّم فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وَالّذِىْ نَفْسِى بِيَدِهٖ لو رَأَيْتُم مَا رأيتُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَّ لَبَكَيْتُمْ كَثِيراً، قالُوا وَمَا رَأيتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ قَالَ رَأَيْتُ الجَنَّة وَ النَّار . (مسلم شریف)

مجھے اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم دیکھ لو، جو میں نے دیکھا ہے، تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ، صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ آپ نے کیا دیکھا؟ فرمایا: جنت اور جہنم کو دیکھا ہے۔

## ﴿جہنم پیدا ہوئی تو بہت سے فرشتے کبھی نہیں ہنسے﴾

حضرت ابوفضالہ اپنے بعض مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

اِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وجَلَّ مَلائِكةً لَمْ يَضْحَكْ اَحَدُهُمْ مُنْذُ خُلِقَتْ جَهَنَّم مَخَافَةَ اَنْ يَغْضِبَ اللّٰه عَلَيْهِمْ فَيُعَذِّبَهُمْ. (ابن ابی الدنیا)

اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ایسے ہیں کہ جب جہنم پیدا کی گئی تو وہ اس خوف سے کبھی نہیں ہنسے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوکران کو (جہنم کے) عذاب میں نہ ڈالدے۔

## ﴿جہنم سے خطرناک کوئی منظرنہیں﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **لَمَّا کَسَفَتِ الشَّمْسُ رَأَیْتُ النَّارَ فَلَمْ اریٰ مَنْظراً کالْیَومِ قَطّ افْظَعُ منْها.** (بخاری ومسلم)

جب سورج گرہن ہوا تو میں نے جہنم کو دیکھا، میں نے آج کے دن کی طرح کبھی بھی اس سے زیادہ خوفناک منظرنہیں دیکھا۔اسی لئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، **لَوْ اُبْرِزَتِ النَّارُ لِلنَّاسِ مَاراٰھا احَدٌ الاَّ ماَت**، اگر جہنم لوگوں کے سامنے کردی جائے تو جو بھی دیکھے گا مرجائے گا۔

جہنم اس قدر خطرناک ہے کہ دنیا کی آگ بھی جہنم کی آگ سے گھبراتی ہے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **انَّ نارکُمْ ھٰذہٖ لَجُزْءٌ مِنْ سبعین جُزْءاً مِنْ نارِجھنَّمَ، وَلولا انَّھَا اُطْفِئَتْ بالْمَاء مَرَّ تین مَا انْتَفَعْتُمْ بِھَا وَانَّھا لَتدْعوا اللہَ انْ لا یَغمِسَھَا فیھا.** (ابن ماجہ)۔

تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا ستر واں حصہ ہے، اگر یہ دومرتبہ پانی سے نہ بجھائی جاتی تو تم اس سے نفع نہ حاصل کرسکتے، یہ آگ اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتی ہے کہ وہ اسکو جہنم میں نہ ڈالے۔

حاکم نے مستدرک میں ایک روایت نقل کی ہے۔ابورجاء کہتے ہیں کہ جب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے آگ کی طرف وحی فرمائی اگر تو نے ان کو تکلیف دی تو میں تجھے بڑی آگ میں دوبارہ پھینک دوں گا، تو یہ تین روز تک بے ہوش ہو کر پڑی رہی، اس عرصہ میں لوگ اس سے کوئی نفع نہ حاصل کر سکے۔ (ابن ابی الدنیا)

## ﴿حیوانات و جمادات کو جہنم کا خوف﴾

حضرت یحییٰ بن کثیر فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہونچی ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام کے غم کا دن ہوتا تو وحشی جانور میدانوں سے، درندے جنگلوں سے، شیر پہاڑوں سے، پرندے گھونسلوں سے اور لوگ بھی گھروں سے آ کر اکٹھا ہو جاتے، حضرت داؤد علیہ السلام منبر پر جلوہ افروز ہوتے، رب کی حمد وثنا کے بعد جنت اور جہنم کا ذکر شروع فرماتے تو ایک گروہ انسانوں سے، ایک درندوں سے، ایک شیروں سے ایک وحشی جانوروں سے، ایک عبادت گزار مردوں اور عورتوں سے مر جاتا، اس کے بعد موت اور قیامت کے ہولناک مناظر کا ذکر فرماتے، اور خود رونا شروع کر دیتے، پس ہر ہر گروہ سے ایک گروہ فوت ہو جاتا۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت فضیل بن العباس فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک پہاڑ کے پاس سے گذرے جو دو نہروں کے درمیان واقع تھا، ایک نہر اس کے دائیں بہتی تھی اور دوسری بائیں، ان کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ پانی کہاں سے آتا ہے، اور کہاں جاتا ہے، تو پہاڑ نے کہا، جو نہر میرے بائیں بہتی ہے، وہ میری بائیں آنکھ کے آنسو

ہیں اور جو داہنے بہتی ہے وہ میری دائیں آنکھ کے آنسو ہیں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا، ایسا کیوں ہے؟ عرض کیا اپنے رب کے خوف کی وجہ سے کہ وہ مجھے جہنم کا ایندھن نہ بنادے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ عزوجل سے دعاء مانگتا ہوں کہ وہ تجھ کو مجھے عطا فرمادے، چنانچہ انہوں نے دعاء کی تو اللہ تعالیٰ نے اُسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمادیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تو مجھے بخش دیا گیا، پس اس پہاڑ سے پانی کا ایک ریلا آیا، جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا اور بہالے گیا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا اللہ کی عزت کے حکم سے ٹھہر جا، میں نے تجھے اپنے رب سے مانگا ہے، اور اس نے تجھ کو مجھے دیدیا ہے۔ تو یہ کیا؟ تو اس نے کہا پہلا رونا خوف کا تھا، اور دوسرا رونا شکر کا ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

## ﴿جہنم خود جہنم سے پناہ مانگتی ہے﴾

عمران بن القصیر کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے، جس سے خود جہنم روزانہ چارسو بار پناہ مانگتی ہے، اس خوف سے کہ اُسے اس میں نہ ڈال دیا جائے کہ وہ اُسے کھا جائے، یہ وادی اللہ نے ریاکاروں کیلئے تیار فرمائی ہے۔

جہنم میں جو چیز بھی ڈال دی جائے وہ اسکو کھا جائے گی، حد یہ ہے کہ آگ خود آگ کو کھا جائے گی، حضرت ابو ہریرہؓ حضور پاک سے روایت کرتے ہیں، کہ آگ نے اپنے رب کے سامنے شکایت کی، اور کہا کہ اے میرے پروردگار میرے ایک حصہ

نے دوسرے کو کھالیا ہے، اب مجھے سانس نکالنے کی اجازت دیجئے، تو اللہ تعالیٰ نے اُسے دوسانس نکالنے کی اجازت دی، ایک سردی میں اور ایک گرمی میں، یہ جو تم گرمی کی سختی پاتے ہو یہ جہنم کی حرارت ہے اور جو سردی کی سختی پاتے ہو یہ جہنم کے زمہریر (کی سردی) سے ہے۔ (بخاری ومسلم)

## ﴿جنت اور جہنم کہاں واقع ہیں﴾

جنت کی چوڑائی تو آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے پڑھئے قرآن کی یہ آیت وَسَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتِ وَ الارضُ " اُعِدَّت لِلْمُتَّقِيْن (پ۴،آل عمران،۱۳۳)

اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جو پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ اور اس آگ (جہنم) سے ڈرتے رہا کرو، جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ہرقل نے حضور ﷺ کی خدمت میں بطور اعتراض ایک سوال لکھ کر بھیجا کہ آپ مجھے اس جنت کی دعوت دے رہے ہیں، جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے، تو یہ فرمایئے کہ پھر جہنم کہاں گئی؟ حضور پاک ﷺ نے فرمایا، جب ہر چیز پر رات آجاتی ہے، تو دن کہاں جاتا ہے؟ اس نے کہا، جہاں اللہ چاہے آپ نے فرمایا، اسی طرح جہنم بھی جہاں اللہ چاہے (بزار) اس کا مطلب یہ کہ گو رات کے وقت ہم دن کو نہیں دیکھتے، تاہم دن کا کسی جگہ ہونا ناممکن نہیں، اسی طرح گو جنت کا عرض اتنا ہی ہے، پھر بھی جہنم کے وجود سے انکار ممکن نہیں (ابن کثیر) جنت

اورجہنم کے وجود سے انکار تو ممکن نہیں، تو پھر کہاں ہیں؟ زمین میں یا آسمان میں حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے عرض کیا، جنت کہاں واقع ہے؟ تو فرمایا، سات آسمانون کے اوپر، میں نے عرض کیا، اور جہنم کہاں ہے؟ تو فرمایا، سات تہ بتہ سمندروں کے نیچے (ابن مندہ)

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جنت آسمان میں ہے اور جہنم زمین میں ہے۔ (ابن خزیمہ، ابن ابی الدنیا)۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جنت ساتوں آسمانوں میں ہے، اور جہنم ساتوں زمینوں میں۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت یعلیٰ بن امیہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں، کہ آپ ﷺ نے فرمایا اَلْبَحْرُ هُوَ جَهَنَّمُ، سمندر ہی جہنم ہے، بہت سے اسلاف نے واذاالبِحَارُ سُجِّرت کی تفسیر یہ کی، کہ سمندروں کو بھڑکا کر جہنم میں شامل کردیا جائے گا۔

دوسری جگہ قسم کھا کر رب نے کہا وَ اَلبَحْرِ المَسْجُور (الطّور). اور قسم ہے اُبلتے ہوئے دریا کی اور سورۃ تکویر میں کہا وَ اِذا البِحَارُ سُجِرت اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے۔ حضرت ابی بن کعب سے وَ اِذا البِحَارُ سُجِّرت کی تفسیر میں نقل کیا گیا، کہ جنات انسان کو کہیں گے، ہم تمہارے لئے ایک خبر لائے ہیں، تم دریا کی طرف چلو (جب یہ وہاں جائیں گے) تو وہ آگ بن کر شعلے مار رہا ہوگا۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت کعبؓ نے یَوْمَ تُبَدَّلُ الارضُ غَیْرَ الارض (ابراہیم، ۴۸) کی تفسیر میں فرمایا کہ آسمانوں کو تبدیل کیا جائے گا تو وہ جنتیں بن جائیں گے اور زمین کو سمندر کی

جگہ تبدیل کیا جائے گا تو وہ جہنم بن جائے گی۔

## ﴿جب جہنم کو پیدا کیا گیا!﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ النَّار اَرسَلَ اِلَیْھَا جبریل قَالَ لَہٗ اِذھَبْ فانْظُرْ اِلَیْھَا وَ اِلیٰ مَا اَعْدَدْتُ لِاھْلِھَا . قَالَ فَنَظَرَ اِلَیْھَا فَاِذا ھِیْ یَرْکَبُ بَعْضُھَا بَعْضاً فَرجَعَ فَقَالَ وَعِزّتِکَ لَا یَدْخُلُھَا اَحَدٌ سَمِعَ بِھَا فَاَمَرَ بِھَا فَحُفَّتْ بالشَّھوٰتِ ثمَّ قَالَ لَہٗ اِذھَبْ فَانْظر اِلیٰ مَا اَعْدَدْتُ لِاَھْلِھَافَذَھَبَ فَنَظَرالَیْھَا وَرَجَعَ فَقَالَ وَعِزّتِکَ لَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ لا ینجُو منھا اَحَدٌ الَّا دَخَلَھَا (مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد)

جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا تو جبریل علیہ السلام کو اسکی طرف بھیجا، اور فرمایا جاؤ اس کو دیکھو، اور اس عذاب کو بھی دیکھو، جو میں نے جہنم والوں کیلئے تیار کیا ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں، جب جبریل علیہ السلام نے جہنم کو دیکھا تو اس کا ایک حصہ دوسرے پر سوار تھا، پس یہ لوٹ آئے، اور عرض کیا۔ اے پروردگار! مجھے آپ کی عزت کی قسم، جو بھی اس کا حال سنے گا، اس میں کبھی داخل نہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو حکم دیا، تو وہ شہوات وخواہشات اور لذات میں چُھپ گئی، پھر دوبارہ حضرت جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، اب جاؤ! اور دیکھو! میں نے دوزخیوں کیلئے جہنم میں کیا تیار کر رکھا ہے، پس جبریل گئے، اور اسکو دیکھ کر پلٹ آئے، اور کہا، اے میرے پروردگار! مجھے آپ کی عزت کی قسم! بلاشبہ اب تو میں ڈرتا ہوں، کہ اس سے کوئی بھی

نجات نہیں پا سکے گا، مگر وہ اس میں ضرور داخل ہو جائے گا۔

## ﴿جہنم اور جہنم کی ہر چیز سخت سیاہ ہے﴾

جہنم تاریک وسیاہ، جہنم کی آگ بھی سیاہ اور جہنمی کے چہرے بھی سیاہ۔

جہنم کے اندھیرے کی مثال دیتے ہوئے، اللہ رب العزت نے فرمایا اَوْ کَظُلُمَاتٍ فِی بَحْرٍ لُجِّیٍّ یغشاہ مَوْجٌ مِنْ فوقہٖ ،مَوْجٌ من فَوْقِہٖ سَحَاب ط ظُلُمَاتٌ بَعضُھَا فَوْقَ بعْض ط اِ ذا اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرَاھَا ط وَمَنْ لَمْ یَجْعَلِ اللّٰہ لَہٗ نوراً فَمَالَہٗ مِنْ نور (پ۱۸،نور،۴۰)

ترجمہ: ان اندھیروں کی مثال جیسے گہرے اندھیرے، دریا میں چڑھی آتی ہے اس پر ایک لہر، اس کے اوپر ایک اور لہر اس کے اوپر بادل، اندھیرے ہیں ایک پر ایک، جب نکالے اپنا ہاتھ، لگتا نہیں وہ اس کو سوجھے، اور جس کو اللہ نے نہ دی روشنی، اس کے واسطے کہیں روشنی نہیں۔

اس مثال سے جہنم کی سخت تاریکی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے دنیا کی آگ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ انھا لجزءٌ سبعین جزءً مِن نار جھنَّمَ وَمَا وَصَلَتْ الیکم حتی اَحْسِبہٗ قَالَ نضجت بالْمَاءِ مرَّ تَیْن لِتُضِیْئ لکم وَنَار جَھَنَّمَ سوداء مظلمة (مسند بزار) یہ آگ جہنم کی آگ کا ستر واں حصہ ہے، یہ تم تک نہ پہونچتی، حتی کہ اس پر دو دفعہ پانی ڈالا گیا، تا کہ تمہارے لئے روشنی پیدا کرے، اور جہنم کی آگ

بہت کالی ہے۔

آپ ﷺ کاارشاد ہے، اب یہ (آگ) اتنی کالی ہے کہ اس کا کوئی انگارہ اور شعلہ بھی روشنی نہیں پیدا کرسکتا۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے مذکورہ آیت میں کافروں کی مثال بیان کرنے کے بعد فرمایا، کافر پانچ اندھیروں میں ہوگا، اس کا کلام اندھیرے میں، اس کا عمل اندھیرے میں، اس کے داخلہ کی جگہ اندھیرے میں اس کے نکلنے کی جگہ اندھیرے میں، اس کے رہنے کی جگہ اندھیرے میں، گویا سب کچھ اندھیرے میں ہوگا۔

ربیع ابن انس کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی آگ کو اہل زمین کیلئے نور اور سامان دنیا بنایا، اور جہنم کی آگ کو تارکول کی طرح بے نور اور سیاہ بنایا۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ جہنم خود بھی کالی ہے، اس کا پانی بھی کالا ہے، اسکے درخت بھی کالے ہیں، اس کا پورا عملہ بھی کالا ہے، اور قرآن کہتا ہے، اہل جہنم بھی روسیاہ ہیں، **کَاَنَّمَا اُغْشِیَتْ وجوھُھُم قِطَعاً مِنَ اللَّیْل مُظلِماً ، اُولٰئِک اَصْحَابُ النّارِ ھُمْ فیھا خٰلِدُون.** (پ۱۱، یونس، ۲۷)

گویا کہ ڈھانک دئے گئے، ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے، یہ لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت میں حال ان لوگوں کا بیان کیا گیا، جنہوں نے بُرے عمل کئے، ان کو برائی کا بدلہ برابر سرابر ملے گا، اس میں کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ ان کے چہروں پر ذلت چھائی ہوگی، کوئی شخص ان کو عذاب سے بچانیوالا نہ ہوگا۔ ان کے چہروں کی سیاہی کا

حال یہ ہوگا، کہ گویا اندھیری رات کے پرت کے پَرت ان پر لپیٹ دئے گئے ہوں۔

دوسری آیت میں جنتی اور جہنمی چہروں کے سیاہ وسفید ہونے کی بابت کہا گیا۔ **یوم تبیَضُّ وَجوہٌ وتَسُوَدُّوجوہٌ، فامّا الذین اسوَدَّتْ وجوھھم ،اکفرتم بعد ایمانکم فَذُوقُوا ماکنتم تکفرون.** (پ۴،آل عمران،۱۰۶). **وَیَوْم القیٰمة تریٰ الذین کَذَبوا عَلیٰ الله وَجوھُھُمْ مُسْوَدَّة. اَلَیْسَ فِی جَھَنَّم مثویٰ للمتکَّبِرِیْن** (پ۲۴،الزمر،آیت۶۰)

جن دن کہ سفید ہوں گے کچھ چہرے اور سیاہ ہوں گے بعض چہرے، سو وہ لوگ کہ سیاہ ہوئے ان کے منہ ان سے کہا جائے گا۔ کیا تم کافر ہوگئے ایمان لاکر، اب چکھو عذاب کفر کرنے کے بدلے میں۔

اور قیامت کے دن آپ ان لوگوں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے۔ جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا، کیا ان متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے بہت سی صحیح احادیث میں ہے کہ نافرمان موحدین کو جب آگ جلائے گی تو وہ کوئلہ (کی طرح سیاہ) ہوجائیں گے۔

## ﴿جہنم کی گرمی، سردی، غصہ اور اسکی غضبناک آواز﴾

**قُلْ نَارُجَھَنَّمَ اَشَدُّ حَرّاً لَوْ کانُوا یَفْقَھُوْن** (پ۹،توبہ،۸۱)

ترجمہ: کہہ دیجئے جہنم کی آگ بہت زیادہ گرم ہے، کیا خوب ہوتا، اگر وہ سمجھتے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **نَارُکُمْ ھٰذِہٖ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِیْنَ جُزْءاً مِنْ نَارِ جَھَنَّم لِکُلِّ جُزءٍ مِنْھَا مِثل حَرِّھَا** (ترمذی)

تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا ستر واں حصہ ہے، اس کے ہر حصہ کی حرارت، اس دنیا کی آگ کے برابر ہے۔

## ﴿جہنم کی شدید ٹھنڈ﴾

حضور پاک ﷺ نے ارشادفرمایا،اِنَّ زمُهَرِيْرَ بَيْتٌ يتميَّز فيه الكافِرُ مِنْ بَـــرْدِهٖ. ترجمہ: جہنم میں زمہریرایسامقام ہے، جہاں کافر کاجسم ٹھنڈک کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک طبقہ زمہریر ہے، جب جہنمی جہنم میں اُبال کھائیں گے تو زمہریر کی طرف بھاگیں گے، جب اس میں گریں گے،تو ان کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی، یہاں تک کہ ان کے ٹوٹنے کی آواز بھی سنائی دے گی۔(ابن ابی الدنیا)۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت کعب نے فرمایا کہ جہنم میں ٹھنڈک بھی ہے، جس کا نام زمہریر ہے، اس میں داخل ہونے سے دوزخیوں کے گوشت گر پڑیں گے، یہاں تک کہ وہ دوبارہ جہنم کی گرمی کی فریاد کریں گے۔ (ابونعیم)

## ﴿جہنم کا غصہ اوراسکی غضبناک آواز﴾

قرآن کے الفاظ میں دیکھئے۔ وَاَعْتَـدْنَا لِمَنْ كذَّب بالسَّاعَةِ سَعِيْراً. اِذا رَأتهُمْ مِن مكان بعيدٍ سَمِعُوا لها، تغيّظاً وَّزفيْراً (پ۱۸،الفرقان،۱۱،۱۲)۔

اور قیامت کے جھٹلانے والوں کیلئے ہم نے بھڑکتی ہوئی دوزخ تیار کررکھی ہے، جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی۔تو یہ اس کا غصہ سے جھنجھلانا اور چلانا سنیں گے۔

جہنم ہر روز کہتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا مَا مِنْ یَوْمٍ الا والنار تقول اشتدّ حرّی وَبَعُدَ قَعْری وَعظُمَ جَمْری عَجَّل الٰهی اِلیّ بِاَهْلِیْ (عن عبدالملک بن بشیر مرفوعاً) کوئی دن ایسا نہیں جس میں جہنم یہ نہ کہتی ہو، کہ میری گرمی سخت ہوگئی، میری گہرائی بڑھ گئی، میرے انگارے بڑے ہوگئے۔اے اللہ! تو میرے اہل کو میرے اندر جلدی سے داخل کردے۔

وَاِذَا اُلْقُوا مِنْهَا مَکاناً ضَیْقاً مقَّرنین دَعَوْا هُنالکَ ثبُوْراً لا تَدْعُوا الیَوْم ثبوراً وَاحِداً وَادعُوْا ثُبُوْراً کثیراً (پ۸/الفرقان،آیت۔۱۳،۱۴)۔

اور جب یہ جہنم کی کسی تنگ وتاریک جگہ میں مشکیں کس کر پھینک دئے جائیں گے تو وہاں وہ اپنے لئے موت ہی موت پکاریں گے (تو ان سے کہا جائیگا) آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔

جہنم کی آواز اس قدر غضبناک ہوگی کہ حضرت عبیداللہ بن عمیر فرماتے ہیں کہ جہنم جب ایک بار دھاڑ مارے گی تو کوئی فرشتہ اور نبی ایسا نہیں بچے گا مگر وہ اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑے گا۔اور گھبرا کر کہے گا، اے میرے رب مجھے بچالے، مجھے بچالے۔

عبیداللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ جہنم جب پہلی بار دھاڑے گی تو کافروں کے دل پھٹ جائیں گے اور دوسری بار چیخ مارے گی تو زمین پر سروں کے بل گر پڑیں گے۔

## ﴿جہنم کے انگارے اور دھوئیں کے سائبان﴾

جہنم کی آگ، انگارے اور دھوئیں کا ذکر قرآن نے سورہ الرحمٰن، سورہ واقعہ، اور

سورہ مرسلات میں کس طرح فرمایا ہے آیت دیکھئے **یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَارٍ فَلَا تَنْتَصِرَانِ** (پ۲۷، الرحمٰن، ۳۵)

تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم مقابلہ نہ کرسکو گے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ **شُوَاظٌ** سے مراد وہ شعلہ ہے، جس میں دھواں نہ ہو اور **نُحَاسٌ** کے معنی محض دھواں کے ہے جس میں آگ نہ ہو، حضرت مجاہد فرماتے ہیں **نُحَاسٌ** سے مراد پیتل ہے جو پگھلایا جائے گا، اور ان کے سروں پر بہایا جائے گا۔ (ابن کثیر)

اس آیت کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ مجرمین کو جہنم میں دو طرح کے عذاب ہوں گے۔ کہیں آگ ہی آگ کا عذاب ہوگا، دھواں نہ ہوگا، اور کہیں دھواں ہی دھواں ہوگا، اس میں آگ کا شعلہ نہ ہوگا۔

سورہ واقعہ میں اصحاب شمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا **وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَا اَصْحٰبُ الشِّمَالِ فِی سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ، لَا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ** . (پ۲۷، واقعہ، آیت ۴۱، ۴۴)

اصحاب شمال (جن کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا) گرم ہوا اور گرم پانی اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے، جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ عزت والا ہے۔

کہا جائے گا اس دوزخ کی طرف چلو، جس کو تم جھٹلاتے تھے، **اِنْطَلِقُوْا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَا ظَلِیْلٍ وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ، اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ، کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ**. (پ۲۹، مرسلات، آیت ۲۹، ۳۴)

تین شاخوں والے سایہ کی طرف چلو، جو نہ گھنا ہے، نہ آگ کے شعلے سے بچا سکتا ہے، وہ دوزخ محل کی اونچائی کے برابر چنگاریاں پھینکتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ زرد اونٹنیاں ہیں۔

جو کفار، قیامت کے دن کو، جزاء، سزا کو، اور جنت، دوزخ کو جھٹلاتے تھے، ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا، لو! جس کو تم سچا نہ مانتے تھے، وہ سزا اور دوزخ یہ موجود ہے، اس میں جاؤ، اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں، اور اونچے ہو ہو کر ان کے تین حصے ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی دھواں بھی اوپر کو چڑھتا ہے، جس سے نیچے کی طرف چھاؤں پڑتی ہے اور سایہ معلوم ہوتا ہے، لیکن فی الواقع نہ تو وہ سایہ ہے اور نہ ہی آگ کی حرارت کو کم کرتا ہے، یہ جہنم اتنی تیز وتند اور بکثرت آگ والی ہے کہ اس کی چنگاریاں جو اُڑتی ہیں وہ بھی مثل قلعہ کے اور تناور درخت کے مضبوط، لمبے چوڑے تنے کے مانند ہیں، دیکھنے والے کو یہ جچتا ہے کہ گویا سیاہ رنگ کے اونٹ ہیں، یا کشتیوں کے رسّے، یا تانبے کے ٹکڑے ہیں، ان جھٹلانے والوں پر حسرت وافسوس ہے، آج یہ نہ بول سکیں گے، اور نہ انہیں عذر ومعذرت کی اجازت ملے گی، کیونکہ ان پر حجت قائم ہو چکی. (ابن کثیر)

جہنم کے مناظر کتنے ہولناک ہیں، اسکی وادیاں، پہاڑ، نہریں کتنی بھیانک ہیں اور ان کے ذریعہ عذاب کی صورت بھی بہت عجیب وغریب ہے، جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

## ﴿جہنم کے پہاڑ، وادیاں، کنویں اور نہریں﴾

ارشاد باری ہے **كَلَّا اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا. سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا .** (پ۲۹،

مدثر،۱۶،۱۷)

ہرگز نہیں، وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے، میں تو اُسے مشقت والی تکلیف میں پہونچاؤں گا۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا **جَبَلٌ مِنْ نَارٍ یکلف ان یّصْعَدَهٗ فاذا وَضَعَ یَدهٗ عَلَیْهِ ذَابَتْ وَاِذَارَفعَهَا عَادَتْ وَاذا وَضَع رِجلَه عَلیْهِ ذَابت فاذا رفعها عَادت یَصعدُ سبعین خَرِیفا ثم هَویٰ ،مثلها کذالک.** (احمد،حاکم،بزار)

جہنم میں ایک پہاڑ ہے، کافر کو اس پر چڑھنے کیلئے مجبور کیا جائے گا، تو جب وہ اس (پہاڑ) پر اپنا ہاتھ رکھے گا تو وہ پگھل جائے گا، اور جب ہاتھ اُٹھائے گا تو وہ پہلی حالت میں لوٹ آئے گا، اور جب اس پر اپنا پاؤں رکھے گا تو وہ بھی پگھل جائے گا، پھر جب اُسے اٹھائے گا، تو (وہ بھی) پہلی حالت میں لوٹ آئے گا، یہ اسی حالت میں ستر سال تک چڑھتا رہے گا، اور اتنی ہی مدت میں گرتا رہے گا۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا، یہ آگ کا چکنا پہاڑ ہے جب بھی نافرمان اس پر چڑھے گا، پھسل کر آگ میں گرے گا۔

**فَلَا اقتحمَ العَقَبَةَ** ،عقبہ: پہاڑ کی بڑی چٹان کو بھی کہتے ہیں۔اور دو پہاڑوں کے درمیانی راستہ کو، یعنی گھاٹی کو بھی کہتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ عقبہ جہنم میں ایک پھسلنے والے پہاڑ کا نام ہے، اس کے جہنم میں ستر درجے ہیں (ابن کثیر) اور بقول ابورجاء

اس کی بلندی اور پستی کا سفر سات سات ہزار سال کے برابر ہے۔

عقبہ وادی کا بھی نام ہے، جہنم میں بہت سی وادیاں ہیں، ان میں سے ہر ایک جداگانہ خصوصیت کی حامل ہیں، جیسے وادی ویل، وادی غی، وادی اثام، وادی ھویٰ، وادی فلق، وادی موبق، وادی جبُّ الحزن۔ ہر وادی کی الگ الگ خصوصیت ہے۔

**وادی ویل:** حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **وَیْلٌ وَادٍ فِی جَهَنَّمَ یَهْوِیُ فیه الکافِرُ اَرْبَعِیْنَ خَریفاً قبل اَن یبلغ قعرهٗ** (مسند احمد)۔

ویل جہنم میں ایک وادی ہے جس میں کافر کو ڈالا جائے گا، تو اس کو گہرائی تک پہونچنے سے قبل چالیس سال لگ جائیں گے۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ وادی دو پہاڑوں کے درمیان ہے کافر کو وہاں تک پہونچنے میں ستر سال لگیں گے۔ حضرت ابوعیاض فرماتے ہیں کہ وَیْل ایک وادی ہے، جو پیپ سے بہتی ہے۔

**وادی غی اور اثام:** حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا **نَهرُ غیّ وَاَثام انَّ فی اَسْفَل جَهنَّمَ یَسیْل فیها صَدیْدُ اَهْل النَّار.**

غی اور اثام جہنم کی تہ میں دو نہریں ہیں، جن میں دوزخیوں کی پیپ بہتی ہے، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ غی جہنم میں ایک وادی کا نام ہے جو بہت گہری ہے اور نہایت سخت عذابوں والی ہے، اس میں خون اور پیپ بھرا ہوا ہے۔ (ابن کثیر)

امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ یہ جہنم میں کھولتی ہوئی نہر ہے، اس میں ان لوگوں کو ڈالا جائے گا، جو دنیا میں اپنی خواہشات کے پیروکار رہوں گے۔

قرآن میں اس کا ذکر اس طرح آیا **فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِم خَلْفٌ اضاعوا الصَّلوٰةَ واتَّبعُوا الشهوٰت فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔** (پ۱۶،مریم،آیت۵۹)

پھر اسکے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کردی اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے،سواس کا نقصان اُن کے آگے آئے گا۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ غی جہنم کے ایک غار کا نام ہے،جس میں سارے جہنم سے زیادہ طرح طرح کے عذاب جمع ہیں،ابن عباس نے فرمایا کہ غی،جہنم کے ایک غار کا نام ہے، جس سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے زنا کار کیلئے تیار کیا ہے، جو اپنی زنا کاری پر مصر اور عادی ہے،اور اس شراب خور کیلئے جو شراب کا عادی ہے اور اس سود خور کیلئے جو سود خوری سے باز نہیں آتا،اور ان لوگوں کیلئے جو ماں باپ کی نافرمانی کریں، اور جھوٹی شہادت دینے والوں کیلئے اور اس عورت کیلئے جو کسی دوسرے کے بچہ کو اپنے شوہر کا بچہ بنادے۔ (قرطبی،بحوالہ معارف القرآن ج ۶،ص۴۶)

اور **اَثام** کا ذکر (سورہ فرقان پ۱۹،آیت۶۸) میں آیا ہے **وَمَنْ يفعَل ذالک يَلقَ اَثَاماً،** اَثام جہنم کی ایک وادی کا نام ہے،جس میں زانیوں کو عذاب دیا جائے گا۔

حضرت لقمان حکیم کی نصیحتوں میں ہے کہ اے بچے زنا کاری سے بچنا،اس کے شروع میں ڈر اور خوف ہے،اور اس کا انجام ندامت وحسرت ہے، یہ بھی مروی ہے کہ غی اور اثام دوزخ کے دو کنویں ہیں۔

**وادی ھَوی:** اس کا ذکر (سورہ طٰہٰ،پ۱۶ آیت۸۱،) میں آیا **کلوا مِنْ طَيّبٰت مَا رزقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيه فَيحِلَّ عَلَيْهِ غَضَبِىْ ، وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ**

غَضبُی فَقَدْ هَویٰ.

تم ہماری دی ہوئی پاکیزہ روزی کھاؤ، اوراس میں حد سے آگے نہ بڑھو، ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا، اور جس پر میرا غضب نازل ہوجائے، وہ یقیناً تباہ ہوا۔

حضرت شفیع بن نافع فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک اونچی جگہ بنی ہوئی ہے، جہاں سے کافر کو جہنم میں گرایا جاتا ہے، تو زنجیروں کی جگہ تک چالیس سال میں پہونچتا ہے یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ وہ گڑھے میں گر پڑا۔

**وادی فلق:** فلق کا لفظ سورہ فلق میں آیا ہے قل اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقْ ،تو کہہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ حضرت جابر کہتے ہیں فلق کے معنی صبح کے ہیں، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فلق سے مراد مخلوق ہے، حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فلق جہنم میں ایک جگہ ہے جب اس کا دروازہ کھلتا ہے تو اسکی گرمی اور سختی کی وجہ سے تمام جہنمی چیخنے لگتے ہیں۔

حضرت عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں فلق جہنم میں ایک کنواں ہے، اسی سے جہنم بھڑکائی جائے گی اور جہنم اس سے اسی طرح پناہ مانگتی ہے جیسے انسان جہنم سے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فلق ،جہنم میں ڈھکا ہوا کنواں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں فلق ،جہنم کا جیل خانہ ہے، (اور جیل خانہ بھی مخلوق ہے)۔

**وَادی سعیر:** وَامَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَاءَ ظَهْرِه فسوف یدعوا ثبوراً ویصلیٰ سَعیرا (انشقاق پ۳۰ آیت ۱۰،۱۱،۱۲) جس شخص کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے

دیا جائے گا، وہ موت کو بلانے لگے گا، اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ سعیر، جہنم کی ایک وادی ہے۔(ابن ابی حاتم)۔

**وادی موبق:** **وَيَوْمَ يقول نادوا شركاءِ ىَ الذين زَعُمتُم فَدَعَوهُمْ فلم يستجيبوا لهم وجَعَلْنا بينهُم مَوبقا.** (پ۱۵،کہف،آیت۵۲)

اور جس دن وہ فرمائے گا کہ تمہارے خیال میں جو میرے شریک تھے، ان کو پکارو! یہ پکاریں گے، لیکن ان میں کوئی بھی جواب نہ دے گا، ہم ان کے درمیان ہلاکت کا سامان کردیں گے۔

ابن کثیر اس کی تفسیر میں نقل کرتے یں کہ ہم ان کے اور ان کے معبودانِ باطل میں آڑ، حجاب اور ہلاکت کا گڑھا بنادیں گے تاکہ یہ اُن سے اور وہ اِن سے نہ مل سکیں، نیک اور گمراہ الگ الگ رہیں، جہنم کی یہ وادی انہیں آپس میں ملنے نہ دے گی، کہتے ہیں یہ وادی لہو اور پیپ کی ہوگی، حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں یہ جہنم میں بہت گہری وادی ہے۔

**وَادی جُبَّ الحزن:** حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا **تعوذ وا باللّٰهِ مِنْ جُبُّ الحُزْنِ قالوا وَمَا جُبُّ الحزْن؟ قال وادٍ فی جهنّمَ تتعوّذُ منْهُ جَهنَّم كلّ يَوْمٍ مائة مرّةً ،قيل يا رسُوْل اللّٰه! مَنْ يَدخله؟ قال القراء المُرَاؤن بِاَعمالِهِمْ.** (ترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ذریعہ جُبُّ الحزن سے پناہ طلب کرو، صحابہ کرام نے

پوچھا: جُبُّ الحزن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا،جہنم کی ایک وادی ہے،جس سے جہنم خودروزانہ سوبار پناہ مانگتی ہے۔صحابہ نے پوچھا،اے اللہ کے رسول:اس میں کون لوگ جائیں گے؟فرمایا:اپنے اعمال کی ریااورنمودکرنے والے قاری جائیں گے۔

**نوٹ:** مرادقاری سے وہ قراءاورعلماء ہیں،جودین کاعلم رکھنے کے باوجود، خداکے نافرمان ہوں گے،اورعلم کودنیا کمانے کا ذریعہ بنایا ہوگا،اورظالم حکمرانوں کی حمایت اوران سے حاجتیں مانگتے ہوں گے۔

عمران القصیر کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے، جس سے خودجہنم روزانہ چارسوبار پناہ مانگتی ہے،اس خوف سے کہ اس میں نہ ڈال دیا جائے کہ وہ اُسے کھاجائے۔یہ وادی اللہ نے ریاکاروں کیلئے تیارفرمائی ہے۔ (کتاب الزہد،امام احمد)

## ﴿جہنم کے طوق وسلاسل اورہتھوڑے﴾

جہنم کے طوق وسلاسل اورآتش سوزاں کا عذاب کتنا اذیت ناک ہوگا،خود یہ طوق،زنجیریں اوربیڑیاں کیسی آفت اورمہلک ہوں گی،جوکافروں کیلئے تیارکی گئی ہیں کافرین،مکذبین،ضالین کے بارے میں کہا گیا۔

**اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلاسِلَ وَاَغْلالاً وَّ سَعِيْرا.** (الانسان(پ۲۹،آیت۴)

ہم نے کافروں کیلئے زنجیر،طوق اورجلانے والی آگ تیارکررکھی ہے۔دوسری جگہ فرمایا**وَجَعَلْنَا الاغلال فِیْ اَعْنَاق الَّذِین کفروا هل تُجْزَوْنَ الاَّ بِمَا کانوا**

یَعْمَلُوْن. (پ۲۲،سبا،۳۳)

ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے،انہیں ان کے کئے کرائے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔اس کا منظر کتنا بھیانک ہوگا،اور وہ بدلہ کس طرح دیا جائے گا،قرآن کی ان آیتوں میں دیکھئے۔

اِذِالاَغْلالُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلاسِلُ یُسحبُون. فی الجَحِیْم ثمَّ فِی النَّار یُسْجَرون. (پ۲۴غافر،مومن،۷۱،۷۲)

جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے،اور زنجیریں ہوں گی،گھسیٹے جائیں گے کھولتے ہوئے پانی میں،پھر جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں،جہنمی جب ہنکا کر جہنم کے پاس پہونچائے جائیں گے،تو جہنم کے ایک ہی شعلہ کی لپٹ سے سارے جسم کا گوشت جھلس کر پیروں میں آپڑے گا،(ابن ابی حاتم)حَسَنؒ یحیٰ خُشنیؒ فرماتے ہیں کہ جہنم کے ہر قید خانے،ہر غار، ہر زنجیر،ہر قید پر جہنمی کا نام لکھا ہوا ہے۔

حضرت سلیمان دارانی یہ حال سن کر کہنے لگے،ہائے کیا حال ہوگا،جس پر یہ سب عذاب جمع ہوجائیں،پیروں میں بیڑیاں ہوں،ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گردن میں طوق ہو،پھر جہنم کے غار میں ڈھکیل دیا جائے۔

اب،زنجیروں کے بارے میں سنئے! اللہ رب العزت فرشتوں سے فرمائے گا۔خُذُوْهُ فغُلّوهُ ، ثمَّ الجَحِیْمَ صَلُّوْه، ثُمَّ فِی سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِراعاً فاسْلُکُوْهُ . اِنَّهُ کَانَ لَا یُؤمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم. (پ۲۹،الحاقہ،۳۰،۳۳)

اُسے پکڑو، اس کے گلے میں طوق ڈال دو، پھر دوزخ میں اس کو داخل کردو، پھر اُسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز کی ہوگی جکڑ دو، بیشک وہ خدائے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے صادر ہوتے ہی ستر ہزار فرشتے اس کی طرف غصہ سے دوڑیں گے، جن میں ہر ایک دوسرے پر سبقت کر کے چاہے گا کہ اُسے میں طوق پہناؤں، پھر اُسے جہنم کی آگ میں غوطہ دینے کا حکم ہوگا، پھر ان زنجیروں میں جکڑا جائے گا، جن کا ایک حلقہ بقول حضرت کعب احبارؓ کے دنیا بھر کے لوہے کے برابر ہوگا۔ اس کے مثل ابن المبارک نے اپنی سند سے حضرت کعبؓ سے نقل کیا ہے کہ بلاشبہ اس زنجیر کا حلقہ (کڑی) جس کا ذکر **سَبْعُونَ ذِرَاعاً** میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، دنیا کے تمام لوہے سے زیادہ ہے۔

ان مجرمین کو کس کس طرح باندھا جائے گا، خود ارشاد باری ہے **فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ.** (پ۲۷، رحمٰن، ۴۱)

ان کو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائیگا، پیٹھ کی طرف سے زنجیر لاکر، گردن اور پاؤں ایک کر کے باندھ دئے جائیں گے، کمر توڑ دی جائے گی، اور جہنم میں اس طرح ڈال دیا جائے گا جس طرح سے بڑی لکڑی کو دو طرف سے پکڑ کر تنّور میں جھونک دیا جاتا ہے۔

حضرت ضحّاک فرماتے ہیں، کافر کے پیچھے سے اس کے سر کے بالوں اور پاؤں کو ایک زنجیر میں باندھ دیا جائے گا۔

سُدّی فرماتے ہیں، کافر کے سر کے بالوں اور قدموں کو ملایا جائے گا، پھر سر

کے بالوں کو پاؤں اور پشت سے باندھ کر بٹ دیا جائے گا۔

حضرت ابن جُریج فرماتے ہیں، کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ زنجیر کو کافر کی مقعد (دُبر) میں داخل کیا جائے گا اور اس کے منہ سے نکالا جائے گا، پھر اُسے اس میں اس طرح پرویا جائے گا، جیسے بھوننے کیلئے ٹڈی کو لکڑی میں پرویا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس زنجیر کو کافر کی دُبُر میں داخل کر کے اس کے نتھنوں سے نکالا جائے گا، یہاں تک کہ وہ پاؤں کے بل کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ (ابن ابی حاتم)

مزید برآں ان کو مارنے کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے، ان کی خاصیت بھی عجیب ہوگی۔

## ﴿جہنم کا ہتھوڑا اور اس کی خاصیت﴾

ارشاد باری ہے **وَلَهُمْ مَقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ كُلَّمَا اَرَادُوا اَنْ يَّخرجوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيها.** (پ۱۷، الحج، ۲۱،۲۲)

اور ان کو مارنے کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے، وہ لوگ جب گھٹے گھٹے، اس سے باہر نکلنا چاہیں گے، تو پھر اس میں دھکیل دئے جائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں، **لَوْاَنَّ مَقْمَعاً مِنْ حَدِيْدٍ وُضِعَ فی الارضِ فاجتمع لَهٗ الثقلانِ لَما اقلّوه مِنَ الارض** (خرجہ الامام احمد)

اگر لوہے کا ایک گرز (ہتھوڑا) زمین پر رکھدیا جائے اور اس (کو اٹھانے) کیلئے تمام جنات وانسان مل جائیں، تب بھی اُسے زمین سے نہیں اٹھا سکیں گے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، لَـــوْ ضُـــرِبَ الجَبَلُ بمقَامِع مِنْ حَدِيْدٍ لتفتت ثمَّ عَادَ . (مسند احمد)

اس ہتھوڑے کی خاصیت یہ ہوگی، کہ اگر لوہے کے (اس) ہتھوڑ سے پہاڑ کو مارا جائے، تو وہ ریزہ ریزہ ہوجائے، پھر دوبارہ (اپنی اصلی حالت پر) لوٹ آئے۔

حضرت سعیدؒ، حضرت قتادہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، انہیں جہنم سے ڈراؤ، شاید وہ اس سے خوف کھائیں، کیونکہ اس کی گرمی سخت ہے، اس کی گہرائی بہت زیادہ ہے، اس کا پانی کھولتی ہوئی پیپ ہے، اس کے ہتھوڑے لوے کے ہیں، اللہ! ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

## ﴿دوزخیوں کی مہمانی اور کھانا پینا﴾

جہنمی کہاں ہوں گے؟ کھانا پینا کیا ہوگا؟ اوران کی مہمانی کس طرح کی جائے گی؟ رہنے کے متعلق کہا گیا فی سمومٍ وحَمِيْم وَظِلٍّ مِنْ يَحْمُوم، گرم ہوا، گرم پانی اور سیاہ دھوئیں کا سایہ ہوگا، کھانے اور پیٹ بھرنے کے بارے میں کہا گیا لَاٰكِـلُـوْنَ مِـنْ شَـجَرٍ مِنْ زَقُّوْم. فَمَا لؤن مِنْهاالبُطون. فَشٰرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الـحَـمِيْم. فَشٰرِبُونَ شُرْبَ الهِيْم. زقوم کے درخت سے کھانا اوراسی سے پیٹ بھرنا ہوگا۔ پینے کیلئے، گرم کھولتا ہوا پانی ہوگا، پھر وہ پینا بھی سخت پیاسے اونٹوں کی طرح ہوگا، کھانا بھی جبراً حلق میں ٹھونسا جائے گا، اور گرم پانی بھی جبراً پلایا جائے گا، جو خود بدترین عذاب ہوگا، مہمانی کی بابت کہا گیا هذا نزلُهُمْ يَومَ الدِّين قیامت کے دن

ان کی مہمانی یہ ہے (جس کا تذکرہ ہوا) دوسری جگہ کہا گیا فَنُزُلٌ مِن حَمِیم وَتَصلِیة جَحِیم (واقعہ،۹۴) کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی اور جہنم میں داخل ہونا ہوگا اور یہ قطعی اور یقینی بات ہے۔

پھر اس کھانے کے بعد کیفیت کیا ہوگی؟ سنئے: اِنَّ شَجَرَة الزَّقُّوُمِ طَعَامُ الاثِیم کالمُھُل یَغلیُ فِی البطوُنِ کغِلْیِ الحَمِیُم. (پ۲۵،الدخان،۴۳،۴۶) بیشک زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہے، جو تلچھٹ کے مثل ہے، پیٹ میں کھولتا رہے گا تیز گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی زمین پر ٹپک جائے تو تمام اہل زمین کے معاش کو خراب کردے، یہ تلچھٹ کے مانند، مکروہ صورت، بدمزہ اور نقصان دہ، پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسے تیز گرم پانی کھولتا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغوں سے کہے گا، خُذُوہ فَاعتِلوہ اِلیٰ سَواءِ الجَحِیُم. ثمَّ صُبُّوا فَوقَ رأسِہٖ مِنُ عَذابِ الحَمِیُم ذُق اِنَّک اَنتَ العَزیز الحکیمُ اِنَّ ھٰذَا مَا کُنتُمُ بِہٖ تَمتَرُوُنَ (پ۲۵، دخان، ۴۷،۵۰)۔

پکڑو اسکو (تو ستر ہزار فرشتے دوڑیں گے) پھر گھسیٹتے ہوئے بیچ جہنم تک پہونچاؤ پھر اس کے سر پر سخت گرم پانی کا عذاب بہاؤ (اور پھر کہا جائے گا) چکھتا جا، تو تو بڑا ذی عزت اور بڑے اکرام والا تھا، یہی وہ عذاب ہے، جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

## ﴿زقّوم کا درخت﴾

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، لَوُ اَنَّ قَطرةً مِنَ الزَّقّوُم قَطَرَتُ فِی

دَارالدُّنیا لا فَسَدَت عَلیٰ اَھْلِ الدُّنْیَا مَعَایشھُمْ فکیف بمَنْ تکونُ طَعَامه (ترمذی شریف)

اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں گرادیا جائے تو تمام دنیا والوں کا عیش اور کھانے کی چیزیں تباہ ہوجائیں، تو پھر جس کا کھانا ہی یہ ہوگا، اس کا کیا حال ہوگا۔

زقوم کے متعلق فرمایا گیا اِنَّھَا شجَرَۃٌ تخرج فِی اَصْلِ الجَحِیْم. طَلْعُھَا کـانَّـہٗ رؤسُ الشَیٰـطِیْـنِ فـاِنَّھُمْ لاٰکِلونَ مِنْھَا فَمَا لِؤنَ مِنْھَا البُطُونَ ثُمَّ اِنَّ لَھُـمْ عَـلَیْھَـا لشَـوْبـاً مِـنْ حَـمِیْـم ، ثمَّ مَرْجِعُھُمْ لَاِلیٰ الجَحِیْم. (پ۲۳، الصافات،۶۴،۶۸)

بیشک وہ درخت جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے، اس کے پھل، ایسے (بدصورت ہیں) جیسے شیطانوں کے سر، جہنمی اسی درخت کو کھائیں گے، اور اسی سے پیٹ بوجھل کریں گے، (کیونکہ اس کے سوا کوئی کھانا نہ ہوگا، لیـس لھُمْ طَعَامٌ الَّا مِنْ ضَرِیعٍ لا یُسـمِنُ وَلا یُغْنِی مِنْ جُوعٍ .پ۳۰، الغاشیہ،۶،۷) ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا، جو نہ تو کھانے والوں کو فربہ کرے گا، اور نہ ان کی بھوک کو دفع کرے گا)۔

ثمَّ ان لَھُمْ الخ: پھر اس پر گرم کھولتے ہوئے پانی کی ملونی ہوگی (یہ گرم پانی وہ ہوگا جو جہنمیوں کے زخموں سے لہو اور پیپ وغیرہ کی شکل میں نکلا ہوگا) پھر ان کا لوٹنا جہنم کی طرف ہوگا۔

❖❖❖

## ﴿جہنمیوں کی کچھ اور غذائیں﴾

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **یلقیٰ عَلیٰ اَھْلِ النَّارِ الْجُوْع فیعدل مَا ھُمْ فیه مِنَ العَذاب فَیَسْتغیثونَ فیغاثونَ بِطَعَامٍ مِن ضَریعٍ لایُسْمِنُ وَلا یُغْنِیْ مِنْ جُوعٍ فَیَسْتغِیثونَ بالطَّعَامِ فیغاثون بطعَامٍ ذاغُصَّةٍ فیذکُرونَ انَّھُمْ کانوا یُجیزوْنَ بالغصص فِی الدُّنیا بالشراب فیستغیثون بالشرابِ فَیُدْ فَعُ اِلَیْھم الحمِیْم بکلالیب الحَدیْد فَاذا دنت مِنْ وجوھِھِمْ شوَتْ وجوھھُمْ فَاِذا وَصَلَتْ بطونَھُمْ قطعت مَا فی بطونِھِمْ.** (ترمذی شریف)

دوزخیوں پر بھوک کا عذاب مسلط کیا جائے گا، جوان کے عذابِ جہنم کے برابر سخت ہوجائے گا، تو وہ فریاد کریں گے، تو ان کی فریاد کانٹے دار جھاڑی کے کھانے سے پوری کی جائے گی، جو نہ تو انہیں موٹا کرے گا، اور نہ ان کی بھوک مٹائے گا، پھر وہ دوبارہ کھانے کی فریاد کریں گے، تو حلق میں اَٹکنے والے کھانے سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی، تو انہیں یاد آئے گا کہ ہم دنیا میں حلق میں پھنسنے والے کھانے کو پانی کے ساتھ نیچے اتارتے تھے، تو وہ پانی مانگیں گے، تو انہیں لوہے کے کٹوروں میں کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا، جب وہ پانی مونہوں کے قریب ہوگا، تو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا، اور جب ان کے پیٹ میں پہونچے گا، تو جو کچھ ان کے پیٹ میں ہوگا، اُسے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے گا۔

قرآن نے بھی اس پوری کیفیت کو جگہ جگہ بیان فرمایا ہے، سورۂ غاشیہ میں کہا

گیالیس لهٗ طَعَامٌ الا مِنْ ضَریع الخ: انہیں ایک خاردار جھاڑ کے اور کچھ نصیب نہ ہوگا، دوسری جگہ کہا گیا، اِنَّ لَدَیْنَا انکالاً و جَحیْماً وَطَعَاماً ذا غُصَّة وَعَذاباً اَلِیْماً . (پ۲۹،مزمل،۱۲،۱۳)

ہمارے پاس بیڑیاں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔سورہ الحاقہ میں فرمایا فَلَیْسَ لَهٗ الیَوْمَ هٰهُنَا مِنْ حَمِیْم وَلا طَعَامٌ الا مِنْ غِسْلِیْن وَلا یَاکُلَهٗ الا الخَاطِؤن. (پ۲۹،آیت،۳۵،۳۷)

پس آج نہ ان کا کوئی دوست ہے اور نہ پیپ کے سوا ان کی کوئی غذا ہے، جسے گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔

اسکے علاوہ سورہ نباء میں کہا گیا لایَذُوْقُوْنَ بَرْدًاوَّ لا شَرَاباً اِلَّا حَمِیْماً وَغَسَّاقاً (پ۳۰،آیت۲۴،۲۵)۔اس میں نہ تو وہ کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے نہ پینے کی چیز کا،سوائے گرم پانی اور پیپ کے۔ سورہ صٓ میں کہا گیا، هٰذا فَلْیَذوقوه حَمیمٌ وَغَسَّاق وَاٰخَرُ مِنْ شکلِهٖ ازوَاج (پ۲۳،آیت۵۷،۵۸)۔ یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے،پس اُسے چکھیں،(اس کے علاوہ) کچھ اور اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں۔

سورہ ابراہیم میں کہا گیا وَمِنْ وَرَائِهِمْ جَهَنَّم وَیُسْقیٰ مِنْ مَاء صَدید یَتجَرَّ عهٗ وَلا یَکاد یُسِیْغه (پ۱۳،آیت،۱۶،۱۷)۔ان کے سامنے دوزخ ہے، اور پلایا جائے گا پیپ کا پانی، جسے وہ بمشکل گھونٹ گھونٹ پیئے گا، پھر بھی اُسے گلے سے اتار نہ سکے گا، ہر جگہ سے موت آتی دکھائی دے گی، لیکن وہ مرنے والا نہیں، پھر اس کے پیچھے بھی سخت عذاب ہے۔

سورہ کہف میں ارشاد ہوا،وَاِن یَسْتَغِثوا یُغاثُوا بِمَاءٍ کالمُھْلِ یَشْوِیْ الوُجُوْہَ بئسَ الشَرابُ وَساء ت مُرْتفقا. (پ،۱۵/آیت۲۹)

اوراگر وہ فریادرسی چاہیں گے،تو ان کی فریادرسی اُسی پانی سے کی جائے گی، جو پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا، جو چہرے کو بھون دے گا، بڑا ہی بُرا پانی ہے اور بڑی بُری آرامگاہ (دوزخ) ہے۔

سورہ محمد میں کہا گیاوَسُقُوا مَاءً حَمِیاً فقطَّعَ اَمْعَائَھُمْ (پ۲۶/آیت۱۵۰) اورکھولتا ہوا پانی انہیں پینے کو دیا جائیگا،تو وہ ان کی انتڑیوں کوٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔

سورہ حج میں بیان کیا گیا،یُصَبُّ مِنْ فوقِ رؤسِھِمُ الحَمِیْم یُصھَرُ بہٖ مَا فِی بُطُونِھِمْ وَالجلود (پ۱۷/آیت۱۹،۲۰)۔اوران کے سروں کے اوپر سے سخت گرم پانی بہایا جائے گا،جس سے ان کے پیٹ کی سب چیزیں اورکھالیں گلادی جائیں گی۔

## ﴿دوزخیوں کا لباس اوراوڑھنا،بچھونا﴾

دوزخ، جب آگ کی وادی، گودام اور گھر ہے،تو اس میں لباس بھی آگ سے بنا ہوگا، بستر اوراوڑھنے کا سامان بھی آگ کا ہی ہوگا۔

حضرت حوشبؒ فرماتے ہیں کہ حسن بصریؒ جب دوزخ والوں کا ذکر فرماتے ،تو اس طرح بیان کرتے کہ دوزخ والوں کیلئے ان کے بدن کے مطابق ، آگ کے جوتے ، گندھک کے کرتے ،آگ کا کھانا،آگ کا پانی،آگ کا بچھونا آگ کا اوڑھنا، آگ کے مکانات ہوں گے، بہت بُرے گھر میں ہوں گے، بہت برے عذاب میں

مبتلا ہوں گے، جوان کے جسموں کو بار بار کھاتا رہے گا، پگھلاتا رہے گا، توڑتا رہے گا۔قرآن کریم میں فرمایا گیا زفالَّذِیْنَ کَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَھُمْ ثیاب مِنْ نار. (پ۱۷،الحج،۱۹)

ترجمہ: پس کافروں کیلئے تو آگ کے کپڑے بیونت کرکاٹے جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، کہ کافر کیلئے آگ سے کپڑے تیار کئے جائیں گے، یہاں تک کہ انہوں نے قباءقمیص اور آستین کا بھی ذکر کیا۔

سورہ ابراہیم میں رب العالمین کہتا ہے وَتَرَی المجْرِمِیْنَ یَوْمئِذٍ مُقَرّنِیْنَ فی الاصْفَادِ سَرابِیْلُھُمْ مِنْ قَطِرانٍ وَتَغْشیٰ وُجُوھَھُمْ النَّار. (پ۱۳،ابراہیم۴۹،۵۰)

تو اس دن گنہگاروں کو دیکھے گا کہ زنجیروں میں ملے جلے ایک جگہ کھڑے ہوئے ہوں گے، ان کے لباس گندھک کے ہوں گے، اور آگ اُن کے چہروں پر چڑھی ہوئی ہوگی۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں، پگھلے ہوئے تانبے کو قطران کہتے ہیں، اس میں سخت گرم آگ جیسے تانبے کے ان جہنمیوں کے لباس ہوں گے، ان کے منہ بھی آگ میں ڈھکے ہونگے چہروں تک آگ چڑھی ہوئی ہوگی، سر سے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے، منہ بگڑ گئے ہوں گے۔

مسند احمد میں ہے کہ میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں، حسب پر فخر، نسب میں طعنہ زنی، ستاروں سے بارش طلبی، میت پر نوحہ۔ سنو! نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کی تو اُسے قیامت کے دن گندھک کا کرتا اور کھجلی کا

دو پٹہ پہنایا جائے گا۔ (مسلم،ابن ماجہ،قرطبی ج۳۸۵۹)

جہنم کے کپڑے کے بارے میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا **وَالَّذِیْ بَعَثک بالحقِّ لَوْ اَنَّ ثوْباً مِن ثیَابِ النَّارِ عُلِّقِ بَیْنَ السَّمَاءِ وَ الارضِ لَمَاتَ مَنْ فِی الارضِ جَمِیْعاً مِنْ حَرِّہٖ.** (طبرانی)

مجھے اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق پر مبعوث فرمایا، اگر دوزخ کے کپڑوں میں سے کسی کپڑے کو آسمان اور زمین کے درمیان لٹکا دیا جائے، تو زمین پر رہنے والے سب جاندار اس کی گرمی سے مر جائیں گے۔

آتش جہنم کی شدت کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا، **اَھْوَنُ اَھْلِ النَّارِ عَذاباً مَنْ فِی قَدَمَیْہِ نَعْلانِ مِنْ نارٍ یَغلی فیھما دمَاغہٗ**، دوزخ والوں میں سب سے کم عذاب والا وہ ہوگا، جس کے قدموں میں آگ کی جوتیاں ہوں گی ان سے ان کا دماغ کھولتا ہوگا۔

اس تناظر میں سوچئے! کہ جس کے بدن پر آگ کا لباس ہوگا، اس کا کیا حال ہوگا، جہنم کے اوڑھنے، بچھونے سے متعلق قرآن میں مذکور ہے **لَھُمْ مِنْ جَھَنَّم مِھَادٌ وَمِنْ فوقِھِمْ غواش و کذالک نجزی الظٰلِمین** (پ۸،الاعراف،۴۱)۔

ان کیلئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا، اوران کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا، ظالموں کا یہی بدلہ ہے، بقول حضرت حسن بصریؒ کافروں کیلئے جہنم اوڑھنا، بچھونا ہوگی، قیامت کے دن انہیں نیچے اوپر سے عذاب ہو رہا ہوگا، اور پھر اوپر سے کہا جائے گا، اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

قرآن میں دوسری جگہ ہے، **لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ، ذالِکَ يُخوِّفُ الله بهٖ عِبَادهٗ يٰعِبَادِ فَاتقون.** (پ۲۳،زمر،۱۶)

انہیں نیچے، اوپر سے آگ کے شعلے مثل سائبان کے ڈھانک رہے ہوں گے یہی عذاب ہے، جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے، کہ میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔

## ﴿دوزخیوں کے جسم، چہرے اور زبان﴾

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آگ میں دوزخی کا بدن اتنا بڑا کر دیا جائے گا کہ اس کا فاصلہ، سات طویل ترین راتوں کے برابر ہے۔ اس مقدار کو اللہ ہی جانتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ان کے اجسام کو تیز ترین سوار کے تین دن، رات کے سفر کے برابر بڑھایا اور موٹا کیا جائے گا۔

**جہنمی کا جسم:** جہنمی کے جسم کی موٹائی، لمبائی، چوڑائی کا اندازہ اس سے لگائیے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا **مَابَيْنَ منكبى الكافِرِ مسيرة ثلثة ايَّامٍ للراكب السريع** (بخاری ومسلم) کافر کے دونوں کندھوں کا فاصلہ تیز رفتار سوار کے تین روز کے سفر کے برابر ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے دوسری روایت سنیے! **ضرس الكافِرِ اَوْنابُ الكافِرِ مثل اُحُدٍ وغِلظُ جلدٍ مسيرة ثلٰثةِ اَيَّامٍ** (مسلم) کافر کی ایک داڑھ یا ایک دانت احد پہاڑ کے برابر ہوگا۔ اور اس کے کھال کی موٹائی تین دن چلنے کے

برابر ہوگی۔

حضرت ابن عمر، فرمان نبی ﷺ نقل فرماتے ہیں **یُعظَمُ اھل النَّارِ فی النَّارِ حتی ان مَا بین شحمة اُذن احدھِمُ الیٰ عاتقة مسیرة سبع مِأئةِ عَامٍ وانَّ غلظَ جِلدِہٖ سَبْعُونَ ذراعاً وان ضرسۂ مثل اُحدٍ** (خرجہٗ احمد)

جہنم میں دوزخیوں کو اتنا موٹا کردیا جائے گا کہ ان میں سے ہر ایک کافر کی ایک کان کی لَو اور اس کے کندھوں کا درمیانی فاصلہ سات سو سال (چلنے) کے برابر ہے، اس کے چمڑے کی موٹائی ستر ہاتھ کے برابر ہوگی، اور اسکی ایک داڑھ احد پہاڑ کے مثل ہوگی۔ اور اس کی زبان بروایت حضرت ابن عمر **واَنَّ الکافِرَ یجرُّ لسانه یوم القیامة مِن ورائہٖ قَدْرَ فَرْسَخَیْنِ یوطئوۂ الناس** (خرجہ الامام احمد والترمذی) کافر روز قیامت اپنی زبان کو دو فرسخ (چھ میل) کے برابر اپنی پشت کے پیچھے گھسیٹتا ہوگا۔ (جسے) اور لوگ (بھی) اُسے روندتے ہوں گے۔

**جہنمی کا چہرہ:** کافر کے چہرے جُھلس کر بدشکل ہوجائیں گے، **تَلْفَحُ وُجُوھَھُمُ النَّارُ وھُمْ فیھا کالِحون.** (پ۱۸، المومنون، ۱۰۴) کی تفسیر میں بروایت ابوسعید خدریؓ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، چہرہ کو دوزخ کی آگ ایسا بھون دے گی کہ اس کے اوپر کا ہونٹ اوپر چڑھ جائے گا، **حَتّیٰ تبلغ وَسْطَ رَاسِہٖ**، یہاں تک کہ سر کے درمیان تک جا پہونچے گا، اور اسکا نچلا ہونٹ نیچے کو لٹک جائے گا **حتّیٰ تضْربُ سُرَّته**، یہاں تک کہ وہ دوزخی کی ناف تک جا پہونچے گا۔ (احمد، ترمذی، حاکم)

**جہنمی کی کھال:** ارشاد باری ہے **اِنَّ الَّذِیْنَ کفروا بِاٰیاتنا سَوْف**

**نُصلِیْھِمْ نَاراً کلَّما نَضِجَتْ جُلوْدھُمْ بَدَّلنَا ھُمْ جلوداً غَیْرھا لیذوقوا العَذابَ، انَّ اللہ کان عزیزاً حکیماً** (پ۵،نساء،۵۶)

بلاشبہ جولوگ ہماری آیت کے منکر ہوئے، ہم عنقریب ان کوایک سخت عذاب میں داخل کریں گے، جب ایک دفعہ ان کی کھال جل چکے گی، تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ دوسری کھال پیدا کردیں گے، تاکہ (ہمیشہ) عذاب ہی بھگتتے رہیں، ابن حاتم اور ابن مَردویہ نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ کے سامنے مذکورہ آیت پڑھی، تو انہوں نے فرمایا، دوبارہ پڑھو، اس نے آپ کے سامنے دوبارہ پڑھا تو حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا، میرے پاس اسکی تفسیر یہ ہے کہ ایک گھڑی میں سودفعہ کھال تبدیل کی جائے گی، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں نے بھی اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ دوزخیوں کو ہر روز ستر ہزار بار آگ کھائے گی، (اور) جب بھی کھائے گی، انہیں حکم دیا جائے گا کہ دوبارہ اپنی پہلی حالت پر لوٹ آؤ، تو وہ ویسے ہی لوٹ آئیں گے، جیسے پہلے تھے۔

یہ تو جہنم اور جہنم کے عذاب کا مختصر سا تذکرہ تھا، ورنہ قرآن کہہ رہا ہے **وَلِکلٍّ درجٰتٌ مِمَّا عَمِلُوْا**. (پ۷،انعام،۱۳۲) یعنی ہر ایک (جن وانس، نیک وبد) کیلئے، ان کے اعمال کے مطابق درجات ودرکات ہیں۔

## ﴿جہنم کے دروازے اور منازل﴾

قرآن میں ارشادفرمایا گیا، لَهَا سَبْعَةُ اَبْوابٍ لِكُلِّ بابٍ مِنْهُمْ جزءٌ مقسوم (پ۱۴،الحجر،۴۴) اس جہنم کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کیلئے ان کا ایک حصہ بٹا ہوا ہے، ان کے لئے اپنے اپنے اعمال کے مطابق دروازے تقسیم شدہ ہیں۔

ابن جریر نے اُن سات دروازوں کے نام یہ بتائے ہیں، پہلا باب جهنم ، دوسرالظیٰ،تیسراحُطَمهُ، چوتھاسَعِیر ، پانچوان سَقَرُ، چھٹا جهیم،ساتوان هاویه .

حضرت قتادہ کہتے ہیں ، یہ (ابواب ) باعتبار اعمال ان کی منزلیں ہیں، اور بقول حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ، جنت کے درجات نیچے سے اوپر کو جاتے ہیں اور جہنم کے درجات اوپر سے نیچے کو چلتے ہیں، یعنی سب سے ہلکا عذاب اوپر والے کو اور سب سے بدترین عذاب نیچے والے درجہ میں ہوگا۔

حضرت ضحاک نے فرمایا، جہنم کے سات دروازے ہیں ، وہی اسکی سات منازل ہیں۔سب سے اوپر والی منزل میں اہل توحید کو ان کے (بُرے )اعمال اور دنیا میں ان کی عمروں کے بقدر عذاب دیا جائے گا۔ دوسرے طبقہ میں یہودی کو، تیسرے طبقہ میں عیسائی کو، چوتھے میں صابی کو پانچویں میں مجوسی کو، چھٹے میں مشرکین و کافرین کو اور ساتویں میں منافقین کو، منافقین کیلئے تو سب سے نیچے والی منزل متعین

ہے،ارشاد باری ہے اِنَّ الـمُـنٰـفِـقِـیْـنَ فی الدَّرک الاسْفلِ مِنَّ النَّارِ (پ۵، النساء،۱۴۵) بیشک منافقین جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

ابھی آپ یہ جان چکے کہ ہر ایک کیلئے ان کے اعمال کے مطابق درجے ہیں، پھر نہ اچھے بُرے برابر ہو سکتے ہیں اور نہ مومن، کافر برابر ہو سکتے ہیں۔

قرآن کا اعلان ہے اَفَـمَـنِ اتَّبـعَ رضـوانَ اللّٰه کَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِنَ الـلـه وَمَـا ویه جَهَنَّم وَبِئْسَ المصِیْر ،هُمْ درجٰتٌ عِنْدَ اللّٰه ِوَا للّٰهُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلون. (پ۴،آل عمران،۱۶۲،۱۶۳)

سوایسا شخص جو رضائے حق کا تابع ہو، کیا وہ اس شخص کے مثل ہو جائے گا جو غضب الٰہی کا مستحق ہے، اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، جو بدترین جگہ ہے، اُن (متبعین رضائے حق) کے بڑے مرتبے ہیں، خدا کے پاس، اور اللہ تو ان کے اعمال کو بخوبی دیکھ رہا ہے۔

منعمین باری اور مغضوبین الٰہی کے درجات تو بالکل ہی جدا جدا ہیں، پھر جو مومنین صالحین یا مومنین و مذنبین ہیں، ان میں بھی ہر ایک کے درجات مختلف ہیں، اسی طرح جو مشرکین و کافرین ہیں ان میں بھی ہر ایک گروہ کے درکات الگ الگ ہیں، ظاہر ہے کہ ان تمام درجات و درکات پر گفتگو اگر چہ افادہ سے خالی نہیں ہے، مگر بات طویل ہو جائے گی۔ چونکہ یہاں جنت اور جہنم کی ایک جھلک اور اس کا کچھ منظر پیش کرنا مقصود تھا۔ تا کہ جنت کی بیش بہا نعمتوں کو جان کر جنت کے حصول کا جذبہ بیدار ہو جائے۔ اور جہنم کے عذاب کو پڑھ کر اس سے نجات کی فکر پیدا ہو جائے۔ اور یہ دونوں

چیزیں وقت کی قدردانی یااسکی بربادی،اعمال صالحہ یااعمال سیئہ پرموقوف ہیں۔

اوراَب ...مقطع میں آپڑی ہےسخن گسترانہ بات

کہ آپ کامقصود کیا ہے؟ دنیا یا آخرت؟ دونوں میں کامیابی وقت کے صحیح استعمال پرموقوف ہے۔اوراسی وقت کے سائے میں جنت اورجہنم کی نمائش ہے۔

وقت کوضائع ہونے سے بچاکر،اگرخودکوایمان،اعمال صالحہ اوراخلاق فاضلہ سے آراستہ کرلیاجائے۔توبلاشبہ فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُقْتَدِرٍ (پ۲۷، القمر،۵۵) مقدربن جائے،یعنی قدرت والے بادشاہ کے پاس کرامت،رضامندی، فضل وامتنان،اورجودواحسان والی بیٹھک اس کی جگہ ہے۔اللہ! ہم سب کواس دارِ کرامت میں جگہ عطافرمائے،اوردنیاوی زندگی کے گذرتے ہوئےلمحات واوقات کوعلم وعمل،زہدوورع،اخلاق واخلاص اورغناءوتقویٰ کےنورسےاس طرح منورفرمادے کہ ہم اس کی پاکیزہ روشنی میں جنت کوپالیں اورجہنم کےخوفناک عذاب سےخودکوبچالیں۔

جہنم کا عذاب کتنا سخت ہوگا کہ فرشتے بھی ایمان والوں کیلئےحق تعالیٰ سے حفاظت کی دعاءمانگتے ہیں،مگرافسوس! ہم اس سے غافل ہیں،نہ جہنم کاخوف ہےنہ اس سے بچنے کی کوئی فکر ہے۔

اپنےمن میں ڈوب کرپاجاسراغ زندگی ☆ تو اگر میرانہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

## ﴿اہل ایمان کیلئےفرشتوں کی دعاء﴾

ارشادباری ہےالَّذِیْنَ یَحْمِلونَ العَرْش وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْد

رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُون بِهٖ وَيَسْتَغْفِرونَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شئى رَحْمَةً وَعِلْماً. وَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تابوا وَاتَّبَعُوا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الجَحِيْم. (پ ۲۴، غافر، (مومن) آیت ۷)

عرش کے اٹھانے والے، اوراس کے آس پاس کے فرشتے، جواپنے رب کی تسبیح، حمد کے ساتھ کرتے رہتے ہیں، اورایمان والوں کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں، کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے، پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں، اور تیری راہ کی پیروی کریں، تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

جہنم کے عذاب کا ہی تو وہ ہوش ربا تصور ہے کہ جس کے ذکر وخیال سے اللہ والوں کی آنکھیں اشکبار ہوجایا کرتیں تھیں اور بسا اوقات اس کا خوف انہیں ہوش سے بھی بیگانہ کردیتا تھا، خود آپ ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ جب ایک شخص سے یہ آیت سنی انَّ لَدَينَا انكالاً وَّ جَحِيْماً الخ تو آپ رونے لگے، اورآپ پر غشی طاری ہوگئی، جب کہ آپ معصوم ہیں اور غفر لہ ماتقدم مِنْ ذنبک وما تأخّر کا حق تعالیٰ نے آپ کے لئے فیصلہ فرمادیا ہے۔

## ﴿جہنم کی یاداوراس کے ذکر سے رونا﴾

ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رونے لگے، تو کسی نے کہا، آپ کو کس چیز نے رُلایا، تو فرمایا، مجھے ڈر ہے کہ کل کو میں جہنم میں پھینک دیا جاؤں، اور مجھے (دنیا میں) اس کی پرواہ نہ ہو۔

عبدالرحمٰن بن حارث فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حنظلہ کے پاس یہ آیت پڑھی لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاش (الاعراف،۱۴) تو حضرت حنظلہ رو پڑے، حتی کہ میں نے گمان کرلیا کہ ان کی روح پرواز کرچکی ہے۔
ترجمہ: ان (دوزخیوں) کیلئے آتشِ دوزخ کا بچھونا ہوگا، اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا۔

علی بن خشرم کہتے ہیں کہ میں نے منصور بن عمار کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک روز میں نے مسجد حرام میں گفتگو کی اور کچھ جہنم کے حالات ذکر کئے، تو میں نے فضَیل بن عیاض کو دیکھا کہ انہوں نے دوزخ کے یہ حالات سن کر ایک چیخ ماری، حتی کہ بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز جب وہ مدینہ کے گورنر تھے، ایک آدمی نے یہ آیت پڑھی، اِذا اُلْقُوا مِنْهَا مكاناً ضَيّقاً الخ تو اس کو سن کر رو پڑے، حتی کہ ان پر رونا غالب رہا، اور ہچکیاں بلند ہونے لگیں، تو اپنی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور گھر چلے گئے۔

## ﴿جہنم پر ہر ایک کو پہونچنا ہے﴾

اِن مِنكُم الا واردُهَا علىٰ رَبّک حَتماً مَقْضِيّاً (پ۱۶،مریم،۷۱) تم میں سے ہر ایک وہاں وارد ہونے والا ہے، یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی فیصل شدہ امر ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ ایک بار اپنی بیوی کے گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے

کہ رونے لگے، آپ کی اہلیہ بھی رونے لگیں، تو آپ نے پوچھا؟ تم کیوں رو رہی ہو، جواب دیا، آپ کو روتا دیکھ کر، تو آپ نے کہا مجھے تو یہ آیت **وَاِنْ منکم الا وارِدُھَا الخ** . یاد آ گئی اور رونا آ گیا، مجھے کیا معلوم کہ میں نجات پاؤں گا یا نہیں (ابن کثیر)

حضرت ابو میسرہ جب رات کو اپنے بستر پر سونے کیلئے جاتے رونے لگتے اور زبان سے بے ساختہ نکل جاتا، کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا، کہ آخر اس رونے دھونے کی وجہ کیا ہے تو فرمایا یہی آیت، **ان مِنْکم الخ** یہ تو ثابت ہے کہ وہاں جانا ہے، اور یہ نہیں معلوم کہ نجات بھی ہوگی یا نہیں۔

ایک بزرگ نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ آپ کو یہ تو معلوم ہے کہ ہمیں جہنم پر سے گذرنا ہے، بھائی نے جواب دیا، ہاں یقیناً معلوم ہے، پھر پوچھا کہ کیا یہ بھی جانتے ہو کہ وہاں سے پار ہو جاؤ گے، فرمایا اس کا کوئی علم نہیں، پھر ہمارے لئے ہنسی اور خوشی کیسی؟ یہ سن کر موت کی گھڑی تک ان کے ہونٹوں پر ہنسی نہیں آئی۔

## ﴿جہنم پر ورود کی نوعیت﴾

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **ترِد النَّاس النّار ثم یصدرون عنها بأعْمَالِهِمْ فاوّلهُمْ کلمع البرق ثم کالریح ثم کحضر الفرس ثم کالراکب فی رحلهٖ ثمَّ کسیر الرجل ثمَّ کمشیهٖ .**

(خرجہ الترمذی وخرجہ الحاکم)

ترجمہ: لوگ جہنم پر وارد ہوں گے، پھر وہاں اپنے اعمال کے مراتب کے موافق گذریں گے، پہلا آدمی بجلی کی طرح ایک لمحہ میں گذرے گا، پھر (دوسرا) ہوا کی طرح، پھر (تیسرا) تیز گھوڑے کے دوڑنے کی طرح، پھر (چوتھا) اونٹ کی سواری کی طرح، پھر (پانچواں) تیز رفتار آدمی کی طرح، پھر (چھٹا) آدمی کی چال کی طرح۔

## ﴿پل صراط کے احوال﴾

گذرنے کی یہ صورت پل صراط پر ہوگی، پل صراط کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک طویل حدیث میں فرمایا۔

**وَالصِرَاط کحدَّالسَّیُف دحض مزلة قال فیقولون : اَنجوا عَلیٰ قدر نورکم فَمِنُھُمُ من یمرّ کا نقضاض الکوکب وَمِنُھُمُ مَنُ یمرّ کالطرف ومنھُمُ من یَمُرُّ کالرّیح وَمِنُھُمُ مَنُ یَمُرُّ کاشد الرجال وَیَرمل رَمَلا فیمرّون علیٰ قد راَعُمَالِھِمُ حتی یَمرّ الذیُ نورہٗ عَلیٰ ابھام قدمیه تخرّید وَتعلق یدوَتخر رجل تستعلق رجل فتصیب جوانبه النار** (خرجہ الحاکم صححہ)

ترجمہ: پل صراط تلوار کی دھار کی طرح اور نہایت پھسلانے والی ہوگی، پس (فرشتے) کہیں گے اپنی روشنی کے مطابق نجات حاصل کرلو، تو ان میں کوئی گذرے گا شہاب (تارے) کے ختم ہونے کی طرح اور کچھ پلک جھپکنے کی طرح اور ان میں سے کچھ ہوا کی طرح اور ان میں سے کچھ تیز رفتار آدمیوں کی طرح، اپنے نیک اعمال کے

حساب سے گذریں گے، حتی کہ جس کا نور قدموں کے انگوٹھوں کے بقدر ہوگا وہ بھی ایک ہاتھ سے گرتا اور ایک ہاتھ سے لٹکتا ہوگا۔ اور ایک آدمی گرتا ہوگا اور ایک آدمی لٹکتا ہوگا۔ اور اس کے پہلو آگ کو چھوتے ہوں گے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ حضور ﷺ سے ایک طویل حدیث میں نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا، **ثمّ یضربُ الجسْرُ عَلیٰ جَھَنّم وتحلُّ الشفاعة فیقولون : اللّٰھُمَّ سَلِّم سَلِّم. قیل یا رسُوْلَ الله وَمَا الجَسْرُ؟ قال دحضٌ مزلّة فیه خطاطیف وکلالیب وحسکة تکون بنجد فیھا شویکة یقال لھا السّعدان فیمر ہ المؤمنُ کطرف العین وکالبرق وکالریح وکالطیر وکأجاوید الخیل وَ الرّکاب فناج مُسْلم وَمخدوش مرسل ومکردسٌ عَلیٰ وَجھِهٖ فی النارِ** (بخاری ومسلم)

پھر دوزخ پر ایک پل قائم کیا جائے گا اور شفاعت کی اجازت عام ہوجائے گی تو اہل جنت عرض کریں گے، اے اللہ! سلامتی ہی سلامتی عطا فرما، عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! یہ پل کیا شئی ہے؟ فرمایا پھسلنے ہی پھسلنے کی جگہ ہے، اس میں ٹیڑھے لوہے ہیں، جن سے چیزیں اچک لی جاتی ہیں، لوہے کے کانٹے دار کونڈے ہیں جیسے نجد میں کانٹے دار جھاڑیاں ہیں جسے سعدان کہا جاتا ہے، اس سے مومن پلک جھپکنے یا بجلی یا ہوا یا پرندے یا عمدہ گھوڑے یا سواروں کی طرح گذر جائے گا، کوئی سلامتی سے نجات پائے گا، کوئی لٹک لٹک کر زخمی ہوکر نجات پائے گا، اور کوئی گھٹے ہوئے منہ کے بل دوزخ میں جا گرے گا۔ ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا **وَیُضرب الصّراط بین ظھرانی جھنَّم کقدر الشعر ة اَو کحد سیف لهٗ کلا لیب**

**وخطاطیف وحسک کحسک السَّعدان دونه جَسْرٌ دحض مزلقة.**

پل صراط کو جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا، جو بال کے برابر تلوار کی دھار کی طرح ہے اس میں لوہے کے کنڈے، اچک لینے والے کنڈے اور سعدان (خاردار جھاڑی) کے کانٹوں کی طرح کانٹے ہوں گے۔ اس کے نیچے پھسلنے ہی پھسلنے والا پل ہوگا۔

بہر حال پل صراط جو جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا وہ بال کی طرح باریک اور تلوار کی دھار کی طرح تیز ہوگا، اس پر سے ہر ایک نیک و بد کو گذرنا ہے۔ لوگ کس طرح گذریں گے یہ بھی معلوم ہو چکا۔

## ﴿مومن کے گذرتے وقت جہنم کی کیفیت﴾

مومن جب پل صراط سے گذرے گا تو جہنم کی کیفیت کیا ہوگی؟ وہ بھی سنئے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا (مومن جب پل صراط سے گذرے گا) **تقول جهنم للمومنين جُزْ يا مؤمن فقد اطفأ نورک لهبیُ** (مقاصد الحسنہ ص:۱۷۴ بحوالہ طبرانی) جہنم مومن سے کہے گی۔ اے مومن (جلدی) گذر جا، تیرے نور نے میرے شعلوں کو بجھا دیا ہے۔

## ﴿پل صراط سے کون گذرے گا؟﴾

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا **يَجْمَعُ اللّٰه النَّاسَ يَوْمَ القيٰمة فيقول من كانَ يَعْبُدُ شئياً فليتبعه فيتبع الشمس من يعبد ها ويتبع**

**القمر من یعبد القمر ویتبع الطواغیت من یعبد الطواغیت وتبقی ھٰذہ الامۃ فیھا منافقوھا.** (بخاری ومسلم)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائیں گے پھر کہیں گے، جو جس کی عبادت کرتا تھا اسی کے پیچھے ہولے، پس سورج پرست سورج کے، اور چاند پرست چاند کے اور طاغوت پرست طاغوت کے پیچھے ہولیں گے۔ اس کے بعد یہ امت باقی رہ جائے گی اس میں اس کے منافقین ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)

منافق تو پل صراط سے گذرتے ہوئے جہنم میں گر جائے گا۔ مومن کے گذرنے کا حال معلوم ہو چکا۔ ان میں سے کوئی ایسا بھی ہوگا، جس کو جہنم سے گذرنے کا پتہ بھی نہ چلے گا۔

خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں پہونچ جائیں گے، کہیں گے، کہ خدائے تعالیٰ تو نے فرمایا کہ ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے۔ اور ہمارا تو ورود ہوا ہی نہیں، تو ان سے کہا جائے گا، تم وہیں سے تو گذر کر آرہے ہو، اس وقت اللہ نے آگ ٹھنڈی کر دی تھی۔

اگر سب جہنم میں داخل ہوں گے، تو بسبب تقویٰ آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی، چونکہ مومن کے احوال مختلف ہوں گے، اس لئے معاملات بھی ہر ایک کے جدا ہوں گے۔

ان تمام احادیث کی روشنی میں **فلما وَرَدُ ماءَ مَدْ یَنَ** اور **یَقْدمُ قَومَه یَوْمَ**

الـقِيٰـمَةِ فـاورَدَهُمُ النَّار (ہود،۹۸) میں ورود کے معنی ومفہوم کوسمجھا جاسکتا ہے کسی کو دخول کا پتہ چلے گا، کسی کو پتہ بھی نہ چلے گا۔لہٰذا جہنم میں دخول ہو، ورود ہو یا عبور ہو جو بھی مراد ہو، یعنی اگر یہ کہا جائے کہ کوئی مومن جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ یا سب مومن جہنم میں داخل ہوں گے۔ مذکورہ احادیث کوسامنے رکھنے کے بعدان اقوال میں کوئی تضاد نظرنہیں آتا۔

دوزخ کے عذاب کی شدت، آتشِ جہنم کی غیر معمولی لپٹ، اور پل صراط کی خطرناک صورت، ہر مومن کے دل کوخوف سے دوچار کرتی ہے۔اور یہ خوف اللہ کے بندے کونیکی پر ابھارتا ہے اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ اور پھر وہ خلوت وجلوت میں اپنے پروردگار کے آگے، جنت کی درخواست اور جہنم سے حفاظت کی دعائیں کرتا ہے، توخود جنت اور جہنم اللہ رب العزت سے اسکے لئے شفارش کرتی ہیں۔

## ﴿جنت اور جہنم کی سفارش﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایامَـا مِـنْ مُسْلِمٍ يَسْـأل الـلّٰـهُ الـجَنَّةَ ثَلٰثاً قالت النَّار اللّٰهُمَّ اَدْخله الجنَّة وَمن اسْتَجار مِنَ النَّارِ ثَلٰثاً قالت النَّار اللّٰهُمَّ اَجِرْهُ مِنَ النَّار (ترمذی،نسائی،ابن ماجہ)

جومسلمان، اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت کا سوال کرتا ہے، تو اسکے لئے جنت دعاء کرتی ہے کہ اے اللہ! اُسے جنت میں داخل فرمادیں، اور جوتین مرتبہ جہنم سے پناہ

طلب کرتا ہے،تو جہنم دعاء کرتی ہے۔اے اللہ! اُسے جہنم سے محفوظ فرمادیں۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں، کہ آپ ﷺ نے فرمایا **مَا اسْتَجارَ عَبْدٌ مِنَ النَّارِ سَبْع مرَّاتٍ الا قالت ِالنَّار یارَبِّ انَّ عَبْدک فُلاناً اسْتَجَارَ مِنّی فَاَجِرْ ہُ وَلَا سَأَلَ عَبْدٌ الجنَّة الا قالت الجنَّة یارَبِ اِنَّ عَبْدک فَلانًا سَألنی الجنّة فَاَدخِلْہُ الجنة** (مسند بزار،مسند ابویعلیٰ)۔

جوآدمی جہنم سے سات بار پناہ مانگے ،تو جہنم عرض کرتی ہے،اے رب! آپ کے فلاں بندے نے مجھ سے پناہ مانگی ہے،آپ اس کی نجات فرمادیجئے،اسی طرح جس آدمی نے سات مرتبہ جنت طلب کی،تو جنت کہتی ہے کہ اے میرے پروردگار! تیرے فلاں بندے نے مجھ سے جنت طلب کیا ہے،تو اُسے جنت میں داخل فرمادیجئے۔

## ﴿جنت مانگئے اور جہنم سے دور بھاگئے﴾

حضرت کلیب بن حزن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا **واطلبوا الجنَّة جُھدکم وَاَھربوا مِنْ النَّار جھدکم فَاِنَّ الجنَّةَ لا ینام طالبُھا وَاِنَّ النار َلاینامُ ھَارِبُھا، وَاِنَّ الاٰخِرة َالیَومَ محفوفَةٌ بالمکارہِ وَاِن الدُّنیا مَحفوفَةٌ باللّذاتِ والشَھَواتِ، فلاتُلھِینکُمْ عن الاٰخِرَةِ** (طبرانی)

جنت کو اپنی پوری کوشش کے ساتھ طلب کرو اور جہنم سے اپنی پوری کوشش سے دور بھاگو، پس جنت کے طالب کو سونا نہیں چاہئے اور جہنم سے بھاگنے والے کو بھی سونا نہیں چاہئے ، کیونکہ آخرت آج ناپسندیدہ اشیاء کے گھیرے میں ہے اور دنیا لذات

وشہوات کے احاطہ میں ہے، تو یہ تمہیں آخرت سے غافل نہ کردے۔

## ﴿جہنم سے حفاظت اور نجات﴾

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا **لا یلج النَّار رَجُلٌ بکیٰ مِنْ خشیة الله حتی یعود اللبن فی الضّرعِ** (نسائی، ترمذی)

جہنم میں وہ آدمی داخل نہ ہوگا، جو خوف خدا سے روئے، یہاں تک کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے (یعنی جس طرح دودھ کا تھن میں واپس جانا مشکل ہے، اسی طرح خوف خدا سے رونے والے کا جہنم میں جانا بھی مشکل ہے)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا **عینانِ لا تمسُّها النَّارُ عین بکت فِی جَوْفِ اللیل مِنْ خَشیة اللهِ وعین باتت تحرس فی سبیل الله عز وجلَّ** (ترمذی شریف)

دو آنکھیں ایسی ہیں کہ ان کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو آدھی رات کو خوف خدا سے روئے، دوسری وہ آنکھ جو فی سبیل اللہ پہرہ دیتے ہوئے جاگتی رہے، حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا **مَامِنْ عَبْدٍ مومِنٍ یخرج مِنْ عینیه دموع ولو کانَ مثل رأس الذُّباب مِن خشیة الله، ثم تصیب شئیاً مِن حرّ وجهِهٖ الا حرَّمه علی النارِ** (ابن ماجہ) جس مومن بندے کی آنکھوں سے خوف خدا میں آنسو بہہ پڑیں، خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں، پھر وہ رخسار تک جا پہونچیں تو اللہ تعالیٰ اُسے دوزخ پر حرام کردیتے ہیں۔

سوچئے! اس کی رحمت کا فیضان کتنا عام ہے۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

اسکی رحمت اس کے غضب پر کس قدر غالب ہے کہ خوفِ خدا میں آنسو کے چند قطروں پر جہنم سے حفاظت کی ضمانت رکھدی۔

اے خدا ! اسی رحمت کے واسطے سے ہم تجھ سے مانگتے ہیں ایسی آنکھیں، جو تیرے خوف سے رونے والی ہوں، اور ایسے عمل کا شوق جس میں تیری رضا ہو، اور ایسا علم جو نفع بخش ہو۔ اور ایسا کشادہ رزق جو پاکیزہ اور حلال ہو، اور ایسی زندگی جو تیری محبت سے سرشار ہو، اور ایسی خواہش جو جنت میں لے جانے والی ہو اور ایسا خوف جو جہنم سے بچانیوالا ہو، اور ایسی زبان جو تیرے ذکر اور تیرے کلام سے شاد کام ہو، اور ایسا دل جس میں ہر وقت تیری یاد ہو، اور ایسی قوت جو عمل خیر میں معین و مددگار رہو، اور ایسی فکر جس میں جنت کی طلب اور جہنم کا خوف شامل ہو۔

اور اے اللہ! ہم وہ تمام چیزیں آپ سے مانگتے ہیں جو آپ کے محبوب محمد ﷺ نے آپ سے مانگی ہیں۔ اور ہم ان تمام چیزوں کے شر سے پناہ مانگتے ہیں، جن سے آپ کے محبوب نبی محمد ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔

اور اے میرے پروردگار: تو پاک ہے ہر عیب سے، اور بے نیاز ہے ہر چیز سے، سب تعریف تیرے لئے ہی ہے ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں، کہ محض اپنے فضل وکرم سے اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرما، نجات کا ذریعہ بنا، اور پوری امت

کیلئے نفع بخش اور سود مند بنا، آخر میں اس دعاء پر جو نبی اکرم، نور مجسم ﷺ کثرت سے کیا کرتے تھے، اپنی کتاب کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اکثر دعاء یہ ہوتی تھی

**رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیا حَسَنَةً وَّ فِی الاٰخِرةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّار** (البقرہ،۲۰۱)

اے ہمارے پروردگار ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما، اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور ہم کو جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما (بخاری شریف) آمین

**وَآخِرِ دَعْوَانَا اَنِ الحَمْدُ لِلّٰهِ رَب العٰلَمِیْن وَصَلی اللّٰه علیٰ النبی الامین وَعَلیٰ اٰلِهٖ وَاصْحابِهٖ اَجْمَعِیْن**

عبدالرحمٰن ساجد الاعظمی
۱۲/ربیع الاول ۱۴۴۱ھ
مطابق ۱۰/نومبر ۲۰۱۹ء
کوئریاپار، ضلع مئو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدرسہ شاہی مرادآباد میں تقرر سے متعلق

جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم

صدر جمعیۃ علماء ہند وصدر مدرس دارالعلوم دیوبند کا

# مکتوبِ گرامی

محترم المقام جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب اعظمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، خدا کرے آپ بخیر ہوں، حج سے واپسی کے بعد آپ کا خط موصول ہوا تھا، لیکن اس میں آپ نے اپنا پتہ نہیں لکھا تھا اس لئے جواب نہیں دے سکا، البتہ برابر جگہ کی تلاش میں رہا، اس درمیان جونپور میں ایک جگہ سامنے آئی بھی۔ لیکن آپ کے مناسب نہ تھی آپ کی مادر علمی میں تعلیمی کمیٹی نے شوریٰ کو رپورٹ پیش کی جس میں تاریخ پڑھانے کے لئے اور املاء ٹھیک کرانے کیلئے ایک آسامی کی سفارش کی تھی، شوریٰ نے کسی کے تقرر کو راقم الحروف، شیخ الحدیث، حضرت مہتمم صاحب اور حاجی غضنفر الدین صاحب کو محول کر دیا، کہ یہ لوگ جس کو مناسب تصور کریں تقرر کر دیں، میں نے اس جگہ کو آپ کے لئے مناسب جانا، دوسری درخواستیں موجود تھیں، چونکہ اپنے مدرسہ کے فارغ کو دوسروں پر تفوق ہوگا، اس لئے میں نے آپ کا نام پیش کیا دیگر حضرات نے اس کی تائید کی، یہ تقرر شوال سے انشاء اللہ عمل میں آئے گا، درسی کتابوں کا بھی انشاء اللہ نجی طور پر کوئی سلسلہ نکل آئے گا، پھر اپنے اساتذہ کی صحبت میں رہنے سے علمی مشغلہ میں بڑی مدد ملے گی، چونکہ مدرسہ میں اس فن کے لئے نئی آسامی منظور ہوئی ہے، اس لئے ابتدائی گریڈ میں ہے، جس کی انتہاء ۹۰/روپئے ہے، اور ۱۰۰/روپئے گرانی آلاؤنس ہے، گویا کہ ایک سو نوے (۱۹۰) روپئے آخری تنخواہ ہے، بہرحال راقم الحروف اس جگہ کو آپ کے لئے مناسب سمجھتا ہے، یہاں ترقی کے مواقع ہیں، غور کر کے بلکہ استخارہ کر کے کوئی رائے قائم کریں، اور جلد ہی مجھکو مطلع کریں۔ پرساں احوال حضرات سے سلام فرمادیں۔

والسلام

ارشد غفرلہٗ

۱۹۷۳/۶/۲۵ء

# عکس تحریر مکتوب گرامی

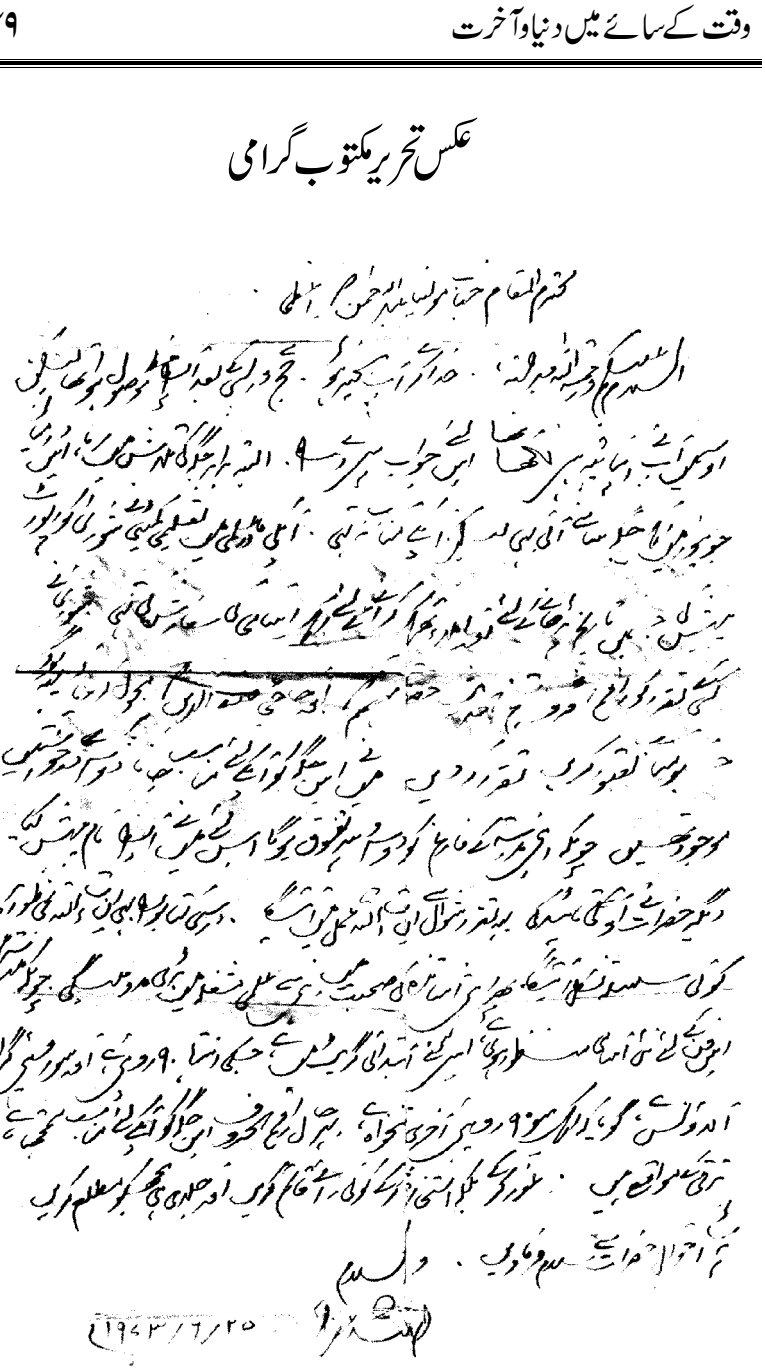

محترم المقام جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے آپ خیریت سے حج و اس کے بعد آپ کا خط موصول ہوا تھا۔ اس
اوسمیں آپ نے اپنا پتہ نہیں لکھا تھا اس لئے جواب نہیں دے سکا۔ البتہ ہر جگہ کی مہتمم میں نے اپنی دعا
جو میں نے خلوص سے کی ہے کہ آپ کے ساتھ رہے۔ آپ کی طرف سے تعلیمی کمیٹی و شوریٰ کو ایوارڈ
پیش کیا جس کا ہم نے خیال رکھا کہ آپ کے لئے ہم اپنا سارا سامان تیار کر لیں گے۔ ہم نے
کسی قدر کو اٹھا دو ج حضرت ہم ابو حنیفہ صاحب کو اپنا ایک
بوسہ تصور کریں۔ تقرر دیں۔ میں اس جگہ کو آپ کے لئے مناسب جانتا ہوں دوسرا دوسرے
موجود ہیں جو کہ اپنی جگہ آپ کے فارغ کو دوسرا سپرد کر دیں گے اس لئے میں نے اس کا نام پیش کیا۔
دیگر حضرات نے اور بھی اس کا بہتر رہنما ہے ان شاء اللہ علی ہیں آئیں گے۔ ہمیں تو ابھی ان شاء اللہ کی طرف
کوئی سلسلہ نہیں آیا۔ ہمارے اساتذہ کی صحبت میں رہنے سے علمی مشغولیت میں کافی مدد ملے گی۔ جو کہ اللہ
ان کے لئے ہی آسان ہے۔ اس لئے ابتدائی گریڈ میں ہے جس کی تنخواہ ۹۰ روپے ہے اور سو روپے گرانی
الاؤنس ہے گویا کہ ۱۸۰ روپے آخری تنخواہ ہے۔ بہرحال ہم آپ کو اس جگہ کے لئے مناسب سمجھتے ہیں
ترقی کے مواقع ہیں۔ غور کر کے جلد استخارہ کر کے کوئی فیصلہ کریں اور جلد ہی مجھے مطلع کریں۔
تمام احوال خدا سے سلام فرماویں۔ والسلام

۱۹۷۳/۶/۲۵
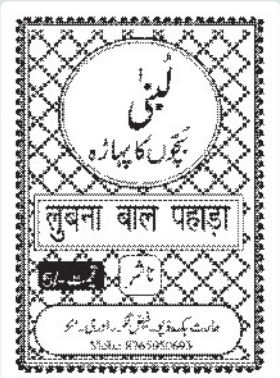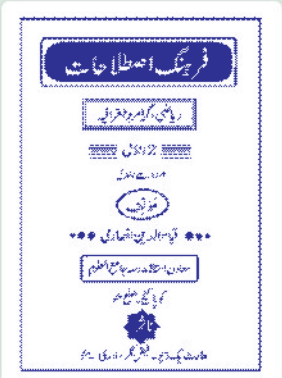
# مطبوعات مکتبہ حارث